سفرُ العِشق

یعنی قِصّہ

سیف الملوک و بدیع الجمال

مصنف

عارف کامل میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

چودھری محمد انور بسرا

ہجویری بُک شاپ

گنج بخش روڈ داتا دربار لاہور 0344-4123924

خاندان میں منصب سجادگی:

حضرت جناب شمس الدین صاحب والد ماجد حضرت قبلہ مرحوم، غوث روزگار تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو نکل جاتا وہ اسی طرح ہوتا۔ آپ کے حالات بیان کرنے کے واسطے علیحدہ دفتر چاہیے۔ حضرت قبلہ مرحوم نے کتاب تذکرہ مقیمی میں جو زبان فارسی تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں مفصل کرامات آپ کی معہ اوصاف تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ صاحبزادہ کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب جو بعد انتقال حضرت والد ماجد، سجادہ نشین دربار قرار پائے۔ دوسرے صاحبزادہ آپ کے حضرت میاں محمد بخش صاحب ابدال۔ تیسرے حضرت میاں علی بخش صاحب تھے۔ حضرت میاں بہاول بخش و میاں علی بخش صاحبان کی اولاد ان کی وراثت پر قائم ہے اور حضرت قبلہ جناب میاں صاحب نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ بحالت تجرید و تفرید کی تمام جائیداد جدی سے دست بردار ہو کر تعلقات دنیاوی سے کنارہ کشی اختیار کی۔

بیعت:

ابتدأ عمر میں بعد تکمیل تحصیل علوم ظاہری کسی کامل کی تلاش میں نکلے۔ دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ اس وقت کے مشہور مشائخ سے جا کر ملاقات کی۔ پنجاب کے شہروں میں اکثر مقامات متبرکہ پر مراقبہ کرتے رہے۔ ہر ایک ولی سے جو اس وقت بقید حیات تھا استفادہ کیا۔ اور اس امر کے منتظر تھے کہ کس سلسلہ میں کس بزرگ سے اپنا تعلق مریدی پیدا کریں۔ ایک رات بعد استخارہ درمیان خواب و بیداری حضرت جناب غازی قلندر پیر دمڑی والہ صاحب نے آپ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ اے فرزند تو میرا مرید ہے اور میں تیرا پیر ہوں، سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت ولی کامل پیر سائیں غلام محمد صاحب میرے روحانی فرزند سے بمقام کلروڑی ظاہری شرائط پر بیعت کرلو۔ حضرت سائیں غلام محمد صاحب مرید بابا بدوح صاحب ابدال کے اور بابا بدوح مرید میاں حاجی صاحب بگا شیر ساکن درکالی شریف اور حاجی صاحب مرید پیر پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والا کی ہے۔ ہر ایک صاحب کے حالات و کشف کرامات خارق عادات اگر جدا جدا لکھے جائیں تو ایک ایک دفتر جداگانہ ہو سکتا ہے۔ خاکسار کو صرف حضرت قبلہ میاں صاحب کی سوانح عمری کے چند واقعات لکھنا مطلوب ہیں۔ الغرض آپ کو جب خواب میں یہ ارشاد ہوا تو کمال ولولہ اور شوق سے پیر کے دروازہ تک پہنچے۔ حضرت سائیں غلام محمد صاحب کامل و اکمل صاحب کشف و کرامات ولی تھے۔ دُنیا و مافیہا سے کنارہ کش رہ کر صرف یادِ حق میں مصروف تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں شب و روز بسر کیا کرتے عام صوفیوں کی طرح پیری مریدی کا طریق اختیار نہ کیا آپ بڑے معزز خاندان اہلِ حکومت کے رکن تھے۔ مال و متاعِ دنیاوی کو ترک کر کے پیر کے قدموں میں اوقات بسر کرتے۔ خاندانی امیر تھے لیکن عیش و عشرت اور دنیاوی خواہشات کو پامال کر دیا تھا۔ جب حضرت قبلہ نے جا کر قدم بوسی کی اور اپنا مدعا ظاہر کیا اور نیز حضرت قلندر صاحب کا ارشاد جو بحالت خواب ہوا تھا، عرض کیا تو آپ نے فرمایا چند روز صبر کرو۔ بعد چند روز دوبارہ عرض کیا تو وہی جواب ملا۔ غرض اسی طرح چند سال گزر گئے۔ حضرت قبلہ کا اضطراب زیادہ ہوتا گیا۔ دن رات بے چینی رہتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اس انتظار میں جو تزکیہ ہوتا گیا۔ وہ کسی اور دریافت سے نہ ہوا۔ ایک مبارک روز میں حضرت قبلہ کو پیر بدوح شاہ صاحب کے مرقد مبارک کے قریب لا کر اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا۔ تکمیل شرائط بیعت کے بعد ارشاد ہوا کہ شیخ احمد ولی جو اس وقت قطب مدار تھے۔ ان سے کشمیر میں جا کر ملاقات کرو۔ ان کے پاس جو نعمت باطنی میں سے آپ کا حصہ امانت رکھا ہے حاصل کرو۔ بموجب فرمانِ پیر پاپیادہ صرف ایک کمبل اوڑھے ہوئے کشمیر روانہ ہوئے۔ راستہ میں کشمیر سے واپس آنے والے مسافروں سے یہ کہتے ہوئے سنتے کہ وہ شیخ احمد صاحب ولی کی زیارت کے واسطے ملتان اور دیگر مقامات سے سفر کر کے آئے۔ دو تین ماہ تک کشمیر میں قیام کیا اور حضرت شیخ کی تلاش میں سرگرم رہے مگر اب مایوس ہو کر اور بحالت ناکامی واپس جا رہے ہیں

مترجم کے مختصر حالاتِ حیاتی

نام : چودھری محمد انور بسراء۔
والد کا نام : چودھری حسین بخش (مرحوم)
قوم : جٹ ذات بسراء۔
تاریخ پیدائش : چودہ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعہ ستائیسویں رمضان المبارک
ضلع پیدائش : سیالکوٹ موجودہ ضلع نارووال۔گاؤں راؤ کے نزد گاؤں رتیاں بڈھا ڈھولہ رعیہ خاص روڈ
اولاد : دو بیٹے۔محمد یوسف بسراء اور عامر سعید بسراء
تعارف : آرمی سے تعلق رہا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں لڑیں مشرقی پاکستان میں لڑائی لڑی لیکن قید نہ ہوا کیونکہ میری پلٹن بلوچ رجمنٹ عین لڑائی میں ہی واپس آ گئی تھی۔جونیئر کمیشنڈ آفیسر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوا۔اب خدا کا شکر ہے زندگی کی عصر ہو چکی ہے نہ جانے کب شام ہو جائے گی۔
موجودہ پتہ : گلی نمبر ۱، مکان نمبر ۱۹ ماڈل کالونی فردوس مارکیٹ گلبرگ III لاہور

شاعری کی شائع شدہ کتابیں

۱- قصیدہ بُردہ شریف : پنجابی منظوم ترجمہ فیصل آباد سے شائع ہوئی۔
۲- آمنہؓ دا لعل : حضورؐ کی شان میں نعتوں کا مجموعہ۔لاہور سے شائع ہوا۔
۳- بندیا بن بندہ : بندے تیری بنیاد کیا ہے۔کیا کر رہا ہے اور انجام کیا ہو گا۔لاہور سے شائع ہوئی۔

اشاعت کے لیے تیار کتابیں

۱- اُردو نثری ترجمہ : کلام جناب بابا فریدؒ گنج شکر
۲- اُردو نثری ترجمہ : کلام جناب بابا بلھا شاہؒ
۳- اُردو نثری ترجمہ : کلام جناب شاہ حسینؒ
۴- اُردو نثری ترجمہ : کلام جناب غلام فریدؒ مٹھن کوٹی
۵- پنجابی لُغت ۱۰؍ ہزار صفحات پر مشتمل پنجابی سے اُردو

ان شاءاللہ جلد شائع ہوں گی۔

رابطہ: 0335-4726811
0300-6117417

دیباچہ

ربِ کائنات نے دُنیا میں بڑی خوبیوں کے مالک بندے پیدا کیے ہیں۔ جن میں کچھ بندوں کو شعروسخن کی خوبی اُسی کی عطا کردہ ہے۔ زمانے کی مختلف زبانوں کے شعراء حضرات نے شعار لکھے۔ جن میں ایک پنجابی زبان بھی ہے۔ پنجابی زبان کے بڑے بلند پایہ صوفی شعراء حضرات ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچایا بلکہ اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں کی کوتاہیاں اور گن بھی بیان کیے۔ ان میں چند بڑے بلند پایہ شاعر حضرات میں حضرت بابا فریدؒ گنج شکر حضرت سلطان باہوؒ صاحب حضرت بابا بلھا شاہؒ صاحب حضرت شاہ حسینؒ جناب حضرت غلام فریدؒ مٹھن کوٹی صاحب۔ جناب سید وارث شاہؒ صاحب جناب سید ہاشم شاہؒ اور جناب حضرت میاں محمدؒ بخش صاحب کھڑی شریف والے جناب مولوی غلام رسولؒ صاحب عالم پوری اور دائم اقبال دائمؒ واسو والوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ مجھے بچپن سے ہی اپنی مادری زبان پنجابی سے پیار ہے اور خاص طور پر میاں محمدؒ بخش صاحب کے کلام سے بڑا لگاؤ رہا ہے اور جبکہ موجودہ وقت میں لوگوں کا کتاب کی طرف رجحان بہت کم ہوگیا ہے اور خاص طور پر پنجابی پڑھنے والوں میں دن بدن کمی ہوتی جارہی ہے۔ ہماری اگلی نسل کو اپنی ماں بولی سے بالکل دلچسپی ہی نہیں رہی ہے اور اس زبان کے دشمن بھی اسے ختم کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ تو ایسے حالات دیکھ کر میرے دِل میں خیال آیا کہ میاں محمدؒ بخش کے کلام کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے۔ تاکہ جو لوگ پنجابی پڑھ یا سمجھ نہیں سکتے وہ اُردو ترجمہ سے اُن کے کلام کا مطلب سمجھ سکیں کہ میاں صاحب نے کیا فرمایا ہے۔
میں نے دِل میں ٹھان لی کہ میاں صاحب کے کلام کا ضرور ترجمہ کروں گا لیکن ضعیفی اور عارضہ قلب آڑے آرہا تھا اور بینائی کی کمی بھی پریشان کرتی تھی لیکن پکے ارادے اور دِلی عشق کے سامنے باقی تمام مجبوریاں ہار گئیں۔ لگن اور عشق جیت گیا اور میں نے آپ کے کلام کا اُردو نثری ترجمہ کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے میری مدد کی۔ دوستو میں کوئی عقل کل نہیں ہوں ایک خطا کار انسان ہوں۔ مجھ سے بھی کافی غلطیاں ہوئی ہوں گی لیکن میں نے اپنی عقل اور شعور کے مطابق اپنی پوری کوشش کی کہ ان کے کلام کا مطلب لوگوں تک پہنچاؤں۔ میں نے آسان اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اختصار سے کام لیا جائے اور لوگوں کی سمجھ میں بات بھی آجائے۔
اگر میں اپنا اُردو سیدھا کرنے کے لیے لمبی تحریر کرتا تو اِس کتاب کی کئی جلدیں بن سکتی تھیں کیونکہ میاں صاحب کے ایک شعر کی تشریح کی جائے تو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ میں نے مختصر لیکن شعر کا مطلب ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن اب بھی کتاب ہزار صفحات کی تقریباً ہوگی اور اس کے لیے میرے چند دوستوں نے اس کام کی فرمائش بھی کی تھی۔ جن میں محمد جمیل عرف گروجی محمد فضل عرف ساگر صاحب محمد ریاض قیصر محمد شکیل لاہور شہباز دانش صاحب اشفاق صاحب طاہر نارووال۔ بشیر کمال شکر گڑھ اور مجھے حوصلہ دینے والوں میں ایک پیارا محمد شفیق کوٹ مرزا جان کامونکی گجرانوالہ شامل ہیں۔ میرے بڑے پیارے دوست نصیر حسین ساگر پوری

نہیں پڑتا وہ ہمیشہ بے نیاز ہے۔

صُمٌّ بُکمٌ رہن فرشتے کس طاقت دم مارے
در اس دے پر عاجز ہو کے ڈھیندے بزرگ سارے

فرشتے ہمیشہ اس کے آگے گونگے ڈورے بنے رہتے ہیں کسی کی مجال نہیں اُف بھی کرے اس کے دروازے پر اچھی عادت والے عاجزی سے گرتے ہیں اس کے در پر جھکتے ہیں۔

ہر ڈھٹھے نوں ہتھی دیندا بخشن ہار خطائیاں
دتیوس سخن زباناں اندر سخناں وِچ صفائیاں

ہر گرے کو خود سہارا دیتا ہے وہ تمام گناہ بخشنے والا ہے اس نے کلام کرنے کے لیے زبانیں دیں اور کلام میں صفائیاں دیں (اچھی باتیں)۔

ہر دَر توں دُرکارن ہوندا جو اُس در تھیں مُڑیا
اوسے دا اس شان ودھایا جو اُس پاسے اُڑیا

جس نے اس کے دروازے سے منہ پھیرا وہ ہر دروازے سے دھتکارا جاتا ہے اسی کو اس نے عزت اور شان دی جو اس کے سامنے جھکا جس نے عاجزی اختیار کی۔

بادشہاں دے شاہ اُس اَگے مُنہ ملدے وِچ خاکاں
اَوگنہار کہایا اوتھے سچیاں صافاں پاکاں

بادشاہوں کے بادشاہ اس کے آگے خاک میں چہرہ ملتے ہیں منہ مٹی پر رگڑتے ہیں وہاں جو پاک صاف ہیں وہ بھی اسی کی درگاہ میں اپنے آپ کو گنہگار کہلاتے ہیں۔

مغروراں نوں پکڑ نہ کردا اُوسے وقت شتابی
معذوراں نوں چکے ناہیں کر کے قہر خرابی

منکروں باغیوں کی اسی وقت جلدی سے پکڑ نہیں کرتا اور معذوروں کو اپنے غضب سے اٹھا نہیں لیتا ہے ہر کام وہ اپنے وقت مقررہ پر کرتا ہے۔

جیکر خفگی کرے اَساں پر تک کے کماں بُریاں
بخشش کر کے مہریں آوے پھیر اُوہدے در اُڑیاں

اگر ہمارے برے کام گناہ دیکھ کر ناراضگی کرتا ہے تو اس کے سامنے جھک جانے سے توبہ کرنے سے فوراً مہربان ہو کر بخشش کر دیتا ہے وہ بڑا مہربان ہے۔

ماؤ پیئو دی بے فرمانی جو بیٹا نت کردا
فرزندی دا پیار نہ رہندا کہن کوئیں ایہ مردا

جو بیٹا ہمیشہ ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے ساتھ اولاد والا پیار نہیں رہتا کہتے ہیں یہ لڑکا کیوں نہیں مرتا ماں باپ اس سے تنگ ہوتے ہیں۔

نجن بھین بھرا نہ ہوون راضی جس بھراواں
گھر آئے دا کرن نہ آدر کنّہن اُوہدیاں واؤں!

جس بھائی پر اس کے بہن بھائی راضی نہ ہوں اس کی گھر آئے کی بھی عزت نہیں کرتے اس کی ہوا کو بھی تلواریں مارتے ہیں اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔

ڈھیندے: گرتے۔ ہتھی: سہارا۔ کہین: کائیں، آدر، عزت۔

مان کریندیاں مان تروڑے مسکیناں دا ساتھی
کوہ قافاں وِچ روزی دیندا سیمرغاں نوں ہاتھی

جو غرور اور تکبر کرتے ہیں ان کے غرور کو توڑ دیتا ہے اور غریبوں کا مددگار اور پہاڑوں میں سیمرغوں کو ان کی خوراک ہاتھی کھانے کے لیے دیتا ہے۔

لُطف کریندا کرم کُننده ہر دے کام سنوارے
سبھ خلقت دا راکھا اوہو بھیت پچھانے سارے

مہربانی اور اپنی رحمت کر کے تمام کے کام بناتا ہے تمام مخلوق کا وہ محافظ ہے سب کی رکھوالی کرتا ہے تمام راز وہ خود جانتا ہے ہر بھید اسے معلوم ہے۔

سبھ وڈیائی اُس نوں لائق بے پرواہ ہمیشہ
ہکناں تاج سعادت دیندا ہکناں بد اندیشہ

تمام تعریفیں اسی کے لیے ہی وہ ہمیشہ بے نیاز ہے اسے کچھ پرواہ نہیں ہے کچھ کو خوش نصیبی کا تاج پہنا دیتا ہے کئی ایک کو برے فکروں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عیب میرے پر پلّا دیندا ہُنر کریندا ظاہر
جدوں کرم دا واڑا کردا کوئی نہ رہندا باہر

میرے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اور میرے اچھے کام ظاہر کرتا ہے جب اپنی مہر تقسیم کرتا ہے اس وقت کوئی باہر نہیں رہتا سب پر تقسیم کرتا ہے سب پر اپنی مہربانی فرماتا ہے۔

ہر عاجز پر رحمت کردا کرے قبول دُعائیں
بِن منگے لکھ دان دوائے محرم دل دا سائیں

ہر ایک مسکین پر اپنی مہربانی فرماتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔بن مانگنے لاکھ عطائیں کرتا ہے وہ دلوں کے بھید جاننے ولا مالک جہاں ہے۔

ہر کوئی محتاج اُوسے دا منگن ہارا در دا
ہرگز کیتی اُس دی اُتے اُنگل کوئی نہ دھردا

ہر کوئی اس کے دروازے کا محتاج اسی کے در سے مانگنے والا ہے اور اس کے کئے پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا ہے وہ جو چاہے کرتا ہے۔

دائم نیکوکاری کردا نیکی اس نوں بھاوے
بدیاں بھی پھر بخش گزردا جاں رحمت پر آوے

وہ ہمیشہ نیکی کرتا ہے اور نیکی ہی اسے اچھی لگتی ہے وہ برائیاں بھی دیکھ کر بخش دیتا ہے جب بخشنے پر آتا ہے وہ مالک کل ہے۔

سورج تارے اُوٹھ قطارے مشرق مغرب جاندے
خاک زمین دی ثابت رکھدا پانی تے تھر باندے

سورج اور ستارے ایک قطارے اونٹوں کی طرح ہیں جو مشرق سے مغرب کی جانب چلتے ہیں زمین کی مٹی کو ثابت اکٹھا رکھتا ہے اس نے پانی کے اوپر تہیں بنادی ہیں۔

دھرتی پَلوند ڈولاندی آہی ایدھر اودھر ہو کے
حکمت نال لگایوس محکم کوہ قافاں دے کوکے

پہلے پہل زمین کانپتی تھی ڈولتی تھی ادھر ادھر حرکت کرتی تھی رب تعالیٰ نے پہاڑوں کی میخیں لگا دیں کیل لگا دیئے تا کہ زمین

مان: غرور تکبر۔ ڈولاندی: ڈولتی کانپتی ،حرکت کرتی۔

کے پیغام آ گئے۔

وحی وکیل لیایا سدا نالے گھوڑا جوڑا
آ ملیئے ہک جوڑ محمد تینوں قُرب نہ تھوڑا

جبرئیل علیہ السلام اِنہیں کے قاصد بن کر آئے آپ کو بلانے آئے اور گھوڑا سواری اور پوشاک لائے۔ پیغام لائے اے محبوب آئیے مجھ سے ملئے۔ تیرے لئے قربت کم نہیں ہے۔ آپ میرے قریب آئیے۔

ہر دم سِک تساڈی سانوں آئی رات ملن دی
سد گھلیوں وڈیائی دے کے عزت ودھی سجن دی

ہر پل ہمیں آپ کا انتظار ہے اور آج ملاقات کی شب آ گئی ہے بڑی شان سے بلایا گیا عزت دے کر اپنے محبوب کی عزت فرمائی ہے اور جبرئیل کو بھیج کر بلایا ہے۔

لوح قلم اسماناں زمیاں دوزخ جنت تائیں
کُرسی عرش معلی ویکھیں سیر کریں سبھ جائیں

تختی قلم آسمان اور زمین جنت اور جہنم تک کرسی اور عرش معلیٰ دیکھیں۔ تمام جگہوں کی سیر کریں۔ آپ سے کوئی چیز چھپائی نہیں جہاں چاہیں جائیں۔

عزت قُرب تساڈا ویکھن حوراں مَلک پیارے
نالے رُوح نبیاں سَندے ہون سلامی سارے

آپ کی عزت شان وشوکت اور آپ کا ملنا ملاقات اے پیارے حوریں اور ملائک دیکھیں۔ اور ساتھ ہی تمام انبیاء کی روحیں آپ کو سلام پیش کریں (سلامتی دیں)۔

دوزخ جنت وِچ آسماناں جو خلق اللہ وسدی
پاک جمال تساڈے کارن ہردی جان ترسدی

دوزخ جنت اور آسمانوں پر جو رب تعالیٰ کی مخلوق بستی ہے آپ کے پاک دیدار کا نظارہ دیکھنے کے لیے ہر ایک روح یعنی دل ترس رہا ہے۔

ویکھ جمال حبیب میرے دا صدقے صدقے جاون
شرف سعادت پاون سارے شُکر بجا لیاون

میرے پیارے محبوب کا حُسن دیکھ کر تمام قربان ہو جائیں آپ کی بزرگی آپ کی خوش نصیبی دیکھ کر تمام میرا شکر بجا لائیں میرا شکر ادا کریں۔

ہویا سوار براقے اُتے اوہ سلطان عرب دا
چائی واگ محبت والی ٹریا راہ طلب دا

وہ شاہ عرب حبیب خدا براق پر سوار یعنی اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے۔ محبت کی واگ اٹھائی اور اپنے مطلوبہ راستے کی جانب چل دیئے۔

لے لے نذراں ملدے اگوں روح تمام نبیاں
خدمت اندر حاضر ہوئے بدھے لک ولیاں

تحفے ہدیے اور نذرانے لے کر تمام انبیاء کی روحیں آگے راستے میں کھڑی ہیں دیدار کی منتظر ہیں اور خدمت کے لیے تمام اولیاء اللہ کمربستہ کھڑے ہیں۔

سندے: کے۔ خلق اللہ: خدا کی مخلوق۔

پیر سنے وِچ نیر عشق دے بیڑا میرا تاریں
مَیں عاجز مسکین بندے نوں نال ایمانے ماریں

میرے مرشد مال کل سمیت اس عشق کے بحر میں میری کشتی کو ترا نا پار لگانا۔ میرا عاجز اور مسکین کا خاتمہ بالا یمان کرنا۔ ایمان کی حالت میں اس دنیا فانی سے لے جانا۔

توڑے رد سوال کریسیں توڑے عرض قبولے
مَیں بھی دوہیں جہانی پھڑیا دامن آل رسولے

چاہے میرا سوال رد کردیں چاہے اسے قبولیت بخش دیں۔ لیکن میں نے دنیا اور آخرت میں رسول ﷺ کی آل کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ میں اسی کے گھر کا سوالی ہوں۔

یا نبی اللہ جے تُجھ دِتا قدر تینوں رب والی
ذرے جتنا گھٹدا ناہیں ہتھوں ہوندا عالی!

اے خدائے بزرگ و برتر کے پیارے نبی جو کچھ آپ کو رب تعالیٰ نے شان عظیم عطا کیا ہے۔ ایک ذرے کے برابر بھی کم نہیں ہوتا ہے بلکہ اور زیادہ بلند ہوتا ہے۔

او گنہار طفیل تساڈے ایس بہشتیں جائیے
رحمت اُتے لقاء مہر دا پاک جنابوں پائیے

آپ کے ذریعہ سے آپ کی شفاعت سے ہم گنہگاروں کو بھی جنت نصیب ہو جائے ہم بھی جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ کی مہر اور دیا مبارک آپ کی پاک جناب سے عطا ہو جائے۔

ہور کسے کجھ نیکی ہوسی توشہ خرچ قبر دا
مینوں ہکو نام تساڈا گہناں روز حشر دا

اور کسی کے پاس کوئی نیکی ہوگی سفر آخرت یعنی قبر کے لیے کسی کے پاس کوئی اعمال ہوں گے۔ میرے لیے آپ کا اسم مبارک اور محشر کے لیے زیور ہے۔ میرے پاس بس یہی ہے۔

تینوں قوت بخشی مولیٰ سبھ خلقت بخشاویں
ہوندے زور سوال نہ موڑیں نبیؐ کریم کہاویں

اپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ طاقت عطا کی ہوئی ہے تمام امت کو بخش دینا۔ اے آقا طاقت ہوتے سوال کو رد نہ کرنا۔ بنی کریم ﷺ ہی کہلانا۔ آپ ہی شافعی محشر ہیں۔

دوست دشمن چنگا مندا جے کوئی ہوئے سوالی
کد کریماں دے در اُتوں مُڑ آوے ہتھ خالی
رکھی جھولی تساڈے اگے پاؤ خیر یتیماں
او گنہار گوچیں بھریا بخشیں نبی کریماں!

دوست دشمن برا بھلا اگر اپ کا سوالی ہو تو مہربانوں کے دروازے سے کبھی کوئی حاجت میں خالی نہیں لوٹتا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے اپنا دامن پھیلا رکھا ہے مجھے مسکین کو خیر عطا کیجئے۔ میں گنہگار بُرا بے کس ہوں بے سلیقہ ہوں۔ اے نبی ﷺ کریم میری بخشش کروانا۔ میرا شافعی ہونا۔

کیتی بے فرمانی تیری بُھلا پھریوس راہوں
نام اللہ دے بخش بے ادبی نہ کر پکڑ گناہوں

میں نے آپ کی بڑی نافرمانی کی ہے آپ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک گیا ہوں آپ کی سنت پر نہ چل سکا واسطہ اللہ کا میری بے ادبی بخش دیجئے۔ میرے کئے گناہوں پر میری پکڑ نہ کرنا۔

توڑے: بیشک۔ گہناں: زیور۔ مندا: بُرا۔

سخن نہیں کوئی ہوندا مَیں تھیں تیری شان قدر دا
طٰہٰ تے یٰسین الٰہی صفت تُساڈی کردا

آپ کی شان وشوکت کے لائق میں کوئی بات کرنے کے قابل نہیں ہوں میں آپ کی شان بیان نہیں کرسکتا۔ جبکہ رب جلیل آپ کو طٰہٰ اور یٰس کے اسم مبارک سے کو پکارتا ہے۔

بہت عزت لولاکی تینوں کی مَیں صفت سُناواں
آل اصحاب سمیت سلاماں ہور دُرود پچاواں

مخلوق میں آپ کو بڑی شان اور عزت بخشی ہے کہ میں کیا صفت کیسے بیان کروں۔ آپ کی آل اور صحابہ اجمعین سمیت ہمیشہ درود پاک پڑھ کر بھیجتا رہا ہوں۔

آل اولاد تیری دا منگتا مَیں کنگال زیانی
پاؤ خیر محمدؐ تائیں صدقہ شاہ جیلانی

آپ کی آل اور اولاد کا میں مانگنے والا بھکاری مسکین ہوں۔ محشر میں بخشش کا خیر عطا کرو حضرت میراں شاہ گیطلانی کا صدقہ سمجھ کر اس غریب کی جھولی میں خیرات ڈالیئے۔

مرحبا اے شہنشاہوں کے شہنشاہ حضرت میراں سرکار دونوں

درمدح جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی

واہ وا میراں شاہ شہاں دا سید دوہیں جہانی
غوث الاعظم پیر پیراں دا ہے محبوب ربانی

جہاں کے سردار ہیں۔ حضرت غوث الاعظم تمام پیروں کے پیر اور رب سبحان تعالیٰ کے پیارے ہیں۔

نانک دادک دلوں اُچا سچا حسبوں نسبوں
نبیاں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر صفتوں ہر وسبوں

حسب نسب کی طرف سے یعنی ننھیال ددھیال کی طرف سے شان بالا رکھتے ہیں۔ آپ انبیاء سے کم نہیں رہے ہیں۔

نبیاں نوں رب دلوں آندے وحی سلام سنیہے
وحی نہ محرم میراں تائیں دسے بھیت اجیہے

انبیاء کو وحی کے ذریعے سلام اور پیغام آتے رہے ہیں ایک نامحرم وحی نے حضرت میراں کو ایسے راز بتائے ہیں ایسے پیغام پہنچائے ہیں۔

نام نَڑینویں اُوس نوں بخشے حکم اِیہو فرمایا
اعظم اسم تساڈا ناواں جس پڑھیا پھل پایا!

آپ کو ننانویں نام عطا کیے اور یہی آپ کے لیے حکم فرمایا۔ اسم اعظم آپ کا ہی نام مبارک ہے جس نے بھی پڑھا ذکر کیا اسی کو اس کا ثمر حاصل ہوا ہے۔

آل نبیؐ اولاد علیؓ دی سیرت شکل اُنہاندی

آپ نبی پاک ﷺ اور جناب علیؓ کی اولاد سے ہیں اور صورت اور خوبیاں انہی کی عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نام لینے سے لاکھ گناہ

لولاکی: دنیاوی خلقت کی۔ نانک: ننھیال۔ دادک: داد کے۔

نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی

معاف ہوجاتے ہیں اور دل کی کدورت نہیں رہتی ہے۔

سے برساں دے موئے جوائے سکّے نیر وگائے
کھتّے روح فرشتے ہتھوں لکھے لیکھ مٹائے

سینکڑوں برسوں کے مردے زندہ کردیئے اور خشک دریاوں میں پانی بہادیا دوبارہ بہادیئے۔ملک الموت کے ہاتھ سے روح چھین لیے اور لکھے ہوئے نصیب مٹادیئے (بدل دیئے)

غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا

ہر غوث قطب کے سر پر جناب میراں نے اپنا قدم مبارک رکھا تب اسے ولایت ملی۔جو بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس کے خالی برتن کو بھرپور کردیا۔کوئی خالی نہ لوٹایا۔

نبیاںؑ تے جد اوکڑ آئی روح میراں دا پُہتا
مشکل حل کرائی ہر دی قرب شاہاں دا بُہتا

انبیاء علیہ السلام پر جب بھی مشکل آئی حضرت میراں کا روح مبارک اسے حل کرانے پہنچ گیا تمام کی مشکل حل کرادی اور شاہوں کا بہت زیادہ قرب حاصل کیا بڑائی عزت افزائی فرمائی۔

اوس محبوب الٰہی جیسا جگ پر سخی نہ کوئی
مُشت نمونہ سُن خرواروں ہِک دن کیسی ہوئی

اس محبوب الٰہی جیسا جہان میں اور کی فیاض سخاوت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ایک دن ایسا ہوا کہ مٹھی کے برابر گدھے کا بوجھ تھا یعنی بہت کم بار خرتھا۔

ڈیگر ویلے ہِکس مُریدے کیتی عرض ضروروں
یا حضرت اَج کوئی سخاوت ڈِٹھی نہیں حضوروں
باطن اندر کیتی سایاں سانوں نظر نہ آئی!
یا کوئی ہور اسرار اجیہا جس دیہاڑ لنگھائی؟

بوقت عصر آپ کی خدمت میں اقدس ایک مرید نے عرض کی اے حضرت آج آپ کو کوئی سخاوت کرتے ہم نے نہیں دیکھا۔حضورا گر آپ نے کوئی پوشیدہ کی ہے جو ہمیں نظر نہیں آسکی یا اور کوئی ایسا راز ہے۔جس میں آج کا دن گزار دیا ہے کسی ایسے بھید میں روز گزرگیا ہے۔

حضرت نے فرمایا شخصا جے لکھ باطنی کیتی
لیکن تساں نہ ڈِٹھی کوئی جو بیتی سو بیتی

جناب حضرت میراں نے فرمایا اے بندے اگر پوشیدہ لاکھ بھی کی ہیں لیکن انہیں تم نہیں دیکھ سکے وہ جو بھی وقت گزرگیا سو گزرگیا ہے اسے نہ دیکھئے۔

ظاہر بھی کجھ دساں تینوں پلک نہ جاندا خالی
ایہو جیہی ہمیش سخاوت کھڑدے روز سوالی

میں ظاہر بھی تمہیں کچھ دکھاتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی خالی نہیں جاتا ہے۔ایسی سخاوت ہمیشہ سوالی لے جاتے رہتے ہیں۔ہمیشہ بھیک لیتے رہتے ہیں۔

کوئی ایک سو چالیسی ایسے گنہگار مجرم اور چن چن کر برے لوگ لاؤ۔ہمارے نظروں کے سامنے لاؤ۔ایک پل بھی دیر نہ کرو۔فوراً

سے: سینکڑوں۔دیہاڑ: دن، روز۔باطن: پوشیدہ۔بیتی: گذری۔کھڑدے لیے جاتے۔

نہال عزیز مصاحبی لائق در تیرے سگ کُتّا
کتیاں دا بھی نفر نکارا نفراں پچھے کُتّا

خوشحال پیارے خاص دوست تیرے دروازے پر ایک کتا سویا ہوا ہے کتوں کا بھی میں ہر کارہ نکما آپ کے غلاموں کا بھی کتا ہوں (میاں صاحب عاجزی ظاہر کرتے ہیں)

جس سر ہے دستار تساڈی مَیں بھی اُس دے در تے
خیر خیرایت بیٹھا کھانواں جے کجھ چھاندا ورتے

میں اس کے دروازے پر ہوں جس کے سر پر آپ کی پگڑی ہے خیر خیرات بیٹھا کھا رہا ہوں جو بھی یہاں تقسیم کیا جاتا ہے۔

دربیان مدح سجّادہ نشین حضرت پیر مرشدی و باعث تصنیف کتاب میگوید

سُخناں دی اُوہ قیمت پاوے شعر میرے خوش لیندا
اوس صرّاف اَگے جو تردا سو خزانے پیندا

میرے کلام کی وہ قدر کرتے ہیں داد دیتے ہیں شعر سن کر خوش ہوتے ہیں۔ جسے وہ پرکھ کر پسند کرتے ہیں وہی تحریر کے لائق سمجھا جاتا ہے اور میں وہی تحریر کرتا ہوں۔

شعراں وِچ طبیعت اُس دی کردی وال شگافی
ایس زمانے اُس نقد دی اُس پر تم صرّافی

شعروں میں ان کی عادت انکا مزاج بال کو بھی بیندھ دیتا ہے اس وقت اس موجود کی یعنی ان سے زیادہ کوئی پرکھنے والا نہیں ہے۔ وہ بال کی بھی کھال اتار جاتے ہیں۔

اللہ بھاوے قدر شناسی اُس جیہی اَج کس نوں
رمز پچھانے معنے جانے ایہ تاثیراں جس نوں

اللہ جانتا ہے ایسی قدر شنای ان جیسی قدر شناسی کس کو ہے۔ بھید کو جانتا ہے معنی جانتا ہے جس میں یہ خاصیت موجود ہے۔

کدے عبادت کدے عدالت آپ نہ ہوندا واندا
نالے نازک طبع نہ جھلدی فکر نہیں گل پاندا

کبھی عبادت میں مشغول کبھی انصاف میں خود فارغ ہی نہیں ہوتے ساتھ ہی نازک طبیعت برداشت نہیں کرتی اس لیے اپنے گلے ایسا فکر نہیں ڈالتا ہے۔

ناں ایہ کم دسیندا مینوں آپ کرے تاں ہوندا
جے کوئی سخن کرے تاں اوہ بھی دُرِ یتیم پروندا

مجھ سے یہ کام ہوتا دکھائی نہیں دیتا ہے۔ اسے وہ خود کریں تب ہوگا اگر وہ کوئی شعر کہیں تو ایسے ہی ہے جیسے قیمتی موتی لڑی میں پرو دیتے ہیں۔

صورت خوبی سیرت خُوبی، خُوبی ورتن چالا
تاں ہی نام مبارک اُس دا خُوبی بخشن والا

خوب صورت اور خوب سیرت اور بانٹنے کا طریقہ خوب جانتے ہیں۔ ان کا مقدس اِسم مبارک خوبیاں بخشنے والا ہے۔

سگ۔ کُتا۔ نہال: خوشی۔ تردا: پورا اترتا۔ تم: ختم۔ صرافی: پرکھ: جانچ پڑتال۔ وَرتن: تقسیم۔ دُرِ یتیم۔ دُرِ یتیم۔ قیمتی موتی۔ چالا: طریقہ۔

یوسفؑ شکل سکندر شوکت نوشیرواں عدالت
خاتم حکم سلیمانؑ نالوں حاتم نال سخاوت

شکل وصورت میں یوسف علیہ السلام ثانی شان وشکت سکندر جیسا عدل وانصاف نوشیرواں جیسا سلیمان علیہ السلام جیسا حکمران اور حاتم طائی کی طرح بڑا سخی تھا۔

خاصہ مرد عبادت اندر افسر سر سلطاناں
شاہ محمود اُوہدا سی ناواں روشن وِچ جہاناں

بڑا عبادت گزار اور بادشاہوں میں اعلیٰ مقام رکھنے والا شاہ محمود کے نام سے زمانے میں مشہور تھا۔اس کے نام کی دور دور تک زمانے میں شہرت تھی۔

مرد کمال علم دا فاضل قدر شناس ہُنر دا
قدر بقدری ہر ہک تائیں دے روزینہ زر دا

ایک اچھا انسان بڑا عالم ہنرمندوں کی قدر کرنے والا۔جیسا کسی کا کام ہوتا اس کے مطابق ہر ایک کو دولت وزر کا روزینہ دیتا تھا۔

شاعر کاتب حافظ عالم زاہد صوفی سارے
کھان انعام معاش جگیراں نردھن لوک نکارے

شاعر کتابت کرنے والے حافظ قرآن عالم زاہد اور تمام صوفیائے کرام اور نادار مفلس لوگ اسی سے روزی روٹی کے لیے انعام اور جاگیریں حاصل کرتے تھے۔

ہر جائی پر دان شہاناں ہر جائی بخشیشاں
خادم مخلص سی فقراواں عُلماواں درویشاں

ہر جگہ پر شہانہ تحفے نذرانے عطیات وظائف دیتا تھا فقراء علماء درویشوں کے ساتھ بڑا سچا دوست اور خدمت گار تھا۔ان لوگوں کی قدر کرتا تھا۔

شاعر مرد سخنور دانے پاس اُوہدے نت رہندے
شعر، کلام، عجائب، قصے رہن ہمیشہ کہندے

کوئی شاعر حضرات لکھاری شاعری اس کے پاس ہمیشہ موجود رہتے تھے۔شعر کلام عجیب قصے کہانیاں ہمیشہ اسے سناتے رہتے تھے۔اس کے دربار میں ایسے لوگوں کی مجلس رہتی تھی۔

سخن کلام سنن دا دائم رکھ دا شوق شہزادہ!
مجلس اندر شغل علم دا روزوں روز زیادہ

شعر نظم گفتگو سننے کا شہزادہ ہمیشہ شوق رکھتا تھا مجلس کے اندر تفریح طبع علم کا روز بروز اضافہ ہوتا رہتا۔یعنی وہ علم دوست ایسے لوگوں کی قدر کرتا تھا۔

سیر سلوک حکایت قصے سُندا نال طلب دے
مٹھے چرب نوالے شاعر دیون شعر عجب دے

سفر نامے بھلائی نیکی داستان کہانیاں بڑی دلچسپی اور غور سے سنتا۔شاعر لوگ اسے خوش کرنے کے لیے بڑے میٹھے چسکیلے شعر کلام اسے تر نوالوں کی طرح پیش کرتے تھے۔

قصے تے اخبار حکایت جیہڑے بادشہاں نے
کردا سیر کتاباں اندر سُندا سخن یگانے

قصے کہانیاں خبریں جو بادشاہت سے متعلق تھے تمام کتابیں پڑھتا ان کی سیر کرتا اور کتابوں میں انوکھے کلام پڑھتا۔اسے ان

نردھن: غریب مفلس۔دائم: ہمیشہ۔

پر ہک بڈھا خضر نمونہ عمراں دا سیلانی
صاحب یمن کرامت والا چہرہ خوب نورانی

لیکن ایک بزرگ حضر علیہ السلام کی طرح تمام ممالک کی سیر کرتا ہے صاحب یمن و کرامت ہے اور بڑا نورانی چہرہ ہے نہایت برگزیدہ ہستی معلوم ہوتا ہے۔

سبھ مُلکاں وِچ سیر کریندا ملک میرے ہُن آیا
جھگی پاء کنارے بیٹھا رب وَل چت لگایا

تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا ابھی چند دن ہوئے ہمارے ملک میں آیا ہے۔ایک کنارے جھگی بنا کر بیٹھا ہی دل کو اپنے رب کی یاد میں لگایا ہوا ہر وقت ذکر الٰہی کرتا ہے۔

آمد رفت خلق دی کولوں بیٹھا ہے چھپ لک کے
کرے عبادت دن تے راتیں نال ارادت جھک کے

خلقت کی آمدورفت اسے پسند نہیں ہے اسی لیے وہ لوگوں سے چھپ کر بیٹھا ہے۔دن رات عبادت کرتا ہے اور یقین محکم سے اپنے آپ کو اپنے معبود کے سامنے جھکا دیا ہے۔

متے مُراد کرے گا حاصل خدمت اُس دی جاؤ
حال حقیقت مطلب والی اُس نوں آکھ سناؤ

شاید وہ تمہارا مقصد حل کر دے تم لوگ اس کے پاس جاؤ اور اس سے بات کرو۔اپنے مقصد کی تمام حقیقت اس سے بیان کرو۔ہو سکتا ہے وہ حل کر دے۔

سُن کے حسن زبانی شاہ دی لے رُخصت اُٹھ ٹریا
اُس بزرگ دے ڈیرے آیا ادبوں نیواں اڑیا!

بادشاہ کی زبان سے یہ بات سن کر حسن میمندی نے اجازت چاہی اور چل دیا۔اس بزرگ کے پاس پہنچا اور ادب واحترام سے اسے جھک کر ملا۔

اگے رکھ نیاز شیرینی نیوں کے ہویا سلامی
پیر تروٹھا آکھن لگا مطلب دس تمامی

اس کے سامنے نیاز اور شیرنی رکھی ادب سے جھک کر اسے سلام کیا۔بزرگ بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ اپنے مقصد کی تمام بات بیان کرو۔کس لئے آئے ہو۔

گل حسن میمندی اپنی ساری کھول سنائی
اوکھے ویلے باہوڑ پیرا تیری دھن کمائی

حسن میمندی نے اپنی تمام داستان کھول کر بیان کر دی۔اے پیر مشکل وقت میں پہنچو واہ سبحان آپ کا زہد عبادت اس پر میری مشکل کو آسان کیجئے اے بندے خدا۔

اندر تیرا شیشہ روشن سبھ جگ تائیں ویکھے
حل کرو ایہ مشکل میری جیئوں جانوں ہر لیکھے

آپ کے دل میں ایک ایسا آئینہ ہے جو تمام جہان کو دیکھ رہا ہے میں آپ کی خدمت کرتا ہوں میری یہ مشکل آسان کیجئے۔ہر حال میں میری مدد کیجئے جیسے بھی ہو اسے حل کریں۔

ہادی راہنما اسانوں کر اَج راہ نمائی
مشکل حل مُراداں حاصل کریئے شکر خدائی

اے ولی کامل آج ہماری راہبری کیجئے ہمیں راستہ دکھایئے ہماری مراد ہمیں حاصل ہو جائے ہم خدائے بزرگ و برتر کا

تروٹھا۔متاثر ہوا۔لیکھے: حساب۔اڑیا: جھکا۔عاجزی کی۔

کے لیے برانوازا۔

سینکڑیاں تھیں دو چُن کڈھے ماہر دھنی قلم دے
خوشخط بہت صحیح شتابی اُستا کار رقم دے

سینکڑوں میں سے صرف دو چن لیے جو اس کام کے ماہر تھے جو درست خوشخط اور جلدی لکھنے میں بڑے استاد تھے جو یہ کام بخوبی کر سکتے تھے۔

دے دولت وڈیائی خِلعت ایہ صلاح پکائے
جاں رمضان مبارک اندر شاہ کتاب سنائے
تساں دوہاں چُھپ بہناں چوری خاطر ایسے گل دی
قصہ سیف ملوکے والا لکھ لینا کر جلدی

انہیں دولت دے کر ان کی بڑی تعریف اور بڑی عزت افزائی کی اور یہ مشورہ دیا کہ جب رمضان مبارک کے اندر شاہ جب کتاب سنائے۔ اس بات کو حاصل کرنے کی خاطر آپ دونوں نے چوری چھپ کر بیٹھنا ہے اور یہ سیف الملوک کی کہانی تیزی سے لکھنی ہے اور درست تحریر کرنی ہے۔

قانوں گو تسلی دیندے کانی پکڑ بہاں گے
توڑے جلد پڑھے کوئی کیسا لکھ صحیح لہاں گے

کاتبوں نے تسلی دی کہ قلم پکڑ کر بیٹھیں گے تو خواہ کوئی کتنی بھی روانی سے پڑھے ہم بالکل درست لکھ لیں گے۔ بہت تیزی سے لکھیں گے۔

جاں رمضان مبارک آیا حسن کیتا شکرانہ
قانوں گو کیتے مُڑ تکڑے دے کاغذ سمیانہ

جب رمضان المبارک شروع ہوا تو حسن نے شکریہ ادا کیا کاتب پھر ہوشیار ہو گئے ان کو لکھنے کا تمام سامان مہیا کر دیا وہ انتظار میں تھے۔

زُبدۃ الجواب کھُلائی ہویا حکم شہانہ
ہِک حسن میمندی سدیا دو تن ہور دیواناں

جب بادشاہ کا حکم ہوا تو زبدۃ الجواب کھلوائی گئی انہوں نے ایک حسن میمندی کو بلایا اور دو تین سرکردہ لوگ تھے جو کتاب سن سکتے تھے۔

قانوں گو حسن نے چوری پڑ دے وِچ بہائے
آپ حضور شہانے بیٹھا وقت مبارک آئے

حسن میمندی نے لکھاریوں کے لیے چھپ بیٹھنے کا بندوبست کر دیا اور پردے میں بٹھا دیئے اور خود بادشاہ کی مجلس میں بیٹھ گیا جب کتاب پڑھنے کا وقت آیا۔

جاں سلطان دِمشق شہر دا پڑھن لگا ایہ قصہ
سُن سُن کنبے رُکھ چمن دے لے حالت دا حصہ
ثابت ہوش رہے وِچ پڑدے قانوں گو قرارے
اوّل آخر تیک قصے دے حرف صحیح اُتارے

جب دمشق شہر کا بادشاہ یہ قصہ پڑھنے لگا تو سن کر باغ کے درخت بھی کانپنے لگے لرزنے لگے جیسے ان پر وجد طاری ہو گیا ہو۔ کاتب پردے میں ہوش برقرار رکھے ہوشیاری سے بیٹھے رہے اول سے آخر تک قصے کے تمام حروف درست تحریر کر لیے پوری کہانی رقم کر لی گئی۔

کانی: قلم۔ رقم: تحریر۔ دھنی۔ ماہر۔ استا کار۔ استاد۔

جاں قصہ لکھوا حسن نے قابو کیتا چوری
رُخصت لین گیا درباروں فوج وطن نوں ٹوری
اُٹھ حسن نوں رُخصت کیتا شاہ دمشق شہر دے
خلعت تحفے ہدیے دِتے جے کجھ آہے سر دے

جب حسن نے چوری چھپے تمام قصہ لکھوالیا تو دمشق کے شاہ سے رخصت کی اجازت چاہی اور فوجی سپاہیوں کو وطن کی طرف روانہ کر دیا۔
دمشق شہر کے بادشاہ نے خود اٹھ کر حسن میمندی کو رخصت کیا اور جو ہو سکے تحفے نذرانے دیئے اور اسے عزت بخشی اور الوداع کیا۔

قصہ گھن وطن نوں ٹُریا نال خوشی خوش حالی
مُہلت اَجے نہ مُکّی آہی آن دِتّی اس ڈالی!

قصہ لے کر اپنے ملک کی طرف بڑی خوشی روانہ ہوا جو مہلت حاصل کی گئی تھی وہ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی جب اس نے آ کر وہ تحفہ دیا تو کچھ وقت باقی تھا۔

بہت انعام دِتے سلطانے خلعت ملک جاگیراں
اوہ حسن میمندی کیتا افسر وِچ وزیراں!

بادشاہ نے اسے بڑی عزت واحترام اور جاگیریں عنایت کیں اور حسن میمندی کو تمام وزراء کا سرکردہ بنا دیا اور اس کی ہمت اور کوشش کی داد دی۔

ایس قصے دے پِچھے ہویا رتبہ اس دا عالی
جے کوئی رنج مصیبت جھاگے کدے تکے خوشحالی

اسی قصہ کی تلاش پر اس کا مرتبہ بڑھ گیا اس کا رتبہ بلند کر دیا گیا اگر کوئی دکھ مشکلات برداشت کرتا ہے تو کبھی اسے خوشحالی بھی ضرور نصیب ہوتی ہے۔

مقولہ شاعر

مردا ہمت ہار نہ مُولے مت کوئی کہے نمردا
ہمت نال لگے جس لوڑے پائے باجھ نہ مردا

اے بندے خدا ہمت بالکل نہ ہارنا تاکہ تجھے کوئی ناکام بندہ نہ کہہ دے کوشش کرتے رہو ہمت سے تم جسے تلاش کرو گے اسے پائے بغیر انسان نہیں مرتا ہے اسے حاصل لیتا ہے۔

جاں جاں ساس نراس نہ ہوویں ساس ٹُٹے مُڑ آسا
ڈھونڈھ کرن تھیں ہٹیں ناہیں ہٹ گئیوں تاں ہاسا

جب تک سانس چل رہی ہیں اس وقت تک ناامید نہ ہونا تلاش جاری رکھنا جب سانس ختم ہوں تب امید ختم ہو۔ تلاش کرنے سے رکنا نہیں اگر تو نے تلاش چھوڑ دی تو تب تو دنیا کے لیے ایک ہنسی مذاق رہ جائے گا۔

جھل جھل بھار نہ ہاریں ہمت ہک دن پھرسی پاسا
بھکھا منگن چڑھے محمدؐ اوڑک بھردا کاسا

تکلیفیں برداشت کرتے کرتے حوصلہ نہ ترک نہ کر جانا ایک دن کامیابی ملے گی۔ بھوکا اگر مانگنے کے لیے نکلے تو آخر پیالہ بھر کر ہی لوٹتا ہے۔

ڈالی: تحفہ۔ جھاگے: برداشت کرے۔ نراس: ناامید۔ بھار: بوجھ: وزن۔ ساس۔ سانس۔ زندگی۔

زیادتی اور انصاف کو تباہی اور چستی بیان کی گئی ہے۔

جوش خروش ندی دے بہتے ٹاپو سیر جنگل دے
رُھڑناں ترناں اُڈناں ڈُھیناں ذکر اتھے ہر گل دے

ندیوں کے جوش وخروش زیادہ اور جنگل ویرانے جزیرے اور ان کی سیر رہڑنا تیرنا اڑنا گرنا ہر بات کا بیان ذکر کیا گیا ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں بیان نہ کی گئی ہو۔

عاجزاں بیکساں گھنیاں حالت دیس بدیسوں!
دیسوں دیس عجائب اس وِچ کیا بھورے کیا کھیسوں

عاجزی مجبوری غربت کے بارے میں اپنا وطن غیر ملکوں کے انوکھے واقعے سے اس میں خواہ بھورا ہے یا کھیس ہے ہر بات تحریر کی گئی ہے۔

کوہ قافاں دے پتے نشانی غاراں شہرِ اُجاڑاں
کلر شور بغیچے نالے میوے تے پھلواڑاں

کوہ قافوں کے پتے نشانیاں غاریں خندقیں شہر اور ویرانے کلر اٹھی زمین بارے باغ بوستان پھلوں اور میوہ جات کے بارے میں بری جانکاری موجود ہے۔

سیر شکاراں اتے بند قیداں نالے صلح لڑائی
سوگ ویاہ محمد بخشا ہر گل اس وِچ آئی

سیر وتفریح شکاری اور شکار کے متعلق قید وبند کی صعوبتیں امن صلح اور جنگ وجدل شادی ماتم اے محمد بخش اس میں ہر بات لکھی گئی ہے۔

رستم دستی حال شکستی دہشت بہاج دلیری
خوف اُمید محمد بخشا اس وِچ گھنی گھنیری

رستم جیسی طاقت ویرانہ حالی خوف پس قدمی اور دلیری ہوا اے محمد بخش ڈر اور امید اس میں بہت زیادہ شامل ہو۔تمام صنف پائی جائیں۔

بات مجازی رمز حقانی ون وناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چھپی وِچ لاٹھی!

بات دنیاوی لیکن رمز حقیقی ہے جیسے طرح طرح کی لکڑی یہ عشق ومجبت کے سفر کی ایسی کتاب بنائی ہے جیسے لاٹھی میں تلوار چھپی ہو۔

جنہاں طلب قصے دی ہوسی سُن قصہ خوش ہوسن
جنہاں جاگ عشق دی سینے جاگ سویرے روسن

جنہیں اس قصے سے رغبت ہوگی دلچپسی ہوگی وہ اسے پڑھ کر خوش ہوں گے جن کے سینے میں عشق سمایا ہوا ہے وہ صبح سویرے جاگ کر رویا کریں گے۔

شاعر دی آزمائش آہی ایس قصے وِچ بھائی
ہر رنگوں خوش سخن سناوے تاں اس دی دانائی

اس قصے کی تحریر میں شاعر کا امتحان تھا اے بھائی شاعر کی آزمائش تھی کہ وہ ہر گن میں اچھا کلام لکھے تب اس کی عقل ودانش مانی جائے گی۔

خوشیاں اندر اوہو جیہا واہ درداں دِل دھایا
صفت کو صفت اندر فرماوے سخنوں سخن سوایا

خوشی کی حالت میں ویسا ہی سماں باندھے اور غمی میں ویسی ہی کیفیت ہو تعریف اور نندیا میں بات سے بات سوائی ہو ایک

کوہ قاف۔ایشیائے کوچک کے شمال میں ایک پہاڑ ہے۔جس کا نام کاکیشیا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ اس پر پریاں رہتی ہیں۔

سے ایک اچھا سخن ہو۔

جنگ لڑائیاں کانگاں اندر گج کڑک کے آوے
سفر وطن تے ماتم سوگوں پُورے سخن سناوے

جنگ وجدول سیلابوں میں گرج کڑک کی آواز جیسے آتی ہے کلام میں بھی ایسی کیفیت پیدا کی جائے سفر اور وطن ماتم اور غمی میں جیسے کلام میں موقع کی مناسبت سے کلام میں وہ رنگ بھرا جائے جیسا وقت ہو۔

ہر ہر فن ہُنر وِچ ہووے ماہر تے یک فنی!
لطف خدائی نال عطائی تاں اوہ ہوندا سنی

ہر ایک خوبی میں فنکار ایک جیسا ماہر ہو قدرتی مزہ ہو اور شوق بھی تب جا کر اس شاعر کے کلام کو داد ملتی ہے۔

لَفظاں ورتن وان لیاوے معنی وِچ عجائب
لیکن ایسے مَلوں نہ ہوون ہر ہر نظروں غائب

الفاظ کے خزانے کو تقسیم کرنا جانتا ہو جن کے انوکھے معنی ہوں لیکن کسی قیمت پر بھی ہر نظر سے غائب نہ ہوں جو بھی پڑھے اس پر بات عیاں ہو جائے بیان سمجھ میں آ جائے۔

قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کجھ ہوون
بن پیڑاں تاثیراں ناہیں بے پیڑے کد روون

اور قصے میں کسی کے کچھ اپنے بھی درد ہو، تو بن درد اثر نہیں ہوتا بے درد کب روتے ہیں رونا درمندی ہی ہے لیکن ایسی تحریر ہو کہ جس میں درد سوز پیدا کیا جائے۔

درد لگے تاں ہائے نکلے کوئی کوئی رہندا جر کے
دلبر اپنے دی گل کیجے اوراں نوں مُنہ دھر کے

جب درد ہو تو منہ سے آہ نکلتی ہے اور کوئی کوئی برداشت کر سکتا ہے بات اپنے ہی محبوب کی کرتے ہیں لیکن ذکر اوروں کا کرتے ہیں دل میں اپنے زبان پر غیروں کا ذکر ہو گا۔

جس وِچ گُجھی رمز نہ ہووے درد منداں دے حالوں
بہتر چُپ محمد بخشا سخن اجیہے نالوں

درد مندوں کے حال کی جس میں پوشیدہ رمز نہ ہو اے محمد بخش ایسا کلام کرنے سے چپ رہنا ہی بہتر ہے بے ڈھنگ رونے سے چپ بہتر ہے۔

جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اُوہدے بھی رُکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دُھوں نہ دُھکھے

جو شاعر بے درد ہو اس کا کلام بھی روکھا ہی ہوتا ہے اس میں درد سوز نہیں ہوتا ہے بے دردے سے درست شعر نہیں ہو سکتا ہے جس طرح آگ کے بغیر دھواں نہیں دہکتا ہے۔

ویکھو ویکھی شعر بناون شعروں خبر نہ پاون
ایس طرح تے صفتاں سِٹھاں بہتے ڈُوم بناون

دیکھا دیکھی شعر لکھتے ہیں لیکن شعر لکھنے کی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے اس طرح کی صفتیں اور سیٹھنیاں ڈوم اور میراثی کہتے ہیں اس طرح کے کلام وہی جوڑتے ہیں۔

ردّی ردیفوں نام نہ جانن قافیوں بُدھ نہ کائی
وزن برابر ٹُٹدا جُڑدا صنعت رسم نہ بھائی!

ردیف اور قافیہ کے بعد آنے والے الفاظ نہیں جانتے اس بارے انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا اور قافیہ لگانے کی بھی عقل نہیں ہوتی وزن کہیں کم اور

ڈوم میراثی۔ بدھ: عقل ہوش۔ دانائی۔

درمدح استادو والتماس پیش ایشاں کہ قصہ رااصلاح دہند

حافظ عالم فاضل صوفی سالک راہ ہدایت
دائم مست محبت اندر عارف اہل ولایت

حافظ قرآنی جید عالم صوفی اور باشریعت فقراء راہ ہدایت پر چلنے والے ہمیشہ محبت میں مخمور عارف لوگ اہل ولایت ۔اللہ کے برگزیدہ بندے۔

خاص غلام امام وڈے دے صاحب میرے سر دے
ہے اوہ خاک اساڈا سُرمہ جس رستے پر پھردے

امام بڑے کے خاص خدمت گار میرے سر کے صاحب ہیں وہ خاک وہ دھوڑ ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے جس راستے پر چلتے ہیں وہاں سے اڑنے والی مٹی ہمارے لیے سرمہ ہے۔

مَیں شاگرد نکارے اُتے نظر مہر دی تکن
اس نسخے دی کرن مطالع دیہن اصلاح نہ اکّن

میں نکمے شاگرد کو وہ مہر کی نظر سے دیکھتے ہیں اس نسخے کا وہ مطالعہ کر کے مجھے صلاح دیتے رہتے ہیں میری اصلاح کرتے ہیں اور اکتاتے بھی نہیں ہیں۔

سچے مرد نگاہ کرم دی نام اللہ دے پاہو
اوگن ہارے دے لکھ اوگن پلا دے چُھپا ہو

اے مرد کامل خدا کے لیے مجھ پر نظر کرم کرو گنہگار کے لاکھوں گناہ پردہ ڈال کر ڈھانپ لیجئے میرے عیبوں کی پردہ پوشی کیجئے۔

جیہے بھانڈے تیہے آوازے کِیا نیویں کیا اُچے
مَیں ہاں نال پلیتی بھریا سخن ہوون کد سچے

جیسے برتن ویسے ہی آوازیں کیا پلید اور کیا پاک یعنی کیا بدتر اور برتر میں ناپاکی سے لتھڑا ہوا ہوں میری باتیں کب سچی یعنی صاف پاک ہوں گی۔(میاں صاحب یہاں اپنی نفی کرتے لکھتے ہیں)

سخن میرے چا پاک بناؤ ہے توفیق آزاداں
چُوہڑے دا پت مومن ہوندا جاں مِلدا اُستاداں
شعر میرے پر کرو نگاہاں پارس نظر تِنہاں دی
توڑے پتھر سخن بندے دے کریو سونا چاندی

میرے کلام کو پاک کر دیں کامل اتنی طاقت رکھتے ہیں جو غیر مسلم تب ایمان لاتا ہے جب ایمان والوں سے ملتا ہے۔
میرے اشعار پر غور کرو وہ لوگ جو پتھر کو سونا بنانے والی نگاہ رکھتے ہیں جو اہل نظر صاحبان ہیں بیشک میرے اشعار پتھر جیسے ہیں لیکن انہیں سونا اور چاندی بنادیں۔

اُوہ خطائی میری بھائی جو جو بات اَولی!
جو سبھ گل سچا نویں لکھی پیر سچے دی گھلی

اور جو کوئی خطا ہوتی ہے بھول ہوئی ہے اور جو نہ مناسب بات ہے وہ سب میری ہیں۔اور جو تمام سخن سچے مرشد کامل کے بھیجے

سالک۔یا شرع فقیر۔تنہاں: ان کی۔پلیدی: ناپاکی۔

پشاور سے سستے ملتے ہیں جبکہ اس قیمت میں اور کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

کرے سوال فقیر محمدؒ پڑھنے والے تائیں
رونق کھڑیں نہ شعر میرے دی نال ادا سُنائیں

محمد بخشؒ درویش پڑھنے والے سے پوچھتا ہے عرض کرتا ہے میرے شعر کی لذت خراب نہ کرنا اسے خاص ادا سے پڑھنا۔

باہجھ ادا آواز رسیلے لگدا شعر الوناں!
ددھ اندر جے کھنڈ رلائیے مٹھا ہوندا دوناں

سریلی آواز کے بغیر شعر ایسا لگتا ہے جیسے کسی پکوان میں نمک نہ ڈالا گیا ہو دودھ میں چینی ملائی جائے تو زیادہ مزیدار ہو جاتا ہے۔

سٹ لپیٹا کرکے پڑھیاں لذت کجھ نہ رہندی
جس دے بیٹے نوں کوئی مارے کد اس دی جند سہندی

خاص توجو کے بغیر پڑھنے سے کوئی کلام کا مزہ نہیں رہتا کیونکہ جس کے فرزند کو کوئی مارتا ہے وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے اسے گلا تو لازمی بات ہے ضرور آئے گا۔

جیوں کر بیٹے تساں پیارے تیویں بیت اسانوں
بیٹے نوں کوئی انگل لائے لگدے بیت تسانوں

جیسے اپ لوگوں کو اپنے بیٹے پیارے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے شعروں سے محبت ہے یہ ہمارے بیٹے ہیں بیٹے کو اگر کوئی انگلی بھی لگائے ایسے ہے جیسے ہمیں کوئی کوڑے مار رہا ہے۔

دشمن وانگ دِسے اوہ سانوں جے کوئی بیت تروڑے
بیٹے نازک لال سُندر دے اینویں کن مروڑے

وہ ہمیں دشمن کی طرح دکھائی دیتا ہے اگر کوئی ہمارے شعر بے ربط پڑھتا ہے بیٹے حسین لعل کے جیسے کان کھینچ رہا ہے جیسے اس کے کوئی کان مروڑ رہا ہے۔

ربا دئیں پناہ اُنہاں تھیں جو اَیسے کم کردے
سیم نخچ دا ستم بناون عم دانے غم کردے

اے رب جلیل ایسے لوگوں سے دور اپنی پناہ میں رکھنا جو ایسے کام کرتے ہیں سچی چاندی کا ظلم اور چچا کا غم دکھ بنا دیتے ہیں تلفظ غلط پڑھ کر معنی بدل دیتے ہیں۔

شکر الحمد خداوند تائیں باہر حد شماروں!
ایہ فرمائش پوری ہوئی ویلھ لدھی سر بھاروں

میں رب تعالیٰ کا بے حد شکر زار ہوں کہ فرمائش پوری ہوگئی ہے سر سے بوجھ اتر گیا ہے اور فراغت نصیب ہوئی ہے اللہ پاک نے کام مکمل کروا دیا ہے۔

گادی والے دے نام اُتے نسخہ ایہ بنایا
صلہ سخن دا پایا لوڑاں ہر کوئی دیندا آیا

جناب حضرت گادی والے کے نام پر یہ نسخہ بنایا ہے اپنے کلام کا معاوضہ ہر ایک لیتا آیا ہے میں بھی اس کا صلہ چاہتا ہوں اس کا حقدار ہوں۔

ویلھ: فراغت، فرست۔ لدھی: ملی۔

کلمہ چندر در بیان اوصاف عشق و عاشق و حلاوت اہلِ سوز وگداز، محرم راز

سدا سکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا
مرہم پھٹ اُونہاندے بھانے ہکو جیہا سکھایا

اے بھائی ہمیشہ وہی سکھی رہتے ہیں جن میں عشق سما گیا ہے جن کے دل میں عشق ہے ان کے لیے زخم اور مرہم ایک ہی جیسے ہیں انہیں سکھ اور دکھ کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

تاج تخت سلطانی تج کے ٹھوٹھا پھڑن گدائی
رکھ اُمید سجن دے دردی کٹن جو بن آئی!

وہ تاج تخت حکومت کو ٹھکرا کر کاسہ گدائی پکڑنا بہتر سمجھتے ہیں جیسے (ابراہیم ادھم) ان کے دل میں صرف اپنے محبوب کو پانے کی امید ہوتی ہے جو سر آئے برداشت کرتے ہیں۔

دم دم پین شراب غماں دے دم نہ مارن مُولے
وَٹ جھلن وٹ پان نہ متھے واہ تنہاں دے رولے

وہ ہر پل غم برداشت کرتے ہیں اف تک نہیں کرتے ہیں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن ماتھے پر شکن نہیں آتی ہے ہر دکھ مالک کی رضا جان کر برداشت کر لیتے ہیں۔

مٹھا نشہ شراباں والا پَر وِچ تروٹک پھکّی!
بلبل نوں خوش صحبت گل دی بُری کنڈے دی دِکّی

ہر تکلیف برداشت کر لیتے ہین لیکن محبوب سے دوری ان کے لیے سب سے مشکل ہوتی ہے بلبل پھول کے ساتھ خوش ہوتی ہے لیکن سب سے مشکل کانٹے برداشت کرنا ہے۔

کر کر یاد سجن نوں کھاندے بُھن بُھن جگر نوالے
شربت وانگ پیا وے ہتھوں پیون زہر پیالے

اپنے محبوب کی جدائی میں اسے یاد کرتے ہوئے جگر کا خون جلا دیتے ہیں خون کے گھونٹ پیتے ہیں اگر محبوب زہر بھی پلائے تو شربت جان کر پی جاتے ہیں انکار نہیں کرتے۔

فیر خلاصی منگدے ناہیں جو قیدی دلبر دے
پھاہی تھیں گل کڈھ دے ناہیں ہوئے شکار اس گھر دے

جو ایک دفعہ محبوب کے عشق میں گرفتار ہو جاتے ہیں وہ رہائی نہیں مانگتے قید ہی پسند کرتے ہیں پھر پھندے سے اپنا گلا نہیں نکالتے ایک بار اس کا شکار بن کر آزادی نہیں چاہتے۔

جھلن بھار ملامت والے عشقے دے متوارے
بُھکھا اُوٹھ ہووے مستانہ بھار اُٹھا وے بھارے

عشق کے نشے میں مست ہر دکھ برداشت کر لیتے ہیں جیسے بھوکا اونٹ مست ہو کر زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے اسی طرح عاشق بھی ہر مشکل برداشت کرتا ہے۔

تج کے: چھوڑ کر ٹھوٹھا۔ کاسہ۔ پیالہ گدائی۔

ہے سب سے معمولی ہوتا ہے۔

جے لکھ جانی صدقے ہوون جھل کے تیغ پرم دی
کُجھ پرواہ نہیں دریاوے ہک قطرے شبنم دی

اگر عشق کی تلوار سے لاکھوں جانیں بھی قربان ہو جائیں اس دریا کو کوئی پرواہ نہیں اس ایک شبنم کے قطرے کی یہ سب ایک قطرہ کے برابر ہوتا ہے۔

جے لکھ سیس رُلن وِچ خاکے کرکے عشق پیارا
جیوں سورج دے نُوروں چُھپیا ذرہ ہک نکارا!

اگر عشق کے پیارے لاکھوں سر خاک میں رُل جائیں تو ایسے ہی ہے جیسے سورج کے نور سے ایک بیچارہ ذرہ چھپ گیا ہے ڈرتا او جھل ہو گیا ہے۔

ست اسمان جھڑن تاں جاپے پت درختوں جھڑیا
چوداں طبق ڈُبن تاں جیویں ککھ باروں ہک کھڑیا

اگر تمام آسمان بھی گر پڑیں تو ایسے ہی ہے جیسے درخت سے ایک پتا گرا ہو اگر چودہ طبق بھی غرق ہو جائیں تو ایسے ہے جس طرح جنگل سے ایک تنکا لے گیا ہے۔

دوئے جہان محمد بخشا جے سبھ ہون نبودے
گھٹ ہویا ہک ریتوں دانہ وِچ تھلاں دے تودے

اے محمد بخش اگر دونوں جہاں کے نام ونشان مٹ جائیں تو ایسے ہی جیسے ریگستان کے ایک ٹیلے سے ریت کا ایک ذرہ کم ہو گیا ہے۔

آدم جن ہوون قربانی کنی ہکو بارانی
جیو جامے جل جاون سارے کُھتھا وال جیوانی

آدم اور جنات قربان ہو جائیں تو ایک بارش کے قطرے کے برابر ہیں مخلوق اور لباس تمام جل جائیں تو ایسے ہی جیسے حیوان کے جسم سے بال کھینچ لیا ہو یعنی حیوانی جسم سے ایک بال کم ہو گیا ہو۔ اسی کے برابر ہے۔

جے سبھ عالم فانی ہوون اوتھے کُجھ نہ خطرہ!
کیہہ ہویا کیہہ گھاٹا واہدا گیا سمندروں قطرہ
کتھے آدم، کتھے پریاں، کتھے حُور فرشتے
کتھے شاہ امیر سوداگر کتھے ہور سرشتے!

اگر تمام جہان فنا ہو جائے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے کیا کمی زیادتی ہوئی بس سمندر سے ایک قطرہ گیا۔
کہاں انسان کہاں پریاں ایک اور کہاں حوریں اور فرشتے کہاں بادشاہ امیر اور سوداگر اور کہاں وہ فکر وخیال کہاں ہیں وہ اس زمین پر بسنے والے۔

کتھے نی اوہ بدن نورانی کتھے جانی پاکاں
ہے کیہہ تھاں محمد بخشا واو پانی اگ خاکاں

کہاں ہیں وہ نوری بدن مبارک کہاں ہیں وہ پاک روحیں اے محمد بخش انسان جنات ہوائی اور آبی کا کیا مقام ہے۔ پاک لوگوں کے مقابلے میں انکا کیا مقام۔

جو ہویاں جو ہوسن اگوں کیا نیکی کیا بدیاں
بے پرواہی دے وِچ نیرے کد قطرے تھیں ودھیاں

جو نیکیاں اور برائیاں ہوئی ہیں وہ ہوئی ہوں گی بے نیاز کے بہر میں وہ کب قطرے سے زیادہ بڑھی ہیں اس کے سامنے کسی

پرم: عشق محبت۔ پیار۔ کنی: قطرہ۔ بُوند۔

حیرت سرگردانی تائیں کیکر اَگے کھڑیئے
شہر اَتے دروازے چُھپدے کِتھوں نکل وڑیئے

اس حیرانی کے پھیر (چکر) کو کیوں ساتھ لے کر جائیں دروازے چھپ جاتے ہیں کہاں سے داخل ہوں اور کہیں سے باہر نکلیں۔

جاں کوئی مرد اس جائی پَوہتا گُلئیوں شکر ہوئے گا
کفرے وچوں ایمان کہندے ایمان کفر ہوئے گا

جب کوئی انسان اس مقام پر پہنچتا ہے وہ پوری سے شکر بن جاتا ہے خوش خلق بن جاتا ہے اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کفر میں ہوں یا ایمان میں ہوں۔

منزل فقیر

وادی فقر فنادے اندر اگلی منزل آئی!
فقر فنا اندر چُپ بہتر گل نہ جاندی بائی
فرموشی دی منزل ہوئے گنگے ڈورے جھلّے
جاں اِک سورج روشن چڑھیا سبھ تارے چُھپ چلّے

وادی فقر فنا کے بیچ ایک آگے ایسا مقام آتا ہے فقر فنا میں زبان بند رکھنا ہی بہتر ہے کوئی بات نہیں کی جاسکتی ہے چپ ہی بہتر ہے۔
جہالت کا زمانہ ختم ہوگیا گونگے بہرے اور پگلے ہوئے جب ایک سراج منور روشن ہواتو تمام تارے غروب ہوگئے باطل کا اندھیرا اچھٹ گیا۔

کانگ چڑھے دریا فقر دے جُنبش اندر آوے
پتھر نقش بریتی بیلا بوٹی ریت چھپاوے

فقر کے بحر میں طوفان آتا ہے اور یہ حرکت میں آجاتا ہے پتھروں کے نشان خشکی جنگل جڑی بوٹیاں تمام چھپادیتا ہے تمام گم کردیتا ہے۔

دوئے جہان محمد بخشا موج اس اِک دریاؤں
جے کوئی ایہ گِل منّے ناہیں کسر اوہنوں سوداؤں

اے محمد بخش دونوں جہاں اس دریا کی ایک ہی لہرہے ہیں۔اگر کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرتا تو جان لیجئے پاگل پن کا مرض لاحق ہے۔

اس ندی وِچ چبھی مارے جے کوئی ہمت کر کے
سدا سُکھالا رہسی بھائی کیہہ کم باہر تر کے

اس ندی میں اگر کوئی ہمت کرکے غوطہ لگاتا ہے ہمیشہ سکھی رہے گا اے بھائی اس سے باہر آنا کسی کام کا نہیں ہے اس میں ڈوبنا ہی بہتر ہے۔

ایس ندی دی چبھی اندر چت ہمیش سُکھالا!
گُم ہوون بن ہور نہ بھاوے واندے پین کُشالا!

ایسی ندی میں غوطہ لگانے سے دل ہمیشہ خوش رہتا ہے اس میں گم ہونے کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے کنارے بیٹھنا بہتر نہیں ہے۔

حکمے نال اس چبھی وچوں جاں سر باہر آنے
تاں اوہ کاریگریاں ویکھے تک تک بھیت پچھانے

کسی کے حکم سے جب اس غوطے سے سر باہر نکالے تب ہی وہ ہنر دیکھے گا اور انہیں دیکھ دیکھ کر ان رازوں کو پہچانے گا۔

اس چبھی وِچ غیر نہ مٹ دا جاوے اِک ہکلا!
جتھے اپناں آپ نہ میوے ہور کھڑے تاں جھلا

اس غوطے میں دوسرا شامل نہیں ہوسکتا صرف اکیلا ہی غوط لگائے جہاں اس کا اپنا آپ نہیں سما سکتا اگر دوسرے کو لے

واندے: ظاہر، فارغ۔ بائی: کی جاسکتی ہے۔

اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا!
اس منزل وِچ کد محمدؒ پیر پوے گا تیرا؟

اے محمد بخش اپنی موت اور زندگی میں جب تک تیرا قیام ہے اس میں کب تو داخل ہوگا کب تجھے یہ منزل نصیب ہوگی کب تو اس راز کو پالے گا۔

اپنا آپ محمدؒ بخشا تیرا مصر شہر ہے
مشکل پندھ سجن دے لوڑے رستہ بر بحر ہے
جاں ایہ مصر پیارا تینوں کوڑا زہر ہوئے گا
تاہیئں ول سفروں جائیں پنیڈا لہر ہوئے گا

اے محمد بخش تیرا اپنا آپ مصر شہر ہے محبوب کی تلاش کا سفر اس کا راستہ خشکی اور تری کا راستہ ہے وہ راستہ بڑا کٹھن راستہ ہے۔ جب یہ اپنا مصر شہر یعنی تجھے اپنا آپ زہر لگے جب تجھے اپنے آپ سے نفرت ہوگی تب ہی تو سفر کی طرف مائل ہوگا۔ اور پھر سفر ایک لہر کی طرح جیسے اٹھا کر کنارے لگا دے گا۔

دِھیاں پُتر بھیناں بھائی وچھڑ سنگوں ساتھوں
بیڑی روڑھ اساباں والی عشق ندی دے ٹھاٹھوں

بیٹیاں بیٹے بہنیں بھائی اور تمام سنگ ساتھ دوستوں سے علیحدگی اختیار کر کے تمام ذرائع کو بھول کر اپنی کشتی کو ندی کے طوفان کے حوالے کر دے گا پھر آگے وہ محبوب خود ہی نظر ہوگا۔

رستہ دُور نہ اوڑک جس دا گھنے قضیے دسدے
پر جو نال یقینے ٹُر دے وِنج سجن سنگ وسدے

اتنا طویل راستہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور بہت زیادہ دکھ اور تکالیف لیکن جو اچھے نصیب ساتھ لے کر چلتے ہیں وہ آخر اپنے محبوب کو پالیتے ہیں اس تک پہنچ جاتے ہیں اسے جا ملتے ہیں۔

توڑے کجھ نہ معلم اس دا تھاں ٹکاناں پاسا!
چھڈ دُنیا پو لہر فقیر دی رکھ ملن دی آسا!
یار ملے بن مر سو ناہیں بیس تساں جے ہولے
اوہ تیرا توں اس دا ہوسیں وتھ نہ رہسی مُولے

بیشک اس کا مقام جگہ معلوم نہیں ہے کہ کس جانب ہے دنیا چھوڑ کر فقر کا طریقہ اختیار کر اور ملنے کی امید رکھو۔ اگر بے شک تمہیں اپنی جان کا خطرہ بھی ملے سر جانے کا خوف بھی ہے لیکن اپنے مالک کو پائے بغیر تمہیں موت نہیں آئے گی تو اس کا اور وہ تیرا ہوگا ہرگز ذرا بھی فرق نہیں رہے گا۔

محبوباں دی بے پرواہی سن کے ہٹ نہ رہو کھاں
ہمت آس قراری کر کے وِنج اُو سے در ڈھوکھاں

محبوب کی بے نیازی سن کر ناامید ہو کر تھک کر کوشش کرنا نہ چھوڑ دو ہمت اور یقین محکم رکھو اور اسی دروازے پر جا گرو یعنی اس کا دروازہ نہ چھوڑو۔

صبر توکل عاصم والی ہمت سیف ملوکے
کریں قبول نہ ہٹیں توڑے سبھ کوئی ٹھاکے ٹوکے

صبر اور تقویٰ عاصم شاہ جیسا رکھو اور دلیری سیف الملوک جیسی کرو۔ اپنی کوشش جاری رکھنا خواہ تمہیں تمام ہی منع کریں باز رہنے کے لیے کہیں۔

وتھ: دوری۔ جدائی۔ ہٹناں: تھک ہار جانا۔ ٹھاکے: روکے منع کرے۔

غور کرو میری باتوں پر بہت غور کرو۔

جس دن دا میں ہویا سیاناں پیر تخت تے دھریا
عزت دولت نال ہمیشہ رہیوس ہریا بھریا

جس دن سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور میں تخت نشین ہوا ہوں عزت دولت سے ہمیشہ خوشحال رہا ہوں میں نے کوئی پریشانی فکر اندیشہ نہیں دیکھا ہے ہمیشہ خوش رہا ہوں۔

کیتا کرم الٰہی میں تے بُہتے تخت سنبھالے
چالی شہزادے نت میری خدمت کرن سُکھالے

مجھ پر میرے رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں نے بہت سے تخت سنبھالے ہیں چالیس شہزادے ہمیشہ میرے سکھ اور سکون کے لیے میری خدمت کرتے ہیں۔

آسے آسے گئی جوانی فکر پیاہن ایہا
کالیاں رنگ وٹایا گورا آیا موت سُنیہا

امیدوں کے سہارے جوانی گزر گئی ہے اور اب ہی ایک فکر لاحق ہے کالے بال اب سفید ہو گئے ہیں بڑھاپا آ گیا ہے اور موت کا پیغام آیا ہے۔

ناہیں میں گھر بیٹا صالح دین دنی دا گہناں
ایہو داغ لگا وِچ سینے سدا نہیں میں رہناں

میرے گھر ایسا کوئی نیک بیٹا نہیں ہے جو دین اور دنیا کا سنگار ہو میرے کو بس یہی ایک غم کھائے جا رہا ہے کہ میں تو ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہوں گا دنیا فانی ہے۔

ایس اندیشے تختوں لاہیا راج ولوں چت چایا
عاصم شاہ وزیراں اَگے ڈیدن کھول سنایا

اسی فکر نے میرے دل سے تخت و تاج اور حکومت کا شوق ختم کر دیا ہے بادشاہ عاصم نے اپنے وزیروں کو اپنے دل کا دکھ بیماری بتا دی۔

شاہ اَگے پھر عرض وزیراں کیتی ہو درماندے
دس اسانوں ہے کیہہ چارا جیہڑا وس اساندے

شاہ کی خدمت میں وزیروں نے نہایت عاجزی سے گزارش کی عرض کی ہمارے لیے فرمائیے جو ہمارے بس میں ہو ہم آپ کے لیے چارہ کر سکتے ہیں۔

شاہ کہیا بن صبروں ایتھے ہور نہیں کوئی چارہ
لیکن تسیں وزیر وڈیرے کر ویکھو ایہ کارا

شاہ فرمایا اب صبر کے بغیر بنا کوئی چارہ نہیں ہے لیکن تم لوگ وزیر اور سرکردہ لوگ اپنی کوشش کر کے دیکھ لو اس کے گھر میں کوئی کمی نہیں ہے۔

جو علماء حکیم سیانے رملی ہور نجومی
کر اکٹھے پچھو ہووے کسے متے معلومی

جو علماء طبیب دانش مند لوگ رمل کا علم جاننے والے اور ستاروں کے علم شناس لوگ انہیں بلا کر دریافت کرو ہو سکتا اس بارے میں کسی کو شاید معلوم ہو۔

ڈیدن: دکھ مرض، بیماری۔ نجومی ستاروں کا علم جاننے والا۔

جے میرے گھر دینا ہووے بیٹا آپ الٰہی
تاں میں شکر گزار سنبھالاں تخت ولایت شاہی

اگر میرے گھر میں میرے مالک نے بیٹا پیدا کرنا ہوا تو میں اس کا شکر ادا کر کے تاج حکومت اور تخت سنبھال لو اگر نہیں تو یہ میرے کس کام کی ہے۔

ناں ہووے تاں گوشے اندر ایویں چھپیا رہساں
شور پکارا مشکل بھارا غم وچ کیونکر سہساں

اگر میرے مقدر میں اولاد نہیں ہے تو مین اسی طرح تنہائی میں زندگی بسر کروں گا یہ شوروغل یہ مشکلات پریشانیاں اور غم میں کیسے برداشت کروں گا۔

ایہ جواب عاصم دا سن کے لگی چپ وزیراں

عاصم شاہ کا یہ جواب سن کر وزیروں پر خاموشی چھا گئی باہر آ کر تمام اکٹھے بیٹھ کر سوچ بچار کرنے لگے کہ بادشاہ کو کیا اصلاح دی جائے۔

شاہ بدخشاں دے دی بیٹی جے عاصم نوں لبھے
اوس وچوں رب بیٹا دیسی ہوون صفتاں سبھے

اگر شاہ بدخشان کی بیٹی عاصم شاہ کے عقد نکاح میں آ جائے شاہ سے بیاہی جائے تو اس کے بطن سے اللہ ایک بیٹا عطا کرے گا جو تمام خوبیوں کا مالک ہوگا۔

عالم فاضل عادل ہوسی مُلکاں وِچ اوجاگر
حلم حیاء ہدایت والا، سوہنا، سخی، بہادر

بڑا عالم فاضل اور انصاف پسند ہوگا اور اس کی مشہوری دوسرے ممالک تک ہوگی بڑا نرم دل حیا اور ہدایت والا بڑا خوبصورت اور بڑا افیاض ہوگا۔

لمّی عمر حیاتی والا رہسی نال اقبالاں
ایویں آیا نظر وزیرو سانوں اندر فالاں!

اللہ تعالیٰ اسے لمبی عمر عطا کرے گا اور بڑے شان و شوکت سے زندگی بسر کرے گا اے وزرائے بادشاہ ہمیں فال سے یہی نظر آیا ہے ہماری فال یہی بتاتی ہے۔

جاں ایہہ خبر گئی سُلطانے خوشی ہوئی اِس گل دی
گوشے تھیں اُٹھ آیا بیٹھا تختے اُتے جلدی!

جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس کو اس بات کی بڑی خوشی ہوئی۔ اس کے سارے پچھلے غم پریشانیاں دور ہو گئیں وہ علیحدگی چھوڑ کر فوراً اپنے تخت شاہی پر آ بیٹھا۔ روزمرہ کے کاروبار زندگی میں مشغول ہو گیا۔

شکر ہزار گزار وزیراں کیتی آن سلامی!
لکھ کروڑ دِتے سر صدقے لین انعام انعامی

وزرا نے خدا کا شکر کیا اور شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلامی دی کروڑوں صدقات دیئے اور حق داروں کو انعامات دیئے گئے۔

لا دربار بیٹھا شاہ عاصم وِچ امیر وزیراں
عالم رملی رُخصت کیتے دے دھرم ارتھ جگیراں

اپنے امیروں وزیروں کے ہمراہ عاصم شاہ دربار شاہی لگا کر بیٹھ گئے عالم اور رملی نقدی اور جاگیریں دے کر رخصت کئے۔

صالح ابن حمید وزیرے نال لائے سر کردے
چالی ہور وزیر سیانے صاحب عقل ہُنر دے

صالح ابن حمید وزیر نے اپنے ساتھ اور معتبر شخصیات کو لیا اور چالیس وزیر اور دانش مند عاقل خوبیوں والے لوگ ساتھ لائے۔

کئی حکیم افلاطوں جیہے کار روا جگ دیدے
سبھناں اُتے افسر کیتا صالح ابن حمیدے

کئی ایسے طبیب جو افلاطون کے پائے کے تھے اور کوئی جہاں دیدہ لوگ لئے اور سب کا سربراہ صالح ابن کو مقرر کیا گیا۔

ڈالی تحفے بہت عجائب کئی ہزار سوغاتاں
صالح دے حوالے کیتیاں گھلیاں کارن باتاں

کئی ہزار تحفے اور کئی انوکھے تحائف اور پھولوں کے گلدستے صالح وزیر کے حوالے کئے اور اپنے اصل مقصد کے لیے اسے روانہ کیا۔

کہیوس جیکر آیوں فتحیا ہور بہوں تُدھ بخشاں
صالح نال اقبال روانہ ہویا طرف بدخشاں

اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹا تو تجھے اور بہت کچھ عطا کروں گا۔ صالح کو بڑی شان سے بدخشاں کی طرف روانہ کیا گیا۔

بہوں۔ بُہت: زیادہ۔ ڈالی: تحفہ۔ نذرانہ۔ دھرم ارتھ: عقیدہ ایمان۔ مذہب ارادے کے مطابق۔

ہوئی خبر امیراں تائیں عشقے دے اقبالوں!
عاصم شاہ نوں واقف کیتا صالح دے احوالوں

جب امراء کو اس کے عشق کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس بارے عاصم شاہ کو آگاہ کر دیا کہ صالح کا اس کے عشق میں یہ حال ہے۔

چا بخشی سلطانے اس نوں اوہ معشوق پیاری
عقد کیتا خوش وسن لگے بھلی خفگی ساری

شاہ نے اسے اس کی وہ معشوقہ بخش دی اس سے اس کا کرا دیا اور وہ خوشی سے اپنی ازدواجی زندگی بسر کرنے لگا تمام فکر پریشانی دور ہو گئی۔

داستان تولد شدن شہزادہ سیف الملوک و باعث تسمیہ اش

شاہ وزیر دوہاں تے ہویا کرم سچاواں ذاتی
بیگم تے سہیلی اس دی حمل ہویا اِک راتی

بادشاہ اور وزیر پر ذات حق نے خصوصی کرم فرمایا ملکہ اور اس کی سہیلی کو ایک ہی رات حمل ٹھہرا۔ انہیں ماں بننے کی امید لگ گئی۔

نو مہینے نو دہاڑے نوں ساعت تیں پچھے
دوہاں نوں رب بیٹے دِتے آئے نی دن اچھے
شاہزادہ سی لعل چمکدا سورج شکل پیارا
نگ موتی صالح دا بیٹا چن جیہا چمکارا
دائی ویکھ ہوئی سودائی ہردے روپ اُتارے
چہرے تے چمکارے مارن اقبالاں دے تارے

نو مہینے نو روز اور نو گھنٹے کے بعد رب جلیل نے دونوں کو بیٹے عطا کئے دونوں کے دن بدل گئے۔ اور ان پر خوشیوں کا وقت زمانہ آ گیا۔
شہزادہ ایک چمکتا ہوا لعل سورج کی مانند اور صالح کا بیٹا بھی جیسے ایک نگ موتی جیسا چمک دار تھا بہت حسین تھا۔
دائی دیکھ کر کہ خدا نے اتنے خوبصورت بنائے ہیں خدا نے حسن والے پیدا کئے ہیں چہرے پر نیک بختی کے ستارے چمک رہے تھے۔

سورج ویکھ شہزادے صورت چُھپ بدلی دن کڈھدا
ویکھ وزیرے دے فرزندے چودھویں دا چن گھٹ دا

شہزادہ اتنا حسین کہ سورج بھی دیکھ کر شرما جائے اور وزیر کے بیٹے کو دیکھ کر بدر منیر گھٹنا شروع ہو جائے باری تعالیٰ نے نہایت حسین بنائے تھے۔

کھان بدخشاں دوہاں آہی جمیں لعل بدخشاں
حوراں نوں حیرانی آئی دیکھ اُنہاں دیاں نقشاں

دونوں کے نکاح میں بدخشان کی بیویاں تھیں اور ان بدخشاں کی (کان) سے بدخشاں کے لعل جواہر ہی پیدا ہوئے حوریں بھی ان کی شکل و صورت اور نقش کو دیکھ کر حیران ہو گئیں۔

کھان: کان۔ ہر دے: خدا کے۔ بدخشاں: دنیا میں فیشور کان جہاں سے ہیرے لعل نکلتے ہیں۔

طرماں تے کھرناہیں والے مارن ڈھول بھرائی
کیہڑے کیہڑے گنے محمد کٹھی ہوئی لوکائی!

باجے بجانے اور ڈھول بجانے والے (شیخ) ڈھول بجا رہے تھے اے محمد بخش میں کون کون سے گن کر بتاؤں وہاں شمار سے باہر خلقت جمع ہوگئی تھی۔

سیف ملوک تے صاعد کارن شہروں باہر کنارے
پکا باغ سہایا بہتا لائے وِچ فوارے

سیف الملوک اور صاعد کے لیے شہر سے ایک طرف کنارے پر ایک پکا نامی ایک باغ بہت سجایا گیا وہاں فوارے لگائے گئے وہاں عجیب ہی سماں تھا۔

چیکن کھوہ سراں کر بولن وانگن چھتری راگے
پر اِک دیپک گان نہ ڈردے شالا اگ نہ لاگے

کنویں چیخ رہے تھے اور خاص قسم کی آواز نکلتی تھی جیسے چھتری (ایک راگ کا نام ہے) وہ گایا جا رہا ہے لیکن دیپک نہیں گا رہے تھے کہ آگ نہ لگے۔

شوقوں طوق پیا گل قمری گو گو گو گو بولے
کوئل تان لئی ہو اُچی کردے ناچ ممولے

شوق سے قمری کے گلے میں طوق پڑ گیا وہ کوکو کر کے بول رہی تھی کوئل اونچی ہو کر آواز نکال رہی تھی طوطے اور ممولے خوشی سے ناچ رہے تھے۔

بلبل طوطے سوہلے گاؤن حال پئے حیواناں
کھوہ دا کتا چٹکی مارے بیل پھرے دیواناں

بلبل اور طوطے خاص گیت گا رہے تھے اور حیوانوں پر تو جیسے وَجد طاری ہوگیا ہو کنویں کا کتا چٹکی بجا رہا تھا اور بیل پاگلوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔

ٹنڈاں ہنجوں بھر بھر ڈھلن جان اندر کر خالی
سدا نہیں اس رونق رہناں سدا نہیں خوشحالی

ٹنڈیں جن میں پانی ہوتا ہے آنسوؤں کی طرح پانی بہا رہی تھیں اور خالی ہو کر پھر کنویں میں چلی جاتی تھیں ہمیشہ اس رونق نے نہیں رہنا ہے اور ہمیشہ یہ خوشی کا وقت بھی نہیں رہتا ہے۔

بنھ قطار چنار سفیدے سَرو آزاد کھلوتے
سدھے صاف برابر دِسن تار پریت پروتے

قطاریں بنا کر چنار سفیدے سرو کے درخت آزاد کھڑے تھے سیدھے ایسے لگتے تھے جیسے ایک پیار کی ڈوری میں پروئے ہوئے ہوں۔

ہر ہر پاسے نہراں وگن چوک عراق اُچیرے
شیش محل چبارے گوشے بھلے بھلیرے ڈیرے

ہر طرف نہریں بہہ رہی تھیں چوک اور کنارے اونچے تھے شیشے کے محل چوبارے اور ایک مقام ایک سے الگ خوبصورت تھا ہر چیز نہایت سجی ہوئی تھی۔

شاہ کہیا ایہ موتی سچے عاماں نہیں دسالو
صاعد تے شہزادے تائیں باغ اندر کھڑیالو

شاہ نے فرمایا بڑے قیمتی موتی ہیں انہیں لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہی رکھو صاعد اور شہزادے کو باغ میں لے جا کر رکھو اور ان کی وہیں پرورش کرو۔

چیکن: چیخنا۔ پریت: پیار محبت۔ عراق: کنارہ۔ ساحل

اُنہاں گلاں وِچ اَجے محمدؐ طبع نہ تیری مٹّے
قصہ سرے پچائیں کیویں جے بہ رہیو گٹّے

اے محمد بخش ان باتوں کو تیری طبیعت کبھی چھوڑنا نہیں چاہتی ہے اس قصے کو کیسے سر تک پہنچائے گا یعنی پورا کرے گا اگر تو یہاں ٹخنوں میں ہی بیٹھا رہا۔

دسدا سفر شہزادے والا اَگے بہتا سارا
زور طبیعت نوں رب دِتا کردی ہور پسارا

شہزادے کا آگے بڑا لمبا سفر نظر آ رہا ہے لیکن طبیعت کو رب نے اتنی طاقت بخشی ہے یہ بیان کو اور لمبا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہتی ہے اور لمبا کرو۔

دائیاں لے شہزادے آئیاں باغ اندر کر ڈیرے
نال پیاراں پالن دوہاں ہوئے آن وڈیرے
جاں پھر چونہہ برساں دے ہوئے وانگ پھُلاندے پھُلّے
آئی راس زبان گلاں تے دسیا سخن نہ بھُلّے

دائیاں شہزادے کو لے کر باغ میں آ گئیں اور یہیں رہنا شروع کر دیا۔ بڑے ناز و نعم سے دونوں کو پالا دونوں اب بڑے ہوئے۔
جب وہ چار برس کے ہوئے تو پھولوں کی طرح کھل اٹھے۔ زبان سے بات چیت کرنے اور بتائی ہوئی بات نہیں بھولتے تھے یاد داشت بہت اچھی تھی۔

چار مہینے چار دہاڑے چارے سال تے ساعت
گزر رہے تاں سد بہائے اہل نجوم جماعت

جب چار برس چار ماہ چار دن ہوئے تو بادشاہ نے نجومیوں کی ایک جماعت کو بلایا تاکہ دریافت کیا جائے علم ان کے بارے کیا کہتا ہے۔

لگے کرن حساب نجومی جوڑ ستارے راساں!
خفگی دی گل دس نہ سکن پھاتھے وِچ وسواساں

نجومی صحیح ستارے جوڑ کر حساب کرنے لگے ان کے ستارے جوڑنے لگے پریشانی کی بات بتا نہ سکیں سوچوں میں پھنس گئے پریشان ہو گئے۔

ہر ہر پاسوں بخت سولے دولت علم اقبالوں
اک گردش وِچ مشکل دِسدی عشقوں سفر و بالوں

دولت علم نیک بختی ہر طرف سے ان کے نصیب اچھے ہیں ایک بات اس میں پریشان کن ہے جو عشق کے سفر کے متعلق ہے کہ عشق کے لیے سفر کرے گا۔

آخر شاہ کہیا چُپ کیسی تُساں وس نہ کوئی
جے کجھ روز ازل دی لکھی اوڑک ہونی سوئی

آخر بادشاہ نے فرمایا آپ لوگ چپ کیوں ہیں اس میں تمہارے بس کی کیا بات ہے جو پہلے دن سے لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر ہی رہنا ہے۔

دس دیہو شاہزادے والی حال حقیقت ساری
کردے عرض نجومی قبلہ بخشیں جان ہماری

آپ کا نجوم شہزادے کے بارے میں کیا کہتا ہے مجھے تمام بتا دیجئے تمام نجومیوں نے عرض کی اے بادشاہ سلامت ہماری جان بخشی ہو تو ہم عرض کریں۔

بخت: نصیب، مقدر۔

تعمیل کرے گا آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

جیہڑا کم تساں فرمایا ، عین ثواب اسانوں
شاہ وزیر نجومی سد کے پچھیا ہر یکساں نوں

جو کام آپ نے فرمایا ہے میرے لیے نہایت درست ہے۔اسی میں میرا فائدہ ہے بادشاہ نے وزیر اور نجومیوں کو بلا کر سب سے فرداًفرداً دریافت کیا۔

ساعت نیک ہوئی جد حاصل لڑکے پڑھن بہائے
اوہ استاد لیاندا جیہڑا ہر اِک علم پڑھائے

جب مبارک وقت ہوا لڑکوں کو تعلیم کے لیے بٹھا دیا جائے اور وہ استاد مقرر کئے جو ہر علم کے ماہر اساتذہ تھے جو تمام علوم پڑھا سکیں۔

کاتب زریں رقم اس اگے جا شیرینی دھردے
لے صلاح پکاون بیٹھے ہو شاگرد ہُنر دے

قلم کار سنہری تحریر والے اس کے آگے وہ نذر پیش کرتے مشورہ کرتے یاد کرنے بیٹھ گئے کارگری کے لیے اس کے شاگرد ہوتے۔

افلاطون ارسطو سلماں سارے کرن تیاری
پچھدے اُس استادے کولوں جو گل مشکل بھاری

افلاطون ارسطو سلمان تمام تیاری کرنے لگے جو بات ہمارے لیے مشکل ہے اس کو استاد سے جا کر دریافت کرتے ہیں وہ ایسا ماہر تعلیم ہے۔

سحبا نے نوں نال زبانے دسّے کھول بیاناں
اوہ شاگرد اکابر دووئے اوہ استاد یگاناں!

یونانی حکیم سحبانے کو بھی زبان سے بیان کی شرح کر کے بتائے وہ دونوں بڑے شاگرد اور وہ ایک استاد جو انہیں پڑھانے کے لیے مقرر ہوا۔

سیف ملوک اندر رب پایا بہتا اثر دانائی
تیز طبیعت ہوش ودیعت فہم عقل چترائی

سیف الملوک کو باری تعالیٰ نے بڑا علم دانائی عطا کیا ہوا تھا بڑا ہوشمند تیز طبع بڑا ذہین اور ہوشیار تھا۔اسے خدا نے بڑی پوشیدہ خوبیاں عطا کی تھیں۔

صاعد بھی سی ودھ علامہ فہم عقل ادراکوں
واہ خالق جس پیدا کیتے بھلے بھلیرے خاکوں

صاعد بھی عقل ہوش والا اور بڑا ذہین تھا واہ سبحان اللہ جس نے ایک سے ایک بڑھ کر لائق اس خاک سے پیدا کئے۔

دس برس وِچ ہر ہر علموں دووئے حافظ ہوئے
شاہزادہ جاں کرے کلاماں موتی لعل پروئے

دس سالوں میں دونوں نے تمام علوم حفظ کر لیے شہزادہ جب کلام کرتا تو ایسے لگتا موتیوں اور لعل جواہر کے ہار پرو رہا ہے اتنی روانی سے بات کرتا۔

جو خط دُنیا اُتے لکھدے سیف ملوک پکائے
خوشخط اس دا ویکھ فرشتہ حیرانی وِچ جائے

دنیا کے تمام رسم الخط سیف الملوک نے یاد کر لیے اس کی خوشخطی دیکھ کر فرشتے بھی حیران ہو جاتے اتنا خوبصورت لکھتا تھا۔

عربی عجمی عبرانی کوفی خوشخط فارسیاں دا
بیدا چھیرے گور مکھی ہندی حرف شناسیاں دا

عربی عجمی عبرانی کوفی اور فارسی زبان کا خط اور بیدا چھیرے گور مکھی ہندی حروف کی بھی پہچان کر لی تھی مکمل عبور حاصل تھا۔

سحبانے۔ایک مشہور ماہر حکیم۔

ڈوگری اکھر خط فرنگی انگریزی ہور دوجے
اُردو خط بنگالی دکھنی سارے لکھے بوجھے
سریانی ایرانی ترکی یونانی عراقی
سکھے خط زباناں سبھو کجھ نہ رکھے باقی!

ڈوگرے حروف زنگی یعنی بوریجا انگریزی اور دوسرے اردو بنگالی دکھن تمام لکھائی پڑھ لیتا تھا ہر رسم الخط پڑھنے کا ماہر تھا۔
سریانی ایرانی ترکی زبان اور ترک یونانی زبان اور عراقی تمام زبانوں کے خط پڑھنے سیکھ لیے کوئی باقی نہ رہی۔

ویکھ علم سلیمانؑ نبی دے پائے بھاکھیا غولی
دیواں پریاں والی ساری جانوراں دی بولی

سلیمان علیہ السلام کے علم کی طرح سب کی بات وہ سمجھ لیتا تھا دیو پریوں اور جانوروں کی بولی سمجھ لیتا تھا۔

اس حدے اوہ عالم ہویا قاضی سبھ ملکاں دے
جے مسئلے دی مشکل پوندی اُس تھیں پچھن جاندے
سبھ دقیقے کھول دسالے کرے بیان چنگیرا!
عالم فاضل سُن سُن آکھن دھن اوہ خالق تیرا

وہ اتنا بڑا اس حد تک عالم بن گیا کہ تمام ممالک کے قاضی اگر کسی مسئلے میں مشکل پیش آتی اس سے پوچھنے کے لیے آتے۔
تمام باریکیاں کھول کر بہت بیان کر دیتا عالم اور فاضل سن سن کر بے ساختہ پکار اٹھتے واہ سبحان اللہ تمارے پیدا کرنے والے پہ قربان جائیں۔

مثل داؤدؑ نبی دے آہا شاہزادے آوازہ
جدوں کلام کرے سُن ہوندا شوق الٰہی تازہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اس کی سریلی آواز تھی جب کلام کرتا سن کر دل کا شوق یعنی یاد الٰہی تازہ ہو جاتی اس کا انداز بیان ایسا تھا۔

جے سوہوون سُننے والے عالم فاضل دانے
نال آواز اُوہدے دی لذت ہوندے مست دیوانے

اگر سینکڑوں عالم فاضل دانا سننے والے بھی ہوں اس کی آواز کی لذت سے مست دیوانے ہو جاتے زبان میں اتنی کشش تھی۔

حسن رسیلا، خو حلیمی، سادہ مکھ صفائی
سوہنے ویکھ ہوون شرمندے جھال نہ جھلدا کائی
روشن شمع نورانی چہرہ بجھے لاٹ اسمانی!
وانگ پتنگاں سڑن چوفیرے عاشق مرد زنانی

نیاہت خوبصورتی اچھی عادت میٹھی زبان اور منہ پر سادگی بڑے بڑے حسین دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے اس کے حسن کی تاب نہ لا سکتے۔
نوری شمع کی طرح رخ روشن جسے دیکھ کر آسمانی روشنی بھی ماند پڑ جائے اس کے حسن پر اس کے عاشق جیسے شمع کے پروانوں کی طرح مرد و زن چوطرفہ جیسے شمع پر پرندے جلتے ہیں۔

جے اوہ نظر کرے وَل انبر چمک نہ جھلّن تارے
تارے جس وَل مہریں آوے کردا پار اُتارے
نیواں تکے دھرتی لگن بجلی دے چمکارے
ایسے رُوپ انوپ کرم دے صفت کرن دے وارے

اگر وہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے تو ستارے اس کی تاب نہ لا سکیں جس پر مہربان ہو اسے پار اتار دے بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔
اگر نیچی نظر کرے زمین پر بجلیاں چمک اٹھیں روشنی ہو جائے ایسا حسین جمیل اور خوبیوں والا صفات کے لائق ہے۔

انبر: آسمان۔

بڑی محبت رکھتے تھے۔

اوہ بھی شاہ شاہاں دا آہا ایہ بھی شاہ بہادر
ہک دوئے سنگ ورتن کردے آہے دوئے اکابر

وہ بھی شہنشاہوں کا شہنشاہ تھا اور یہ بھی بڑا بہادر بادشاہ تھا ایک دوسرے کے ساتھ لین دین رکھتے تھے کیونکہ دونوں ہی بڑے عظیم تھے۔

شاہ مہرے دی گل سناواں اوہ شاہ مہرے کی سی
ڈونہہ شکلاں دی مورت لکھی گوری کالی کیسی

میں شاہ مہروں کی کہانی سناتا ہوں وہ شاہ مہرے کیا تھے وہ سفید یا سیاہ کیسی بھی تھی دو صورتوں کی ایک تصور بنائی ہوئی تھی جنہیں شاہ مہرے کہا جاتا تھا۔

قسم حریروں ٹاکی سچی ذات نہ اس دی لبھدی
ڈونہہ شکلاں دی اس تے صورت لکھی قلم عجب دی

وہ اس قسم کا ریشمی سچا کپڑا تھا آج کل اس کی وہ قسم ناپید ہے دو صورتوں میں اس پر انوکھی تصویر قلم سے بنائی گئی تھی جس کو شاہ مہرے کا نام دیا گیا۔

اک صورت مردا ویں آہی آہی ہک زنانی!
سوہنے نقش حسن دیاں لاٹاں ڈِہن عمر جوانی

ایک تصویر مرد کی تھی اور دوسری تصویر عورت کی تھی نہایت خوبصورت نین نقش اور حسن کے چمکارے بتارہے تھے ابھی بالکل شباب کا عالم تھا جب تصویر بنی تھی۔

وچہ صندوقاں رکھے آہے عاصم اوہ شاہ مُہرے
اوڑک اوہ بھی دیسی لیکن دے تحفے ہور مہرے

عاصم شاہ نے وہ شاہ مہرے بڑے سنبھال کر صندوقچوں میں رکھے ہوئے تھے آخر پر وہ یہ تحفے بھی دے گا لیکن دوسرے پہلے دے گا بعد میں یہ دے گا۔

پی کے مدھ کرے بخششاں بیٹے تے دِل ڈُہلا
ہر ہر چیز عجائب اس نوں دیندا جائے کُھلا!

مے پی کر بڑی سخاوت کر رہا تھا اور اپنے بیٹے سے دلی محبت کرتا اور جان نچھاور کرنے کو تیار تھا ہر ایک انوکھی چیز اسے وافر مقدار میں دیں بے حساب عطا کیں۔

دِل وِچ کہندا اوہ سلیمانی تحفہ بہت اُچیرا
سیف ملوک تائیں ہن دیواں اس تھیں کون چنگیرا

دل میں یہ خیال کرتا کہ وہ سلیمانی نہایت شاندار اور بڑا قیمتی تحفہ ہے وہ بھی سیف الملوک کو دے دو اس سے پیارا مجھے اور کون ہے۔

ہویا حکم خزانچیاں نوں جلدی قفل اتارے
اوہ سلیمانی تحفے والے آء صندوق گزارے

خزانے کے محافظوں کو حکم دیا کہ خزانے کا جلدی سے تالا کھولو اور وہ سلیمانی تحفے والے صندوق جلد حاضر کرو محافظوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

عاصم شاہ دھر اگے اپنے چاء صندوق کھلایا
ہور صندوق صندوقے اندر اوہ بھی باہر کڈھایا

عاصم شاہ نے اپنی موجودگی میں وہ صندوق کھلوایا اور صندوق کے اندر ایک صندوق تھا وہ باہر نکالا گیا جس کے اندر وہ شاہ

مہرے۔آگے پہلے: اوّل قفل: تلا، جندرا۔

دیکھ ہویا حیران شہزادہ ہووے نہ معلومی!
یا ایہ اطلس ہے خطائی یا ایہ دیبا رومی!

دیکھ کر شہزادہ حیران ہوا لیکن معلوم نہ کرسکا کچھ پتہ نہ چلا یا تو یہ نایاب ریشمی کپڑا ہے یا یہ روم کا ریشمی کپڑا ہے۔

ناں ایہ قمشی چینی وانگر مثل نہ متعہ فرنگی
تکلے نوں ہتھ پا شاہزادے مورت کیتی ننگی

نہ یہ کسی چینی کی تھی اور نہ کسی یورپین (انگریز) کی مانند تھی اس کے دھاگے کو ہاتھ ڈال کر شہزادے نے وہ تصویر ننگی کردی۔

کیہہ تکے اوہ صورت کیسی روشن چن فلک تھیں
نقش نگار بہار حسن دی بہتر حُور ملک تھیں!

کیا دیکھتا ہے کہ وہ صورت آسمانی چاند سے بڑی زیادہ روشن ہے چمکتی ہے اس کے نقش ونگار جنتی حور سے اچھے ہیں۔

جے منہ کرئیے وَل آسماناں سورج پیئے پچھاواں
جے کھڑئیے ظلماتے ملدا آبِ حیات سچاواں

اگر آسمان کی طرف منہ کرے تو سورج پر اس کا سایہ پڑے اگر اسے تاریکی میں اندھیرے میں لے جائیں وہاں روشنی ہوجاتی ہے لولگ جاتی ہے۔

ہر ہر نقش دئیے لشکارے بہتر لاٹ چراغوں
دانے ویکھ ہوون دیوانے سڑدے ہوش دماغوں

اس کا ہر نقش اتنا حسین ہے چمکتا ہے اور چراغوں سے بھی زیادہ روشن ہے دانشمند دیکھ کر دیوانے ہوجائیں اور دماغی سوچ مفلوج ہوکر رہ جائے۔

مانی تے ارژنگ سیانے جے ویکھن اِک وارے
کاریگریاں والے بھلن سارے ہوش سنبھالے

مانی اور ارزنگ مصور تھے اگر یہ بھی اسے ایک بار دیکھتے تو اپنا تمام ہنر یعنی فن بھول جاتے بمشکل اپنے ہوش وحواس قابو میں رکھتے۔

جے لقمان حکیم سیاناں ویکھے یا اِفلاطوں!
بھلن سبھ حساب عقل دے ہون شتابی مجنوں

اگر لقمان یا افلاطون حکیم اسے دیکھتے تو بہت جلد اپنی عقل ودانش بھول جاتے دیوانے پاگل ہوجاتے وہ بھی اس تصویر کی تاب نہ برداشت کرسکتے۔

عالم جے پرہیزاں والے اکھ چمکدی ویکھن!
کفر اسلام نہ یاد رہن نے بُت وَل متھا ٹیکن

بڑے پرہیزگار عالم اگر اس کی چمکتی آنکھ دیکھ لیں تو انہیں کفر اور اسلام کا فرق بھول جائے اور وہ بھی بتوں کو سجدہ کردیں۔

واہ نقاش کاریگر یارو جس اوہ نقش لکھایا!
واہ وا خالق سر جنہارا جس نقاش بنایا

مرحبا وہ تصویریں بنانے والا جس نے یہ ایسی تصویر بنوائی سبحان اللہ وہ پیدا کرنے والا مالک جس نے یہ نقش یہ تصویر بنائی ہے۔

سیف ملوک شہزادے جاں اوہ مورت ویکھی ساری
لگی اگ ہویا دل اندر تپ کے وانگ انگاری

سیف الملوک شہزادے نے جب وہ پوری تصویر دیکھی تو اس کے دل میں ایک آگ بھڑک اٹھی اور دل ایک انگارے کی مانند ہوگیا۔

مانی اور اژرنگ۔ دونوں دنیا کے مشہور مصور ہوئے ہیں۔ مانی روم (اٹلی) ارژنگ (چین کا تھا)

کر کے تھکے جتن ہزاراں ہوش نہیں اس پھر دی
ریت سُکی دی کندھ اُسارن ہتھوں جاندی بھُر دی

ہزار کوششیں کر کے تھک گئے لیکن اسے ہوش نہیں آ رہی تھی وہ مسلسل بے ہوشی میں تھا دلیلیں کر کے جیسے خشک ریت کی دیوار بناتے وہ پھر گر جاتی یہی ایک خیال ہی تھا۔

عاشق دا جو دارو دَسے باہجہ ملاپ سجن دے

عاشق کا جو بغیر محبوب کے ملاپ کے علاج بتائے وہ دانش مند

یا قبلہ غمناک نہ ہوویں رکھ اللہ دی ڈھیری
بیٹے پاس چلو اُٹھ آپوں اس نوں دیہو دلیری

اے قبلہ دکھی نہ ہوا پنے رب پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کرے گا آپ اٹھیں اپنے بیٹے کے پاس چلیں اور اسے دلیری دیں اسے تسلی دیں حوصلہ دیں۔

ایہ کہو شاہزادے تائیں چنتا چخا نہ بالے
سڑدا عقل فکر تے دانش بھانبڑ چنتا والے

شہزادے سے کہیں کہ وہ فکر کی آگ میں نہ جلے فکر عقل اور سوچ کو پریشانی کا شعلہ جلا کر راکھ کر دیتا ہے اسے کہیں سوچوں سے باہر آئے۔

یار تینوں رب پاک ملانا جے تدھ قسمت ہوئی
حیلہ وس میرا جو لگسی فرق نہ رکھساں کوئی!

تمہارا محبوب تو اللہ پاک نے ہی ملانا ہے اگر تمہارے مقدر میں میل ہوا تو ضرور ہوگا لیکن میں اپنی پوری کوشش ضرور کروں گا اس میں فرق نہیں رکھوں گا۔

بھیجاں دانشمند وزیراں ہور مصور دانے
عالم پھر کے صورت ڈھونڈن ہر شہریں ہر خانے

میں وزیر اور دانش مند لوگ بھیجوں گا اور مصور بھی ساتھ جائیں گے پوری دنیا گھوم کر تلاش کریں گے ہر شہر اور ہر گھر میں تلاش کریں گے۔

اس مورت دی حال حقیقت جس جاؤں ہتھ آسی
حاضر آن کرن گے ایتھے تاں تیرا غم جاسی
ایہ صلاح وزیراں دِتی شاہ لگی دل بھلی!
بیٹے نوں جا دے دلیری بچہ رکھ تسلی

اس صورت کے بارے میں جہاں سے بھی کوئی خبر ملی واپس آ کر بتائیں گے جب ہی تمہاری پریشانی دور ہوگی اور تمہیں تسلی ہوگی۔
وزیروں نے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا اور بادشاہ نے پسند کیا انہوں نے کہا اپنے بیٹے کو جا کر تسلی دیجئے وہ حوصلہ رکھے ہم کوشش ضرور کریں گے۔

کوشش بے شماری کرساں گھلاں فوج چوفیرا
مت مورت دی صورت لبھے ہووے مطلب تیرا

میں اپنی پوری کوشش کروں گا فوج کو ہر طرف بھیجوں گا شاید تصویر کی اصل صورت مل جائے اور تمہارا مطلب پورا ہو جائے تمہیں یہ مل جائے۔

پرتوں اپنا آپ سنبھالیں ہوش رکھیں وِچ جائی
کدشاہزادے ناطہ دیندے جے ناں پوے سودائی

لیکن تم اپنے آپ کو سنبھالو اور اپنے ہوش وحواس قائم رکھو اے شہزادے اسے کون اپنی بیٹی کا رشتہ دیتا ہے جس کو لوگ پاگل کہیں جو پاگل مشہور ہو جائے۔

سیف ملوک کہے سن بابل قسم مینوں اس رب دی
ہوش عقل جیوجان نہ رہسی جے صورت نہیں لبھدی

سیف الملوک نے کہا اے میرے باپ میں رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر یہ مجھے نہ ملی تو یہ عقل دانش یہ زندگی کچھ بھی باقی نہیں رہے گا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈھیری: امید۔ بھانبڑ: آگ کا شعلہ۔ چنتا: فکر، اندیشہ۔

قاضی تے اُمراء بنائیوس پریاں وِچ عجائز!
حکم اُوہدا سبھ سر پر منن موڑن کسے نہ جائز

اُسے پریوں میں قاضی (منصف) اور امیر کا مرتبہ عطا کر دیا اس کا کہا ماننا سب پر لازم ہو گیا اس کا کہا موڑنے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔

اس ویلے ایہ تحفے دے کے کیتوس ایں روانے
شکر کیتا جے آن پچائے تیرے دولت خانے

اور اس وقت یہ تحفے دے کر ہمیں روانہ کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آپ کے در دولت پہ پہنچا دیئے ہیں اب ہمارا کام پورا ہو گیا ہے۔

باپ میرے بھی تحفے بھیجے جو کمیاب نہ لبھدے
گھلے نبی سلیمانؑ تائیں ہتھ اُنہاں دے جھبدے

میرے باپ نے بھی انہیں بڑے نایاب تحفے بھجوائے اور کہا کہ یہ تحفے نبی سلیمان کی خدمت میں میری طرف سے جا کر پیش کرنا اور میرا اسلام کہنا۔

شاہ صفوانے نال محبت سانبھی رکھے دونویں
اس تھیں پچھے مینوں لبھے مَیں بھی رکھے اونویں

شاہ صفوان نے یہ بڑی محبت سے محفوظ رکھے اور ان کے بعد پھر یہ مجھے ملے اور میں نے بھی حفاظت سے انہیں رکھا۔

ایہ میراث پیئو دی آہی مینوں بہت پیاری
اس ویلے کوئی اس تھیں چنگی ناہیں چیز نیاری

یہ میرے باپ دادے کی میراث تھی جو مجھے بہت پیاری تھی اس وقت اس سے اچھی اور کوئی چیز نہیں تھی یہ سب سے اعلیٰ تھے۔

دُنیا اُتے تیرے جیہا نہ کوئی ہور پیارا
تاں ایہ تحفے تینوں گھلے ہتھیں کیتا کارا!

دنیا پر تم سے پیارا میرے لیے اور کوئی نہیں ہے تب ہی یہ تحفے میں نے تجھے بھجوائے میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ کارروائی کی ہے۔

اپنے بھانے کر بخشیشاں کیتی خوشی زیادہ
اوس خوشی دی جائے ہویا درداں در گشادہ

اپنے خیال میں اس نے تحفہ دے کر بڑی خوشی حاصل کر لی ہے وہ بڑا خوش تھا اسی خوشی کی بجائے دکھوں کا دروازہ کھل گیا۔

جے مَیں جاناں ایس خوشی دے بن بن غم ہزاراں
ایہ شاہ مہرے وِچ سمندر ڈوباں سنے پٹاراں

اگر میں جانتا ہوتا کہ اس سے ہزاروں غم ملیں گے تو یہ شاہ مہرے میں صندوقوں سمیت سمندر میں پھینک دیتا لیکن کیا معلوم تھا۔

ہن کجھ وس نہ میرا تیرا ہو گیا جس ہوناں!
پتر باپ دوہاں نوں بیٹا بھاء پیانت روناں

اب کوئی بات میرے اور آپ کے بس میں نہیں رہی ہے جو ہونا تھا ہو گیا ہے اے بچہ باپ اور بیٹے دونوں کے مقدر میں رونا ہی لکھا تھا سو ہو گیا ہے۔

اوہ دوئے شاہ گئے جہانوں تاں کم مشکل آیا
سیف ملوک اَگے ایہ قصہ عاصم شاہ سُنایا

اور دونوں شاہ تو اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں تب ہی یہ کام مشکل ہو گیا ہے سیف الملوک کے سامنے عاصم شاہ نے یہ ساری داستان بیان کی۔

ایہ حقیقت سُن شاہزادہ کردا شکر بیچارا
اَیسے دُنیاں اُتے وسدا کدھرے یار پیارا

بیچارہ شہزادہ یہ حقیقت سن کر شکر کرتا کہ اسی دنیا میں ہی میرا محبوب کہیں رہتا ہے کبھی بھی کہیں بھی تو ملے گا۔

کمیاب۔ناپید،نادر،نایاب۔

نام بدیع جمال بنایا فارسیاں دے ڈولے
اوہ بھی بعضے بیت تروڑے جے کوئی پردہ پھولے

اس لیے بدیع جمال لکھا ہے فارسی رسم الخط میں فارسی طریقے سے اور وہ بھی اگر کوئی زیادہ تحقیق یا پرکھ کرے تو بعض جگہوں پر وہ بھی شعر توڑ دیتا ہے۔

دو تن نام پری دے رکھاں سمجھو ہر سیاناں
جتھے جاء بُلانے والی اکثر نام بولاناں!

ہر عقل مند کے لیے سمجھنا ضروری ہے کہ میں پری کے دو تین نام رکھ رہا ہوں جہاں نام لکھنے کی ضرورت ہو وہاں نام لکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

کدھرے عجب جمال کہاں گا کدھرے شاہ پری کر
بہتے ناؤں والا ہکو سمجھو گل کھری کر!

کہیں عجب جمال لکھوں گا اور کہیں شاہ پری کہہ کر پکاروں گا نام زیادہ ناموں والا پکی بات ہے کہ ایک ہی نام سمجھئے۔

عاصم شاہ دے بھیجے بندے لوڑ تھکے ہر جائی
عجب جمال تے باغ اِرم دی کسے نہیں دس پائی

عاصم شاہ کے بھیجے ہوئے لوگ ہر جگہ تلاش کر کے تھک گئے لیکن کوئی پتہ نہ چلا عجب جمال اور باغ ارم کی کہیں سے بھی کوئی خبر نہ ملی۔

برس دِہاں دے کر کر دھاوے پھیر مصر نوں آئے
چار ہکسے شاہزادے والے صورت نقش بنائے

دس برس کوشش کر کے پھر مصر آئے کوئی چار سو شہزادہ کو دکھانے کے لیے تصویریں بنا کر ساتھ لائے لیکن جس کی تلاش تھی اصل نہ ملی۔

کر تصویراں با تدبیراں آن امیراں دھریاں
ہک تھیں ہک چڑھیندی صورت وانگن حوراں پریاں

تصویریں بڑی ترتیب کے ساتھ امیروں نے آ کر سامنے رکھیں ایک سے ایک خوبصورت جیسے حوریں اور پریاں ہوں۔

جے شاہزادے دے من بھاون تاں تعریف بناواں
کاہنوں اُنہاں وزیراں وانگر مَیں بھی قلم گھساواں

اگر شہزادے کے دل کو یہ اچھی لگیں تو میں بھی ان کی تعریف لکھوں ورنہ ان وزیروں کی طرح میں فضول قلم کو گھساتا رہوں۔

توڑے ہوون سونا موتی جے دلبر نہیں تکے
موتی روڑ دِسن بُھس سونا، کہیا مردے پکے

بے شک سونے یا موتیوں جیسی بھی ہوں لیکن اگر وہ محبوب کو ناپسند ہوں تو وہ موتی کنکر اور سونا راکھ دکھائی دیتا ہے یہ ایک بڑے دانش مند کا قول ہے۔

عاصم شاہ کہے سبھ یاراں بھیت نہ دسو کائی
مت نا امید ہو کے شہزادہ بنے شتاب سودائی

عاصم نے تمام دوستوں سے کہہ دیا کہ یہ بات شہزادے سے نہ کرنا کہیں شہزادہ ناامید ہو کر دیوانہ ہی نہ ہو جائے اس بات کو راز ہی رکھنا ہے۔

شاہزادے پر سمجھ لیا سی اس تھیں کون چھپائے
شاہ پری تے باغ اِرم دی ناہیں خبر لیائے

لیکن شہزادہ سمجھ گیا تھا یہ اس سے کیا چھپا سکتے تھے اس نے جان لیا تھا کہ یہ شاہ پری اور باغ ارم کی کوئی خبر نہیں لائے ہیں اس

بُھس: راکھ۔

حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

دولت دُنیا دس دس ٹھگیں اندر پاڑ نہ تکدا
گھر در تخت ولایت کیہڑا سوکھا ہے چھڈ سکدا
تخت ولایت کارن شاہاں کیتے کیڈ کشالے
شاہنامے اسکندر نامے ویکھ لڑائیاں والے

دولت اور دنیا کا لالچ لے کر مجھے ٹھگنا چاہتا ہے میرا اندر پھاڑ کر نہیں دیکھتا ہے گھربار ملک تخت کون خوشی سے چھوڑتا ہے۔

تخت تاج کے حصول کے لیے بادشاہوں نے کیا کیا کارنامے نہیں کئے ہیں شاہ نامے اور اسکندر نامے سے جنگوں اور لڑائیوں کے قصے پڑھ کر دیکھیں۔

اندر باہر عشقے رُدھا دِسدا نہیں تسانوں
مال خزانے کیکر بھاون اَک گیا جیئو جانوں!

ظاہر اور باطن پر عشق کا قبضہ ہے آپ کو نظر نہیں آرہا ہے آپ دیکھ نہیں رہے مجھے مال و دولت خزانے کیسے اچھے لگیں میں اپنی زندگی سے بھی بیزار ہوں۔

ناں مَیں جھلاناں مَیں کملا سبھ کجھ سمجھاں جاناں
پر کجھ دوس نہ مَیں پر بابل ہو یا رب دا بھاناں

نہ ہی میں پاگل نہ دیوانہ میں تمام سمجھتا اور جانتا ہوں لیکن اے میرے باپ اس میں میرا کوئی قصور نہیں یہ سب کچھ خدا کی رضا سے ہوا ہے۔

لکھے لیکھ ازل دے کیہڑا کر تدبیر مٹائے
کئی امیر وزیر سیانے اس تقدیر بُھلائے
کیوں توں تہمت دیویں بابل جان نادان ایاناں
جے کوئی لیکھ اوّل دے میٹے مردی اس دی جاناں

اول روز کے لکھے ہوئے نصیب کون ہے جو اپنی صلاحیتوں سے مٹادے کئی امیر وزیر دانش منداس کی رضا نے بھلا دیئے ہیں۔

اے میرے باپ مجھے بے وقوف اور کم عمر سمجھ کر کیوں قصوروار ٹھہراتے ہیں اگر کوئی ازل کے لکھے مقدر مٹادے تو میں اس مرد کی مردانگی کو سلام کروں اُسے مرد جانوں۔

پھیر شہزادہ ہویا چو پیتا خونی ہنجوں ٹریاں
اندر چُھریاں کپن دل نوں مارے آہیں بڑیاں

پھر شہزادہ چپ کر گیا اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے اس کے دل کے اندر ہی اندر چھریاں کاٹتی رہی تھیں بڑی آہ و پکار کرتا تھا۔

مارا وساس کہے ہن کچرک رکھاں ڈھک غبارے
دل کہندا مَیں کاہلا ہویا کڈھ ایہ دھواں آ دھارے

ایک لمبی سانس لے کر کہتا ہے میں اپنے دل کے اس غبار کو کب تک روکے رکھوں گا دل کہتا ہے جلد اس بات کو ظاہر کردو سب پر واضح کردو یہ عشق کی کہانی۔

عاصم شاہ کہے سُن بیٹا کی ہن خواہش تیری
فوجاں لشکر سبھ کجھ حاضر مایا گھنی گھنیری!

عاصم نے کہا شاہ اے بیٹا اب تمہاری کیا دلی خواہش ہے افواج لشکر دولت مال خزانے ہر چیز بہت ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

پاڑ۔ پھاڑ کر۔ ردھا: مل لیا ہے، قبضہ کرلیا ہے۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا عمل ایسے تے کرناں
مرنوں اَگے جو کوئی مویا پھیر نہیں اُس مرناں

موت سے پہلے مرنا بہتر ہے اس پر عمل کرنا بہتر ہے موت سے پہلے جو مرتا ہے پھر وہ کبھی نہیں مرتا ہے ہمیشہ زندہ رہتا ہے پھر اسے موت نہیں آتی ہے۔

جدوں کوئی مر جاندا سجن پٹ پٹ کرن اشارت
آپوں اپنا منہ سر بھنّن دِسّن ایہ بجھارت

جب کسی کا کوئی مرتا ہے تو پیٹ پیٹ کر اشارہ کرتے ہیں خود ہی سر منہ پیٹتے ہیں اور سوالیہ بات کرتے ہیں۔

یعنی آپ آپے نوں ماریں تاں اَج کیوں مریویں
آپ مویوں جے آپ نہ مویوں آپ مریں اَج جیویں

اگر تو خود اپنے آپ کو مار لیتا ہے تو آج تو کیوں مرتا تو خود آج مر گیا ہے لیکن خود آپ کو نہ مار سکا اگر تو آپ مرتا تو آج زندہ ہوتا۔

اوہ سفر نہیں سجھدا تینوں چلیں ایس سفر دا
اوس سفر دا خرچ بنائیں غنی سفر سر کردا

وہ آخرت کا سفر تجھے نظر نہیں آتا ہے اس سفر پر چلنا چاہتا ہے اس سفر کے لیے پونجی جمع کرو مالدار کا سفر آسان گزرتا ہے آسان ہوتا ہے۔

لماں پندھ نہ سنبھسی بیٹا بہو کھاں ہو نچلا
جوش خروش مٹا پیارے جاہ نہیں ہو جھلا

بڑا لمبا نہ ختم ہونے والا سفر ہے بیٹا بے فکر ہو کر بیٹھو اپنے دل کی خواہشات کے جوش کو سرد کر دے اور دیوانوں کی طرح جانے کا خیال چھوڑ دو۔

گھر سٹن کوئی کم نہ چنگا آہلناں ہے ہر دم دا
نہ غم کر غم جاسی اوڑک ہے ہر کم دا

گھر چھوڑنا کوئی اچھا کام نہیں ہے یہ ہر وقت کا آشیانہ ہے غم نہ کرو غم ختم ہو جائے گا آخر ہر کام کا آخیر ہوتا ہے ہر بات نے آخر ختم ہونا ہی ہوتا ہے۔

چوہا چڑا تے کُتا بلا ہر کوئی وطن دھراندا
توں آدم شہزادہ ہو کے چھڈیں وسّن گھر اندا

چوہا چڑا کتا اور بلا بھی ہر کوئی گھر اپنا وطن چاہتا ہے تو ایک انسان اور ایک شہزادہ ہو کر گھر میں رہنا پسند نہیں کرتا گھر چھوڑنا چاہتا ہے۔

آدمی ہیں تاں آدم بن جا جن ہیں تاں ہو اوہلے
ایسا سگھڑ سیاناں ہو کے پیوں غولاں دے رولے

اگر تو آدمی ہے تو انسان بنو اگر تو جن ہے تو غائب ہو جاؤ ایسا عقل مند شہزادہ ہو کر بھوت پریت کے چکروں میں کیوں پڑا ہے۔

مَیں بڈھا مہمان گھڑی دا پاس تیرے کوئی دن ہاں
کول میرے رہو خدمت کرکے اَجر جنابوں گھِن کھاں

میں بوڑھا تیرے پاس چند دنوں کا مہمان ہوں پتہ نہیں کب زندگی کی شام ہو جائے میرے پاس رہ کر میری خدمت کرو اور خداوند تعالیٰ سے جزا حاصل کرو۔

جنس تیری نوں مَیں ہاں لائق کون میرے توں بھلا
دل بیتاب ضعیف میرے نوں دیہ کھاں خوشی تسلا

تجھے میرا احترام کرنا چاہئے میری خدمت تم پر لازم ہے میرے سے اچھا تمہارے لیے اور کون ہے میرے ضعیف پریشان دل کو خوش رکھو میرے ساتھ خوش رہو۔

سگھڑ سیاناں: بڑا عقل مند۔

اج مینوں چھڈ ٹریوں آپوں مویاں گیاں جے لوڑیں
پھیر نہیں مَیں ملنا بیٹا بیٹھا ہتھ مروڑیں

آج مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے اگر مرنے کے بعد تلاش کرے گا تو میں پھر تجھے مل نہیں سکوں گا ایسے ہاتھ ملتا رہ جائے گا جو اس دنیا کو چھوڑ جائے پھر وہ کہاں ملتا ہے۔

اَج نصیحت میری تینوں لگدی مندی کانی
ایہ بھی دوس نہیں کجھ تینوں وُڑھی قضا اسمانی

آج میری نصیحت تجھے بہت بُرے تیر کی طرح لگتی ہے اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تقدیر الٰہی میں ایسا ہی لکھا تھا اسے کون ٹالے گا۔

وقت میرا ہن ڈیگر ہویا ایس زوال گوایا
پیشی آن کیتی ہن مغرب خفتیں سفناں آیا

اب میرا عصر کا وقت ہے پتہ نہیں کب زندگی کی شام ہو جائے وہ زوال یعنی جوش کا وقت گزر چکا اب ظہر نے آ کر مغرب کر دی ہے ایسی خواب وحشت آئی ہے۔

شالا تیری فجر مبارک وقت قضاء نہ ہووے
چڑھدی کلا ستارہ روشن سر تے آن کھلووے

خدا کرے تو چڑھتے سورج کی طرح ہی چمکتا رہے تجھ پر دکھ نہ آئے خدا کرے تیرے مقدر میں خوشیاں ہی ہوں اور سر پر ہمیشہ اقبال کا ستارہ چمکتا رہے۔

مینوں سفر آیا توں رہوکھاں وِچ امان خدا دی
غم ہن مار مکایا مینوں توں کیوں چھوڑیں شادی

سفر میرے لیے آیا ہے تم رہو تم سفر پر نہ جاؤ تم خدا کی حفظ امان میں رہو غموں نے مجھے تو چور کر دیا ہے تم خوشیاں کیوں چھوڑ رہے ہو۔

اے بیٹا توں ماؤ پیو تھیں کیوں کویلے نسدا
جاں جاں جان میرے تن اندر رہو گھراں وِچ وسدا

اے بیٹے تو ماں باپ کو کیوں ایسے نامناسب وقت میں چھوڑ بھاگتا ہے جدا ہونا چاہتا ہے جب تک میرے جسم میں جان ہے اپنے گھر میں ہنسی خوشی بستے رہو۔

تاں پھر موت میری جد آسی مرساں جس دہاڑے
موتے دا غم ہوگ نہ ہوسن بادشاہی دے ساڑے

جب میری موت آئے گی جس دن میں اس فانی دنیا سے کوچ کروں گا اس وقت میری موت کا غم نہیں ہو گا سب کی نظر تخت و تاج پر ہو گی۔

سجن دشمن کسے نہ بھاوے ایہ گل کس پسندا
مَیں مرساں تُوں کول نہ ہوویں تکھسن واہ فرزندا

دشمن اور دوست کسی کو یہ بات اچھی نہیں لگتی اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا میری موت کے وقت تو پاس نہیں ہو گا تو لوگ کہیں گے کیسا بیٹا ہے۔

دولت دُنیا میری جوڑی کھڑسن لوک بیگانے
ملک تیرا کوئی ہور لئے گا بادشاہی سمیانے

میری جمع کی ہوئی یہ دنیا کی دولت بیگانے لے جائیں گے تیرا ملک تیری بادشاہی اور سنبھال لے گا اور قبضہ کر لیں گے۔

تن: جسم، بدن۔ سمیانے: سامان، بندوبست۔

جے کجھ پچھے رہسی میرا لشکر ملک خزانے
جے بیٹے دی کاری آئے کرساں تاں شکرانے

اگر جو کچھ بھی میرا پیچھے رہے گا لشکر ملکی خزانے اگر وہ میرے بیٹے کے کام آئیں تو میں شکر کروں گا مجھے تب ہی سکون ملے گا۔

میرا اَج کل کوچ نقارہ سُن فرزند پیارا
جے توں اُس دَم کول نہ ہویوں برم رہے گا بھارا

اے میرے پیارے بیٹے میرے اس جہان فانی سے جانے کا ڈنکا بجنے ہی والا ہے اگر تو اس پل پاس نہ ہوا تو مجھے بہت افسوس رہے گا۔

جے رب خیری آندا تینوں رویں نال اُفسوساں
اُس ویلے دے رون تیرے تھیں مَیں دلشاد نہ ہوساں

اگر خداوند تعالیٰ تجھے خیریت سے واپس لے آیا تو بہت افسوس کر کے روئے گا اس وقت تیرے رونے سے مجھے کوئی سکون نہیں ہوگا۔

اُس دن دے اس رودن کولوں سور نہیں کجھ تیری
اکھیں اگوں جاہ نہ بیٹا اوسر ویکھ گھنیری!

اُس دن کے اُس رونے سے تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے آنکھوں کے سامنے سے بیٹا اوجھل نہ ہونا یہ تمام سہولتیں سکون کی زندگی چھوڑ کر نہ جاؤ۔

آ ساقی بھر دے پیالہ پی ہواں مستانہ
ماؤ پیو تھیں رُخصت ہوواں چھڈاں دولت خانہ

مجھے ایسا پر کر کے جام پلاؤ کہ مدہوش ہو جاؤں ماں باپ سے دو وداع ہو کر یہ گھر بار چھوڑ کر تنہا ہو جاؤں تمام فکر ختم ہو جائیں۔

یاراں پچھے وطن بُھلاواں ویکھاں دیس بیگانہ
ٹھلاں وِچ سمندر غم دے پکے کیویں یرانہ

اپنے محبوب کے لئے تخت و تاج ملک سب کچھ بھول کر غیر ملکوں میں تلاش کروں غم کے سمندر تیروں تا کہ دوستی پکی ہو جائے تا کہ عشق سچا ہو۔

در بیان رحم آوردن پسر بر پدر و باز گوشحالی دادن عشق شہزادہ را جواب دادن او بدیدر

ترلے ویکھ پیو دے بیٹے رہن اُتے دل کیتا!
سہاں مصیبت نال صبر دے کوئی دن بہاں چو پیتا

باپ کی منت زاری سن کر بیٹے کا رہنے کو دل چاہتا تھا کہ تمام مصیبتیں صبر سے برداشت کروں اور کچھ دن خاموشی سے گزار دوں۔

توبہ کرن اُتے جد ہویا استغفار کریندا
ہوئی خبر عشق نوں آیا مار و مار کریندا ۔

جب توبہ کرنے پہ آیا تو بخشش چاہی اپنے خیال کو چھوڑنا چاہے تو حضرت عشق کو خبر ہوئی تو وہ مار مار کرتا ہوا آ پہنچا اس نے بالکل

برم: افسوس۔

باپ موئے نوں اوہ کوئی رووے آپ ہووے جو زندہ
موت تیری نوں کیکر روواں آپ مویا میں بندہ

باپ کی موت پر وہ روتا ہے جو خود زندہ ہو آپ کی موت پر میں کیسے روؤں گا میں تو خود مر چکا ہوں میں خود ہی بے جان ہوں۔

ساقی بوتل آن اجیہی پی کے ہوش بھلائیے
سجناں کولوں رُخصت ہو کے پندھ سفر دا چائیے

اے ساقی ایسی بوتل لاؤ جس کے پینے سے ہوش ہی بھول جائیں دوستوں سے اجازت لے کر سفر کا راستہ اختیار کریں اپنا سفر شروع کریں۔

داستان در بیان دیوانہ شدن شہزادہ سیف الملوک و در زنجیر مادن او

صاف جواب پیئو نوں دے کے دھو کے ہتھ مُرادوں
کپڑے پاڑ سودائی ہویا تھکے نہ فریادوں

اپنے والد کو صاف جواب دے دیا جب پتہ چل گیا کہ جو لوگ گئے انہیں اس کا کوئی پتہ چلا ہے کپڑے پھاڑ دیئے دیوانگی کی حالت اختیار کر لی اور بار بار اسے ڈھونڈنے کی فریاد کرتا۔

لاہ سُٹے پوشاکی زیور سر منہ خاک رلائی
شاہوں مثل ملنگاں بنیا بھجدا پھرے سودائی

تمام شہانہ زیور اور پوشاک اتار پھینکی اور خاک میں رلا دی ایک بادشاہ ہو کر فقیروں کی مانند ہو گیا اور پاگلوں کی طرح بھاگتا پھرتا۔

شرم حیا گئے بھج سارے عزت حُرمت نٹھی
صبر سکونت سڑی محمدؐ عشق تپائی بھٹھی

تمام شرم و حیا ختم ہو گئے اور عزت وقار جیسے بھاگ ہی گیا ہو اے محمد بخش صبر اقرار جل گیا عشق نے ایسی بھٹی جلائی تھی۔

سرت سنبھالا ہوش نہ کوئی بھلے خویش بیگانے
یار اشنا پچھانے ناہیں نسے مثل دیوانے

تمام ہوش و حواس کھو بیٹھا اسے کوئی اپنا بیگانہ یاد نہ رہا کسی دوست احباب کی پہچان نہ رہی دیوانوں کی طرح بھاگتا پھرتا۔

نہ کجھ کھاوے نہ کجھ پیوے گھڑی آرام نہ کردا
ننگ مننگا وتے گلیں لگھ لیراں سر دھردا

نہ کچھ کھاتا نہ پیتا تمام آرام و سکون ختم ہو گیا ایک پل بھی چین نہ رہا بنا لباس کے ننگا اور گلیوں کی خاک میں منہ سر مار کھاتا تھا۔

لا یعنی بدہوائیاں کردا وٹ تراڑ مریندا
چنگا مندا ویکھے ناہیں بُریاں گالیں دیندا

بے ہودہ باتیں کرتا جو منہ آئے کہتا اور لوگوں کو پتھر مارتا اچھا برا نہیں دیکھتا تھا سب کو بری غلیظ گالیاں دیتا وہ اپنے بیگانے کی تمیز بھول چکا تھا۔

جھلا کملا خفتی ہویا گلیاں اندر رُلدا!
لکھیں وال نہ ملدا جس دا اج لکھاں دے مُل دا

پاگل دیوانوں کی طرح گلیوں میں خوار ہوتا پھرتا جس کا کوئی لاکھوں میں ایک بال بھی نہ دے آج اس کی قدر ایک گلی کے

خفتی ۔ وحشی۔

جے کجھ تساں زبانوں کہیا فرض آہا میں کرناں
عین شہادت مینوں آہی حکم تیرے تے مرناں

جو کچھ آپ نے زبان سے فرمایا ہے مجھے چاہئے تھا کہ ایسا ہی کرتا اس پر عمل کرنا میرے لیے عین شہادت تھی کہ آپ کے حکم پر اپنی جان دے دیتا۔

ایہ بے عقلی میری مائے جیہڑی توں اَج ڈٹھی
بندے اُتے دوس نہ کوئی آہی دُھر دی چٹھی

اے ماں یہ جو بے وقوفی تو نے آج میری دیکھی ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ ازل سے ہی کاتب قدرت نے میرے نصیب میں لکھ رکھی ہے۔

وس لگدے کد چھڈدا کوئی لذت گھر شہر دی
ہتھیں کون مائی بن اوکھت مارے تلی زہر دی

اپنا بس چلتے ہوئے کون گھر کی آسائشوں کو چھوڑتا ہے اے ماں ایسا کون ہے جو بغیر مشکل کے اپنی تلی پر زہر رکھ پھانکتا ہے۔

کوشش ترلے ساڈے مائی کیوں کر آون کاری!
بھاء میرے اس سفرے پیناں لیکھ لکھے سرکاری

ہماری کوششیں اور ہماری منتیں کیسے قبول ہوں میں نے یہ سفر برداشت کرنا ہے یہ قدرت والے نے میرے نصیب میں لکھ دیا ہوا ہے۔

چر ہویا سر میرے اُتے ایہ نوبت سی گُھر دی
پر ہن چھیکڑ ویرے میری نہیں دلیری تر دی

کافی دیر سے میرے سر پر یہ نوبت بج رہی تھی لیکن اب آخری بار میری دلیری کوئی کام نہیں آ سکتی ہے میں بے بس ہوں۔

ایسا ظالم عشق اولا جیہڑا تخت چھڑاوے
اپنا آپ کوئی واہ چلدے سُولی کد چڑھائے

یہ عشق ایسا رلاتا ہے جو تخت شاہی چھڑا دیتا ہے ورنہ اپنے آپ کو کون اپنا بس چلتے ہوئے پھانسی پر لٹکاتا ہے کون خود موت چاہتا ہے۔

ہن مینوں ایہ خواہش کیویں مر جاواں جند جائے
توں گھر وسدا رسدا لوڑیں آلی بھولی مائے

اب صرف میری ایک ہی خواہش کہ مر جاؤں یہ جان چلی جائے اور تو ہنستا بستا ہو گھر چاہتی ہے۔ تو کیسی میری بھولی ماں ہے۔

گھر رکھن دی گل نہ آکھو مشکل مینوں رہناں
زوری رکھو تاں مر ویساں اوہ غم پوسی سہناں

مجھے گھر رکھنے کی بات نہ کرو میرے لیے گھر میں رہنا اب مشکل ہے اگر آپ زبردستی رکھیں گے تو میں مر جاؤں گا اور پھر آپ لوگوں کو اور غم برداشت کرنا پڑے گا۔

جے توں بچہ بچیا لوڑیں مائے ٹور سفر نوں!
سفر گیا کجھ ہیکھی ہوسی ملسیں پھیر پُتر نوں

اے ماں اگر تو اپنے بیٹے کی زندگی چاہتی ہے مجھے سفر پر روانہ کرو سفر پر جانے سے پھر بھی آپ لوگوں کو کچھ امید رہے گی کہ ہم اپنے بیٹے کو پھر ملیں گے۔

جے توں ہتھیں دفن کرایا کجھ وسواس نہ رہسی
بیٹے نال ملن دی تینوں پھر کوئی آس نہ رہسی

اگر تو نے اپنے ہاتھ سے مجھے دفن کرایا تو پھر افسوس نہیں رہے گا اور بیٹے سے ملنے کی پھر تجھے کوئی امید نہیں رہے گی۔

ہیکھی: امید۔ ملسیں: ملے گی۔ وسواس: پچھتاوا۔

عاصم شاہ پُتر نوں ٹورن شہروں ہویا باندے
یار آشنا محبت والے نالے روندے جاندے

عاصم شاہ بیٹے کو الوداع کرنے شہر سے باہر نکل آیا دوست واقف کار پیارے بھی روتے ہوئے ساتھ ہی باہر آئے سب اسے الوداع کرنا چاہتے تھے۔

باپ بیٹے دا ڈیرا ہویا آ کے ندی کنارے
میر وزیر اُمراء شہزادے نالے آئے سارے

باپ اور بیٹے کا قیام ندی کے کنارے ہوا امیر وزیر اور شہزادے تمام ساتھ آئے اسے روانہ ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔

روندے مل مل وداع ہوندے سارے لوک مصر دے
چُم زمین سر دھر دے پیریں وڈے وڈے سر کردے

روتے اور تمام وداع ہوتے جاتے شہر بھر کے تمام ہی لوگ آئے ہوئے تھے ادب سے زمین چومتے اور بڑے سر کردے شہزادے کے قدموں میں سر رکھ دیتے تھے۔

صاعد نال وزیر ہویا سی سیف ملوک شہزادہ
چائی رزق مہار اُٹھ چلے جت وَل رب ارادہ
دولت مال خزانے لشکر سبھ اسباب بلیوے
ساعد دے حوالے کیتے اوہو لیوے دیوے

صاعد ساتھ وزیر کی حیثیت سے تھا اور سیف الملوک شہزادہ تھا رزق نے مہار پکڑی تھی جس طرف خدا کا ارادہ تھا ادھر چل دیئے۔ دولت خزانے اور تمام مال و دولت اور تمام ضروری سامان صاعد کے حوالے کر دیا گیا تمام لین دین کا وہی ذمہ دار تھا یہ اس کی ذمہ داری تھی۔

ترے برساں دا وعدہ کرکے باپ اجازت دتی
لکھ رکھے اوہ روز دوہاں نے سن سمت تے متی

تین برس کا وعدہ لے کر باپ نے اجازت دی دونوں نے وہ سن سمت نوٹ کر لیے جانے کا وقت اور عرصہ لکھ لیا گیا۔

صاعد نوں گل لا کے رنے عاصم صالح دووے
جاہ بیٹا جیوں عقل کہے گا کر تدبیراں اووے

صاعد کو گلے لگا کر عاصم شاہ اور صالح دونوں ہی رونے لگے جاؤ بیٹا جیسے تیری عقل میں آئے گا اس طرح سوچ کر چلنا۔

سیف ملوک تائیں پھر اوڑک عاصم شاہ فرماندا
بیٹا وداع کیتا مَیں تینوں لکھیا پڑھیا کر ماں دا

سیف الملوک کو پھر آخر عاصم شاہ نے کہا بیٹا میں نے اپنے نصیب پڑھ کر تجھے وداع کیا ہے میرے نصیب میں ہی جدائی لکھی ہے جو میں برداشت کروں گا۔

آ بچہ گل لگ ملاں توں بھی رُو اسانوں
جاں مَیں مرن لگا اُس ویلے سدی کون تسانوں

آؤ گلے لگ کر ملو تو بھی ہمیں رو لے ہمارے لئے تو بھی آنسو بہا لے جب میرا وقت موت آیا تو اس وقت تمہیں کون بلائے گا تو نہیں ہوگا۔

الوداع پردیسیں چلیوں ہے میرے فرزندا
خبر نہیں ہن کیہہ کجھ ہوسی موت زراعت بندہ

الوداع اے میرے بیٹے تو پردیس میں جا رہا ہے پتہ نہیں اب کیا ہوگا یہ رزق اور موت کا کام ہے اس میں بندے کے بس کچھ بھی نہیں ہے۔

سن: عیسوی سال۔ سمت: بکرمی سال۔

پرجے ماپے راضی ہو کے کرن دُعائیں دل تھیں
فرزندے توں ٹلن بلائیں بچ نکلے مشکل تھیں

لیکن اگر والدین راضی ہو کر دل سے دعا کریں تو بیٹے کے لیے خواہ کتنی بھی مصیبتیں سامنے آئیں وہ سب سے بچ نکلتا ہے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔

جو کجھ حضرت نے فرمایا اس وچ شک نہ ذرہ
سیف ملوک دعاء پیو دی پگسی جاء مقررہ

جو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے سیف الملوک کے لیے باپ کی دعائیں اسے ہر آڑے وقت سے محفوظ رکھیں گی۔

داستان رواں شدن شاہزادہ از مصر وکشتی راندان او

جان شاہزادہ ہویا روانہ کیتی چھاں نشاناں
بادبان کھُلے کردِتے سبھناں کشتی باناں

جب شہزادہ روانہ ہوا تو تمام علم کھول دیئے گئے جنہوں نے سایہ کر دیا اور بادبان بھی کھول دیئے کشتی بانوں نے اپنے اپنے بادبان کھول دیئے۔

کھریا دھونسا تُریا ڈیرہ لگی چوٹ نقارے
وجے طرم اشارت ہوئی بیڑے ٹھلے سارے

سیف الملوک کا ڈیرہ چل پڑا طبل بج گیا دھونسہ پر چوٹ لگائی گئی باجے بجے اشارہ مل گیا بیڑے ٹھیل دیئے گئے ملاحوں نے بیڑے چلانے شروع کر دیئے۔

جلد ملاح ہلاون چپے زور آور کرارے
واء اڈائی جاوے بیڑے کولو کولی سارے

ملاح بڑی تیزی سے اور بڑے زور سے چپو چلا رہے تھے ہوا بیڑوں کو اڑائے جا رہے تھے تمام بیڑے ساتھ ساتھ ہی جا رہے تھے کیونکہ ہوا مخالف نہیں تھی۔

جے کجھ حکم کرے شاہزادہ سبھ بجا لیاون
رنگا رنگ کھلاون کھانے کھیڈن جیو بہلاون

شہزادہ جو بھی فرمان جاری کرتا سب اس کی تعمیل کرتے رنگ رنگ کے جی آئے کھانے کھاتے اور کھیل کود سے اپنا دل بہلا رہے تھے۔

ہس کھیڈن دل پر چاون رکھن اوس بھلائی
راتیں دہاں کھلوندے ناہیں جان جہاز چلائی

ہنس کھیل کر اسے مشغول رکھتے تا کہ اسے وہ بات بھولی رہی دن رات کہیں نہیں ٹھہرتے جہاروں کو لگاتار چلائے جا رہے تھے۔

نشان۔جھنڈے: علم۔کولوکول: ساتھ ساتھ۔

بری مصیبت آن پڑی ہے۔

ساڈے بخرے دا اَج آیا ڈاہڈا روز قیامت
اس طوفان قہر دے وچوں رکھیں صحیح سلامت

ہمارے لیے تو آج روز قیامت ہی برپا ہوگیا ہے اے باری تعالیٰ اس غضب کے طوفان سے تو ہی محفوظ رکھنا تیرے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایہں بیچارے رُھڑدے جاندے واہ مراد جھلائیں
مت اوہ یار پیارا لبھے ٹھلھے ساں جس تائیں

اے باری تعالیٰ ہم بے بس بہتے جارہے ہیں ہماری مدد گار ہوا چلادے شاید وہ ہمارا محبوب مل جائے جس کے لیے ہم نے دریا کا سفر شروع کیا ہے۔

شاہزادے تے لشکر اس دے جانی توں ہتھ دھوتے
موت اُتے دل رَکھ لیو نے ہو تیار کھلوتے

شہزادہ اور اس کا تمام لشکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو انہیں اپنی زندگی کی امید نہیں رہی تھی وہ قیامت کے اس پل کے منتظر تھے جو انہیں بے جان کردے۔

اُچن چیت اِک ٹھاٹھ ہڑے دی آئی بہت وڈیری
پانی نال آسماناں دِسے بھجی ویکھ دلیری
غوغا شور شونکار قہر دا پوہتا اَنبر توڑی
جیوں کر انبر مار زمیں تے ذرہ ذرہ کر توڑی

اچانک طوفان کی ایک بڑی لہر آئی پانی آسمان کے ساتھ لگتا نظر آرہا تھا اور ان کی تمام دلیری امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔
شور و غل شور کی خوفناک آوازیں اتنی آرہی تھیں کہ آسمان تک شور پہنچ رہا تھا جیسے آسمان زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو کر ٹوٹ جائے گا۔

ہِک ہِک موج اجیہی آوے کیہہ لیناں طوفاناں
بیٹھوں مار اُلارے بیڑی کھڑدی نال اسماناں
اوتھوں پھیر ہٹھاہاں سٹے جان زمیں دی تھلی
شونک وجی کرناہ آخر دی خلق آئی تھرتھلی

طوفان سے ایسی ایسی لہر آتی کہ جہازوں کو اٹھا کر آسمان تک لے جاتی اور نیچے آتے ہر چیز کو اتھل پتھل کر رہی تھی۔
اور پھر وہاں سے نیچے زمین پر پٹخ رہی تھی جیسے اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کی آواز آتی ہو اور خلقت میں تھرتھلی مچ گئی ہو ایسا سماں تھا۔

ہِک دوجے سنگ وج وج بیڑے بھج ہوئے کئی ٹوٹے
کجھ ڈوبے کجھ تختے ہوئے کجھ وڈے کجھ چھوٹے
پھیراں گھمن گھیراں اندر غرق ہوئے کئی بیڑے
مچھ سنساراں آدم نگلے جیوں آٹے دے پیڑے

بیڑے ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر کئی ٹکڑوں میں بٹ چکے تھے کچھ ڈوب گئے اور کچھ کے چھوٹے بڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔
اور کئی بیڑے تو لہروں کے گرداب میں آکر غرق ہو چکے تھے اور مگرمچھوں نے اس طرح انسان نگل لئے تھے جیسے آٹے کا پیڑا نگل لیا جاتا ہے

کرناہ: صور، گھمن گھیر: گرداب۔

کئی بیڑے بھج ریزے ہوئے رہی نہ مول نشانی
جو اسباب اونہاں وِچ آہا سبھ کجھ ہویا فانی

کئی بیڑے تو ٹوٹ کر ریزے ہو چکے تھے جن کی کوئی نشانی بھی باقی نہ بچی تھی اور جو ان میں سامان تھا وہ بھی سب فناہ ہو گیا تھا۔

غرق ہوئی دو ویہاں کشتی لشکر سنے خزانے
دس سے مرد سپاہی رُڑھیا زور آور مردانے

تمام لشکر اور خزانوں سمیت چالیس بیڑے ڈوب چکے تھے اور ایک ہزار بڑے طاقت ور جنگجو سپاہی غرق ہو چکے تھے۔

باقی دے کجھ تختیاں اُتے آپو اپنے جاندے
کجھ مچھاں تے کچھاں کھادے پھیر نہ ہوئے واندے

اور باقی جو کچھ تختوں پر بچے تھے وہ بے بس جدھر طوفان چاہے لے جا رہا تھا اور کچھ مگرمچھوں اور کچھوؤں نے کھا لیے تھے ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ہک دوجے دی خبر نہ کوئی کیہہ کجھ ورتی کسے
دھندو کار غبار ککارا نہ کجھ سنے نہ دِسے

کسی کو ایک دوسرے کی کوئی خبر نہیں تھی کہ کس کے ساتھ کیا ہوا ہے دھند گرد و غبار اور شور سے نہ کسی کو کچھ سنائی دیتا تھا۔

شاہزادے نوں خبر نہ کوئی غرق ہویا سی ڈیرا
ہک مصیبت آپو اپنی دوجا بڑا ہنیرا

شہزادے کو کوئی خبر نہیں تھی کہ تمام ڈیرہ غرق ہو گیا ہے ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی اور مشکل یہ کہ اندھیرا بڑا تھا کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

جھولاں اندر بیڑے آہے کجھ اُچے کجھ نیویں
اگے پچھے اوہلے ہوئے خبر رہے پھر کیویں

لہروں میں کشتیاں تھیں کچھ بڑی کوئی چھوٹی کوئی اونچی کوئی نیچی تھیں آگے پیچھے غائب تھیں پھر کسی کو کیا خبر ہو سکتی تھی کس کو کسی کی خبر نہیں کہ کون کس حال میں ہے۔

رب بیڑا شاہزادے والا رکھیا صحیح سلامت
روز اٹھاراں رُھڑدا رہیا اندر کانگ قیامت

خداوند کریم نے شہزادے کا جہاز بچا لیا تھا اسے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا اٹھارا روز اس طوفان میں بہتا چلا گیا تھا وہ ایک قیامت کا منظر گزرا تھا۔

جیونکر تیر بندوقوں گولی جاندے تیز شتابی
تینویں کھڑوی بیڑے تائیں کانگ قیامت آبی

جس طرح کمان سے تیر اور بندوق سے گولی تیز جاتے ہیں اسی طرح کشتی کو آبی قیامت طوفان بھی بہا لے جا رہا تھا لوگ بے بس تھے سب کا خدا ہی رکھوالا تھا۔

روز انہیویں واء کھلوتی ہوئی دُور غباری
دن چڑھیا جگ روشن ہویا گئی ہنیری ساری

کئی روز کے بعد ہوا رکی اور غبار دور ہوا جب دن نکلا روشنی ہوئی اور تمام اندھیرا ختم ہو گیا موسم صاف ہو گیا تھا۔

شاہزادے دے بیڑے اندر مرد رہے بچ ستر
اوھناں نوں بھی ہوش نہ کوئی مُردے نالوں بتر

شہزادے کے جہاز میں صرف ستر آدمی باقی بچے تھے باقی تمام لاپتہ تھے انہیں بھی کوئی ہوش نہیں تھا ان مردوں کی بھی بری حالت تھی۔

واندے: ظاہر۔ بتر: بدتر۔ دو ویہاں: چالیس۔

ایہ گل کہندے آکھن والے جنہاں خبر جہانوں
خوش آواز مچھی دا بہتا ہر جنسوں حیوانوں
ہک دوجے تھیں بہتر بولی وانگ سُروداں گاون
ایسا رنگ بنایا اوہناں سُن سُن ہوشاں جاون

جو جہاں دیدہ لوگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تمام حیوانون میں مچھلی بڑی خوش آواز ہے حیوانوں میں اس کی سب سے سریلی آواز ہے۔ ایک دوسرے سے اچھا بولتے تھے اور وہ سرود کی طرح تھے انہوں نے ایسا عجیب رنگ بنایا ہوا تھا کہ سننے والا ہوش کھو بیٹھا تھا۔

جدوں اُٹھاء آوازاں کیتا رنگ سُروودوں بنیاں
جُوہ جل اُٹھے تے پھر لگی اگ درختاں گھنیاں

جب وہ آواز کی تان کھینچتے اور ساز جیسے بجتے ایک الگ ہی نظارہ تھا پھر اچانک ایسے لگا جیسا کہ آگ نے تمام گھنے درختوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔

اگو اگ چوطرفی دِسے ٹاپو سارا سڑدا
ویکھ ہویا حیران شہزادہ خوف اندر وِچ وڑدا

اور علاقہ تمام جل رہا ہے ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے اور تمام ٹاپو ایک آگ کا سمندر بنا ہوا ہے شہزادہ یہ تمام دیکھ کر حیران ہوا اور اسے دل میں خوف آ رہا تھا۔

کرے دلیلاں یا رب سائیاں جے بچیوس اج خیری
فجرے کوچ کریساں ایتھوں مار نہ سُٹن ویری
فجر ہوئی تاں اوہ سبھ چیزاں پانی اندر چھپیاں
سبھو جائیں ثابت دِسن نہ سڑیاں نہ تپیاں

وہ سوچ رہا تھا کہ باری تعالیٰ میں آج خیریت سے رہا تو صبح یہاں سے کوچ کر جائیں گے کہیں یہ بلائیں ہمیں مار ہی نہ دیں۔ اور جب صبح ہوئی تو وہ تمام چیزیں پانی میں جا چھپیں اور تمام چیزیں بالکل ٹھیک تھیں کوئی چیز بھی خراب نہیں ہوئی تھی نہ کہیں راکھ نہ آگ کے نشان تھے۔

سیف ملوک درختوں لتھا ڈھونڈے نال حیرانی
نہ سجی نہ کولا کدھرے اگ دی نہیں نشانی
بہت حیران ہویا اس سِروں دہشت من وِچ آئی
یاراں نوں فرماون لگا چلو ایتھوں کر دھائی

سیف الملوک درخت سے اتر کر بڑی حیرانی سے تلاش کر رہا تھا نہ کہیں راکھ ہی تھی نہ کوئلہ اور نہ ہی کہیں کوئی آگ کی نشانی تھی۔ اس راز سے بہت حیران ہوا اور اس دہشت سے دل میں خوف آیا اپنے ساتھیوں کو کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلیے۔

مت کوئی آفت مار گواوے ناہیں جاء امن دی
بھلی صلاح اسانوں ایتھوں جلدی کوچ کرن دی
یاراں کہیا اُٹھ شاہزادے تابع اسیں امر دے
چڑھ بیٹھے مڑ بیڑے اُتے چلے طرف سفر دے

یہ جگہ محفوظ نہیں ہے کوئی چیز ہمیں مار ہی نہ ڈالے ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے جلد چلے جائیں یہی بہتر ہے۔ ساتھیوں نے کہا اے شہزادے اٹھو ہم تو آپ کی بات ماننے والے ہیں تمام بیڑوں پر سوار ہو گئے اور اپنا سفر شروع کر دیا۔

سُرود۔ راگ، گیت، باجا۔

جاں ٹاپو وچ لتھے ڈِٹھی جاء عجائب چنگی
خوب درخت اُتے خوش سبزی میوے رنگ برنگی
مٹھے تے خوشبوئیں والے کجھ کچے کجھ پکے
صفت اہناں دی رب نوں معلم کیہ بندہ کر سکے
پھلاں دا کجھ انت نہ آیا میوے باہر حسابوں
کجھ مٹھے کجھ رسیلے آہے لذت دار کبابوں

جب اس قطعہ خشکی میں پہنچے تو وہاں بہت اچھی جگہ تھی بڑے درخت نہایت ہرا بھرا علاقہ اور طرح طرح کے پھل تھے۔
بڑے میٹھے خوشبودار کچھ ابھی کچے تھے اور کچھ پکے ہوئے تھے ان کی خوبیاں تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے انسان کیا بیان کرے گا۔
بے شمار پھول تھے اور پھل میووں کا تو کوئی بیان ہی نہیں تھا ہر چیز بے حساب تھی کچھ میٹھے تھے کچھ رسیلے اور کچھ کبابوں سے بھی زیادہ لذیذ تھے۔

پستہ مغز منقہ کشمش کھوڑ انجیر باداماں
چلغوزے انگور خبانی نغزک ناز تماماں

پستہ مغز منقیٰ سوگی خروٹ انجیر اور بادام تھے چلغوزے انگور خوبانی چھوہارے انار تمام قسم کے میوے اور پھل تھے جن کے نام اور گنتی بہت مشکل ہے۔

توت شہتوت بٹنگ بھروہیاں آڑو سیئو ناکھاں
بیہی مرچ ہریڑ بہیڑے پیلاں کیہہ کجھ آکھاں

توت شہتوت بھروہیاں آڑو سیب ناشپاتی بہی مرچ ہریڑ بہیڑے پیلوں اور کیا کیا کہوں بے انداز پھل تھے۔ جن کے نام اور گنتی بہت مشکل ہے۔

سیو بیر بخارے آلو کھوپے گری چھوہارے
گوشے کیلے انب الوچے شفتالو پھگواڑے

سیو بیر آلو بخارہ کھوپرہ گری (ناریل) چھوہارے بگوگوشے کیلا آم آلوچہ شفتالو اور پھگواڑہ بھی تھا پھل کی بھرمار تھی۔

ہور وڈے ہک رکھ جنہاندے پتر وانگر روئی
میوے آدم دے سر وانگر اکھیں متھا چوئی

اور ایک بڑے درخت تھے جن کے پتے روئی کی طرح کے تھے اور ان کا پھل انسانی سر کی طرح اور ہو بہو چوٹی اور جیسے ماتھا ہو۔

رات پوے اس رکھ دا میوہ ہک ہک دھرتی جھڑدا
دیہنہ نکلے تاں ہسدا ہسدا پھیر رکھاں تے چڑھدا
آپو اپنی جائی لگن مول نہ تھاں وٹاندے
نالے راتیں انہاں رکھاں تھیں شعلے ہوون واندے
لگی اگ درختاں دے سردے وانگر رونواں
جیوں کے تیوں ہوون مڑ دیہیں نہ کوئی اگ نہ دھواں

جب رات ہوتی تو اس درخت کا پھل ایک ایک کر کے زمین پر گرتا اور جب دن طلوع ہوتا تو ہنستا ہنستا پھر درخت کے ساتھ جالگتا تھا۔
اپنی اپنی جگہ جالگتے مجال کہ کوئی اپنی جگہ تبدیل کرے اور رات کو ان درختوں سے شعلے نکلتے تھے جیسے آگ کے شعلے ہوں۔
درختوں کو آگ لگی ہوئی نظر آتی تھی اور تمام روئی کی طرح جلتے دکھائی دیتے اور دن کو بالکل درست ہوتے نہ کوئی آگ نہ دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔

نغزک: چھوہارے۔ وٹاندے: بدلتے۔ واندے: ظاہر۔

آئے تو انہیں پتہ چل سکے۔

جدھر مُنہ سر آیا اوتھوں پھیر اگیرے چلے
تھکے ماندے ٹُردے جاندے لنگھے تھاں کوُلے

جہاں جی چاہا جس طرف منہ ہوا اس طرف چلے اور آگے چلے گئے تھکے ماندے مرتے پھرتے چلتے گئے انوکھی جگہوں سے گزرے جو پہلے نہیں دیکھی تھیں۔

تبت شہر اندر ونج پوہتے لگے کرن نگاہاں
وڈا نگر عظیم ڈِٹھو نے اندر چلے اگاہاں

تبت شہر میں جا پہنچے اور نظریں اٹھا کر دیکھنے لگے کہ ہم اب کہاں آ گئے ہیں بڑا وسیع شہر دیکھا اور اسے دیکھتے ہوئے آگے تک چلے گئے۔

قید ہویا شاہزادہ اوتھے کُجھ نہ چلدا چارا
ناں اُوہ مارے جاون سارے نہ ہووے چھُٹکارا

شہزادہ وہاں قید کرلیا گیا اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا نہ تو وہ تمام مارے ہی جاسکتے تھے اور نہ ہی ان سے چھٹکارا حاصل ہوسکتا تھا۔

لے ٹُرے شاہزادے تائیں نالے اوہدیاں نفراں
عاشق بنن سکھالا ناہیں ویکھ عشقے دیاں سفراں

وہ شہزادہ اور اس کے خادموں کو بھی لے کر چل دیئے عاشق بننا کوئی آسان کام نہیں ہے ذرا عشق کے سفر پر بھی نگاہ ڈالیے۔

قلعہ بلند آہا وِچ ٹاپو خوب طرح دا چڑھیا
شاہ سلیمانؑ نبی چڑھایا لعل جواہر جڑیا

ٹاپو کے اندر ایک بڑا بلند قلعہ بڑا خوبصورت بنایا گیا تھا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرایا تھا اس پر بڑے بڑے لعل اور جواہر جڑے ہوئے تھے۔

مدت پا اوھناں تھیں پچھوں بوزنیاں نے ملیا
اس ٹاپو وِچ ہور کسے دا واہ نہ سی پھر چلیا

کچھ عرصہ بعد یہ بندروں کے قبضے میں آگیا تھا اس پر بندروں نے قبضہ جمالیا تھا اور اس جزیرے میں اور کسی کا چارہ نہ چل سکا تھا۔

باندر گھیر شاہزادے تائیں لے گئے اُس جائے
سیف ملوک قلعے وِچ وڑیا دم دم رب دھیائے

بندر شہزادے کو گھیر کر اس جگہ لے گئے تھے سیف الملوک جب قلعہ میں داخل ہوا تو ہر پل کے ساتھ اپنے خدا کو یاد کرتا تھا۔

بہتے بُرج قلعے دے آہے محکم چھت دیواراں
ہِک محل آہا وِچ سُندر وانگن باغ بہاراں

قلعہ کے برج بہت زیادہ چھت اور دیواریں بڑی مضبوط تھیں اس کے اندر ایک بہت خوبصورت محل اور باغ باغیچہ بھی تھا۔

موتی اَتے جواہر جڑیا چھجا چھت بنیرا
دیوے وانگن لاٹاں مارے جھلمل نُور چوفیرا

جواہر اور موتیوں سے جڑا ہوا اس کی چھت اور منڈیر بھی یہ چاروں طرف سے چراغ کی طرح روشن اور چمک رہی تھی۔

سیف ملوک شہزادے تائیں نالے اوہدیاں یاراں
ایس محلے اندر کھڑیا بوزنیاں سرداراں

سیف الملوک اور ساتھیوں کو بندروں کے سردار انہیں اس محل میں لے گئے جہاں سرداروں کی مرضی تھی وہ تو بے بس تھے۔

شاہزادہ جد پہتا اوتھے ڈِٹھا گھر یگاناں
ویہڑے صفے صفائی والے نالے تخت شہاناں

جب شہزادہ وہاں گیا تو اس نے وہ ایک انوکھا محل دیکھا بڑا صاف صحن اور ساتھ ہی شاہانہ تخت بھی موجود تھا۔

تخت اُتے ہِک بیٹھا سُندر خوب جوان دیداری
سوہنی صورت سوہنی دیہی سوہنی بھنّی ساری

تخت پر ایک نہایت خوبصورت دیکھنے کے لائق جوان بیٹھا تھا اس کے نین نقش جسم بڑا تندرست اور خوبصورت تھا۔

کالے وال زنجیری بدھے داہڑی سبزہ باغی
بھخدا مثل انارے دانے اکھیں لاٹ چراغی

زنجیر میں کالے بال اور داڑھی جیسے باغ کا سبزہ ہو انار کی طرح رنگ اور آنکھیں جیسے چراغ روشن ہو۔

سچی سبھی پوشاک شہانی شوکت شان زیادہ
سر تے تاج جڑاؤ دھریا نواں جوان شاہزادہ

سچی نہایت اچھی پوشاک پہنی ہوئی تھی اور سر پر موتیوں جڑا تاج رکھا ہوا تھا ہر طرح شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ تھا۔ اور بڑا خوبصورت جوان تھا۔

بھخدا۔ روشن۔ بھنّی۔ بنتر: ڈول۔

برسات برس رہی ہو۔

سیف ملوک شہزادہ گجے وانگن شینہ مریلے
پھرے چوفیرے دے دلیری مارن رن وچ بیلے

سیف الملوک شہزادہ خونی شیر کی طرح گرج رہا تھا چو گرد گھومتا جوانوں کو دلیری دیتا اور جوان برچھے مار رہے تھے۔

نیزہ مار کرے تن ریزہ سانگاں بھنن سانگاں
ڈھالیں اوپر وج وج بھجن سگساراں دیاں ڈانگاں

نیزہ مارا جسم ٹکڑے کرتا اور نیزے نیزوں کو توڑ رہے تھے ڈھالوں کے اوپر لگ لگ کر سگساروں کی لاٹھیاں ٹوٹ رہی تھیں۔

سگساراں نے غوغا کیتا آئے کر کے ہلا!
یار شہزادے دے سبھ کنبے آپ دلیر ہکلا

سگسار شور کرتے اور حملہ کر کے آتے تھے شہزادے کے تمام ساتھی کانپ اٹھے لیکن خود بہادر دلیر تھا کوئی خوف نہیں تھا۔

شاہزادے نوں جنبش چڑھیا یاراں نوں للکارے
پڑ وچ رہو کھلوتے دشمن ایہ مارے کہ مارے

شہزادے کو جوش آیا اور اپنے ساتھیوں کو للکارا میدان میں کھڑے رہو دشمن جلد مارے جائیں گے تھوڑے وقت کی بات ہے حوصلہ رکھو۔

سیف ملوک بہادر ایسا دیوتیاں سنگ لڑدا
دے مروڑ اروڑ جہیاں نوں کوئی نہ اگے چڑھدا

سیف الملوک ایسا بہادر تھا جو دیوؤں کے ساتھ بھی لڑنے سے نہیں گھبراتا تھا انہیں اروڑ شہزادے کی طرح مروڑ دیتا کوئی بھی اس کے سامنے نہ آتا تھا۔

حملے ویکھ شہزادے والے بہمن بہ من مارے
رستم رسم غلامی پھڑ کے آن سلام پکارے

حملے دیکھ کر بہمن بہادر جوان بیٹھ کر دل میں سوچتا رستم بہادر بھی رسم دیکھ کر غلام بن کر سلامی دیتا۔

سر سامے دی ہوش نہ رہندی جیوں سر سامے والے
زال زوال ہزیمت کولوں دھولے کردا کالے

سرسام کی بیماری والے کو دماغ میں ورم سے ہوش نہیں رہتی ہے اس کا سر اور دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح بہادر رستم کا باپ جس کا پیدائشی سر سفید تھا وہ شکست سے ڈرتے ہوئے اپنے بال کالے کر لیتا تھا۔

اسفند یار بناوے ڈھاہ کے اسفند یار جیہاں نوں
پھیر ایدوں مکھ موڑ فریدوں رکھے جان جہانوں

اسفند یار ایک بہادر بناوے گرا کر جن کو اسفند یار پھر وہ فریدوں کی طرف سے منہ موڑ کر زندگی چاہتے تھے مرنا نہیں زندہ رہنا چاہتے تھے۔

چھڈ لالچ لندھور شتابی شان لندھور نہ کردا
شاہزادے ول رکھ شیرینی بنے شاگرد ہنر دا

لندھور بھی جلد لالچ چھوڑ کر لندھور بھی شان نہ دکھاتا شہزادے کے سامنے شیرینی رکھتا اور اس کے ہنر کا شاگرد ہو جاتا۔

شاہزادے کر زور دلیری بھن دتا سگساراں
کھس لیے ہتھیار پوشاکاں خوب کرایاں ماراں

شہزادے نے دلیری اور اپنی طاقت سے ہی سگساروں کا زور توڑ دیا تھا ان کے ہتھیار وغیرہ چھین لیے تھے اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا تھا۔

کر کے زیر اوہناں نوں اوتھوں آپ ہوئے پھر راہی
جنگل باراں ہتے لنگھدے شیر جوان سپاہی

جب انہیں زیر کر لیا تو انہوں نے خود وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا اور وہاں سے کوچ کیا جنگل اور ویرانوں کو بہادر سپاہی عبور

سرسام: ایک بیماری جس سے دماغ میں ورم ہو جاتا ہے مریض کو ہوش نہیں رہتی ہے۔ شینہہ: شیر۔ زال رستم کے باپ کا نام تھا جس کے بال پیدائشی سفید تھے۔ سفید بالوں والا بوڑھا۔ زوال گھاٹا بھی۔

زنگی مار گوائے جانوں چوہاں اوپر چالی
سٹیں پھٹیں کئی تروڑے کیتے ہنے خالی!

شہزادے نے چوالیس زنگی حبشی جان سے مار دیئے تھے اور چھریوں اور ہتھیاروں سے زخمی کر دیئے تھے اور اعضاء توڑ دیئے تھے۔

شاہزادے دے لشکر وچوں اُٹھ بندے نقصانے
باقی دے رب ثابت رکھے اپنی وِچ امانے

شہزادے کے آٹھ ساتی موت کے منہ میں چلے گئے تھے باقی کے تمام رب جلیل نے اپنی رحمت سے بچا لیے تھے وہ بالکل صحیح سلامت تھے۔

مقولہ شاعر

جیوں ارمان رہیا شاہزادے ہائے میدان نہ لدھا
سبھ ہتھیار نہ مارے رَج کے زور نہ پھبیا ادھا

جیسے شہزادے کے دل میں حسرت رہ گئی تھی کہ افسوس میدان نہ ملا ہے سب ہتھیار نہیں آزمائے جا سکتے ہیں اپنے آدھے جوہر بھی نہیں دکھا سکتا ہوں اگر میدان ہوتا صورت اور ہوتی۔

اوس طرح افسوس اَسانوں ہوندا وقت ودھیرا
سیف زبان تے تیر قلم دا کردے گھاڑ گھنیرا

مجھے بھی اسی طرح افسوس ہے کہ اگر وقت زیادہ ہوتا میں بھی زبان کی تلوار قلم کے تیر سے اور زیادہ جنگ لڑتا لیکن وقت کی کمی ایسا نہیں کرنے دے رہی ہے۔

قصہ بہت لمیرا نالے ہور لڑائیاں اَگے
بہتی عمر نہ گذری نالے سارا زور نہ لگے!

قصہ بڑا طویل ہے اور آگے اور بھی بہت لڑائیاں ہیں ابھی اس کی عمر کتنی گزری تمام طاقت یہاں پر نہ خرچ کر دی جائے آئندہ آنے والے وقت کے لیے بھی چاہیئے۔

تیغ زبان رہن ترہائیاں رَج نہیں رَت پیون
بہت شرابی پیون اوڑک ماندے تھیون

زبان اور تلوار دونوں ہی پیاسی رہیں یہ نہ خون پی جائیں زیادہ خون خرابہ نہ کریں کیونکہ شرابی بہت شراب پیتا ہے نشہ اترنے کے بعد ناتواں نظر آتا ہے۔

کدھر رہیا گل محمدؒ کس پاسے اُٹھ وگوں!
زنگی تے شاہزادے والی کیوں کر ہوئی اگوں

اے محمد بخشؒ بات کس طرف رہ گئی ہے اور تو کس طرف بھاگ پڑا ہے اس زنگی سے شہزادے کا آگے کیا معالہ ہوا وہ بات بیان کروں۔

پکڑ لیا شاہزادہ اُنہاں نالے اس دے سنگی
ایہ بھکھے ترہائے تھوڑے بہتے آہے زنگی

انہوں نے شہزادے کو ساتھیوں سمیت پکڑ لیا اسے قید کر لیا کیونکہ یہ بھوکے پیاسے کم تعداد میں تھے اور حبشی بہت زیادہ تعداد میں تھے۔

ﷲ چھک لیا کر زورا چاء ٹاپو وِچ لایا
یاراں سنے شاہزادے تائیں شاہے کول پہنچایا

انہوں نے طاقت کے زور پر ٹلا کھینچ لیا اور ایک جزیرے میں لے گئے انہوں نے تمام ساتھیوں کے ہمراہ شہزادہ کو بادشاہ کے

ﷲ: تیرنے کیلئے باندھا گیا لکڑیوں کا گٹھا۔ زنگی: حبشی۔

رتو نال ہوون ہتھ رَتے چھالے بھر بھر بھسدے
کس کس نال کیتی گھٹ اس نے عشق لتھا گھٹ جس دے

خون سے ہاتھ سرخ ہوجاتے اور چھالے بھر بھر کر پھٹ جاتے
جس کا بھی عشق سے پالا پڑا اس نے کسی کے ساتھ کم نہیں کی ہے
سب کو رلایا ہے۔

جاں اُوہ بہت ہوئے درماندے زنگی تک تک ہسدے
سبھناں تبر ہتھاں وِچ دِتے لکڑیاں کم دسدے
پھڑ کے تبر گئے وِچ جوہے نہ کجھ عذر بہانے
چیرن لکڑیاں دن سارا کھڑن باورچی خانے

جب وہ بہت بے بس ہو گئے تو حبشی انہیں دیکھ کر ہنستے تھے اور تمام
کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں دیں اور لکڑیاں کاٹنے پر لگا دیئے۔
سب نے کلہاڑیاں پکڑیں اور جنگل کی طرف چل دیئے یہاں
کوئی عذر تو چل ہی نہیں سکتا تھا تمام دن لکڑیاں کاٹتے اور لا کر
باورچی خانے میں دے دیتے تھے۔

رات پئے تاں چکی جگڑن مر مر پیہندے دانے
ایسے طرح عذاباں اندر چالی روز وہانے

جب رات ہوتی تو چکی پینے پر لگا دیتے اور دانے پیتے رہتے
اور اسی عذاب میں چالیس دن گزر گئے دن رات کوئی آرام
نہیں تھا۔

سیف ملوک شہزادہ اِک دن یاراں نوں فرماندا
یارو جے سو برس اینویں ہی کریئے کم لیہناں دا
پھر بھی نہیں خلاصی کردے آؤ نس کھلوئیے
دھرتی تے نہیں نسن دیندے دریا اندر پوئیے
ایہہ صلاح پسند تماماں کیتی نال ارادے
کہندے آفریں ہزاراں عقل تیری شاہزادے

سیف الملوک ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا اے ساتھیو
اگر ہم یہاں سو برس بھی ایسے ہی کام کرتے رہیں گے۔
پھر بھی یہاں سے رہائی نہیں ملے گی آؤ یہاں سے بھاگ چلیں
یہ زمین پر نہیں بھاگنے دیں گے دریائی راستہ اختیار کریں۔
یہی صلاح تمام دوسروں نے پسند کرلی اور عمل کے لیے تیار
ہو گئے اور کہتے کہ آفرین ہے تمہاری عقل پر اے شہزادے۔

شاہزادے ہک یاراں وچوں پاس زنگن دے گھلیا
جو کجھ مکر فریب پڑھایا دین سُنیہا چلیا!
جا کہندا اُس زنگن تائیں مَیں گھلیا شاہزادے
کہیوس کرو زہیر نہ سانوں اوکھے ہوئے زیادے
جو کجھ خواہش تیری ہوسی سویو مَیں بھی منساں
فرق نہ کرساں حکم تیرے وِچ تابع تیری بنساں
تیر تبر تلوار کماناں دیہہ ہتھیار اسانوں!
دس دن ہور گزار مِلاں گے طلب شکار اسانوں

شہزادے نے ایک آدمی حبشن کے پاس بھیجا اور اسے جو بھی
مکروفریب بتایا تھا وہ اسے پیغام دینے کے لیے چلا گیا۔
اس نے اس حبشن سے جا کر کہا کہ مجھے شہزادے نے بھیجا ہے کہ
ہمیں اتنا زیادہ تنگ نہ کیا جائے ہم بہت پریشان ہیں۔
جو تمہاری خواہش ہوگی وہ ہی میں مان لوں گا جو کچھ تو کہے گی میں
اس پر عمل کروں گا میں تیرا مطیع ہو کر رہوں گا اور فکر نہ کرو۔
ہمیں تیر تلواریں اور کمانیں دی جائیں ہم شکار کرنا چاہتے ہیں
اور تمہیں دس دن بعد ملوں گا اب ہمیں شکار کا شوق ہے۔

تبر: کلہاڑے۔ زہیر: پریشان۔ غمگین۔

کر دیئے۔

جاں اوہ اُڈن اُتے ہویاں شاہزادے کر ہمت
پکڑے پیر اوہدے بہوں تکڑے اُڈیا اوہ لاقوت

جب وہ اڑنے ہی والا تھا تو شہزادے نے ہمت کر کے اس کے پاؤں کو پکڑ لیا اور وہ پرندہ اڑ گیا۔شہزادہ اس کے پاؤں کے ساتھ جا رہا ہے۔

شاہزادے دا بھار اُس پنکھی لگھے جیڈ نہ جاتا
اڈ ہوائے اندر جاندا چھڈ زمین دا حاطہ
کئی پہاڑاں اُتوں لنگھیا کئی ٹاپو دریاواں
اِک جنگل وِچ آیا اگوں وڈا درخت اُچاواں
بیٹھ اُوہدے جا بیٹھا پنکھی پیر شہزادے چھڈے
چھڈن سار گیا چُھپ اوتھے جھنگڑ آہے وڈے
اس پنکھی دا نام کتابیں کوہ پیکر کر کہندے
اوتھے سن دو بچے اُس دے رُکھے اُتے بہندے
جاں پنکھی چڑھ رُکھ تے بیٹھا شاہزادہ کیہ تکدا
باشک ناگ کوہ قافوں ڈھلیا آیا واؤ پھکدا
کوہ پیکر نے بچے اپنے جنگل وِچ چھپائے
آپ لڑائی اس دی کارن آ ہتھ پیر ہلائے

شہزادے کا بوجھ اس پرندے نے ایک تنکے کے برابر بھی نہ سمجھا تھا اور وہ زمین کو چھوڑ کر ہواؤں میں اڑتا جا رہا تھا۔
کئی پہاڑ کئی دریا اور کئی جزیرے وہ پار کر گیا ایک جنگل میں بڑا درخت بڑا اونچا تھا بہت کوئی پرانا درخت تھا۔
اس کے نیچے جا کر وہ پرندہ بیٹھ گیا اور شہزادے نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور چھوڑتے ہی جھاڑیوں میں چھپ گیا۔
اس پرندے کا نام کتابوں میں کوہ پیکر لکھتے ہیں اس درخت پر اس کے دو بچے بیٹھے تھے وہاں اس کا بسیرا تھا۔
جب وہ پرندہ درخت پر بیٹھ گیا تو شہزادہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک باشک ناگ کوہ قاف کی چڑھائی سے اترا اور ہوا کھاتا ہوا آیا۔
کوہ پیکر نے اپنے بچے جنگل میں چھپا دیئے اور خود ناگ سے لڑائی کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

کوہ پیکر دے رُکھے اُتے باشک نانگ آ چڑھیا
پنکھی کوہ پیکر بھی اگوں تکڑا ہو کے لڑیا!
کیتا جنگ نسنگ دُوہاں نے مارے چنگ پکھیروں
سپ کل مار انگیار موہیں تھیں مارے ہو چوفیروں

کوہ پیکر کے درخت پر ناگ چڑھ گیا اور کوہ پیکر بھی اس سے لڑائی کرنے کے لیے تیار ہو گیا ناگ پر وار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔
دونوں میں لڑائی چھڑ گئی پرندہ اسے اپنے پنجے اور چونچ مارتا اور سانپ اپنے منہ سے آگ کے شعلے اگلتا تھا اس کے منہ سے آگ کے چنگارے نکلتے تھے۔

پنکھی چھڑیاں مارے چھڑیاں اس بھی جو ہیں چھڑیاں
چنج چلائے منبع چوائے پنج پنج جائی پڑیاں!
ناگ نہ جاوے بھاگ زور آور لاگ زہر دے ڈلوں
مارے ڈنگ فرنگ کمائے تنگ کرے اس گلوں

پرندہ صرف خالی چھڑیاں مارتا تھا کیونکہ اس نے بھی دنیا پھری ہوئی تھی گردن اٹھانا چونچ چلانا پانچ پانچ جگہوں پر پڑتا تھا۔
ناگ طاقت ور بھاگتا نہیں تھا وہ بہت زہریلا تھا ڈنگ مارتا یورپین کی طرح کرتا اس بات سے پریشان کر رہا تھا۔

چھڑیاں: خالی، صرف۔جُوہ: زمین۔فرنگ، یورپ، انگریز۔

ہور درندے اَتے چرندے ملدے ودھ حسابوں
سیف ملوک نہ رتی ڈردا مست پریم شرابوں
گورے پی شراب برانڈی توپوں مول نہ ڈردے
جنہاں شوق صراحی پیتے بھوکس تھیں اُوہ کردے
ہتھوں ڈرن شاہزادے کولوں آدم شیر بلائیں
جھال اقبال کمال اُوہدے دی ناہی ہائیں مائیں
عاشق عالم مرد زور آور نالے سی شاہزادہ
خوش آوازے برق اندازے نالے حُسن زیادہ
نیا جوان شجاعت بھریا ہتھ سخاوت والا
دانشمند پوشاکے ولوں دسدا مرد اُجالا
اینہاں صفتاں وچوں جیکر ہِک کسے وچ ہووے
اُس تے بھی کوئی پے نہ سکدا دِل کر جدوں کھلووے
ہِک ہِک صِفت اوھناں تھیں آہی خاصے سائے والی
جس وِچ ایہ تمامی ہوون اس دا سایہ عالی
عاشق اَگے تابع ہوون جیو جنتر صحرائیں
توڑے کر اکٹھیاں رکھے بکریاں شینھ گائیں
مجنوں کول پہاڑے اُتے ہر دم بیٹھے سُتے
شینھ بگھیاڑ برڈے گدڑ رہندے آہے کُتے
جس نوں آکھے آون دیون کول اُوہدے بہ جاوے
دُوروں موڑ ہٹاون پچھے جیہڑا اُوس نہ بھاوے
تاہیں سیف ملوکے تائیں آفت کوئی نہ مارے
سر نیواں کر چلن اگوں جس وَل نظر گزارے
اس جنگل وِچ ٹُردے ٹُردے کتنے روز لنگھائے
ہک دن فجرے شہر چبارے دُوروں نظری آئے

اور چرند درندے بے حساب تھے اور سیف الملوک کو ان سے ذرا بھی ڈر نہیں تھا وہ تو اپنے عشق کے نشے میں مست تھا۔

انگریز جب برانڈی شراب پی لیتے ہیں توپوں سے نہیں ڈرتے تو جنہوں نے عشق کی صراحی ہی پی لی ہو انہیں کس کا ڈر رہتا ہے۔

بلکہ شہزادے سے آدم خور شیر بھی ڈرتے تھے اس کے مقدر اور اس کے عروج کی تاب لانا ہر ایسے تیسے کے بس کی بات نہیں تھی۔

عاشق اور عالم اور باہمت اور شہزادہ بھی تھا خوش آواز اور نہایت حسین اور بجلی کی طرح چمکارے تھے۔

نوجوان بہادر دلیر اور سخی بڑا دانش مند اچھا لباس سے بڑا شوکت شان والا انسان دکھائی دیتا تھا۔

ان صفات میں سے اگر کسی میں ایک بھی ہو تو اسے بھی کوئی ہرا نہیں سکتا ہے جب وہ دلیری کر کے کھڑا ہو جائے۔

ان میں سے ایک ایک خوبی بڑی زبردست تھی اور جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہوں اس کا تو مرتبہ ہی بڑا بلند ہوتا ہے۔

عاشق کے آگے تو تمام مخلوقات اور ریگستان بھی اس کے مطیع ہو جاتے ہیں بے شک وہ گائیں بکریاں اور شیر اکٹھے کر کے رکھے۔

مجنوں کے پاس پہاڑ کے اوپر ہر وقت اکٹھے سوئے رہتے تھے شیر بھیڑیے لومڑ گیدڑ اور کتے اکٹھے رہتے تھے۔

جسے وہ کہتا تھا اسے وہ آنے دیتے تھے اس کے پاس بیٹھ جائے اور جسے وہ نہیں چاہتا تھا اسے دور سے ہی ہٹا دیتے تھے۔

تب ہی سیف الملوک کو بلائیں مارتی نہیں تھیں جس کی طرف منہ کرے وہ آگے سے سر جھکا کر چلتی تھیں اس کے سامنے نظر بھی نہ اٹھاتے تھے۔

اس جنگل میں چلتے ہوئے کتنے روز گزار دیئے اور پھر ایک دن شہر اور چبارے دور سے نظر آئے تھے۔

بھو: ڈر، خطرہ، خوف۔ ہائیں مائیں: ایسے ویسے۔

نالے شکر بجا لیاوے نالے سی بھو کھاندا!
خبر نہیں کیہ لکھیا ملسی ہوگ ایہہ شہر کنہاں دا

خدا کا شکر بھی کرتا اور ساتھ ہی ڈرتا بھی تھا پتہ نہیں آگے تقدیر کیا کرے گی یہ شہر کن کا ہے یہاں کون ہوں گے کیا بنے گا۔

ٹردا ٹردا نیڑے آیا آ پہتا دروازے
ڈٹھا شہر وڈا بے حدا باغ چوفیری تازے

سیف الملوک چلتا دروازے پر آ پہنچا دروازہ بالکل قریب اس نے دیکھا بہت بڑا شہر ہے اور اس کے چاروں طرف بڑے خوبصورت باغ لگے ہوئے ہیں۔

ہر ہر جائی نہراں وگن پُھلّے پُھل ہزاراں
ڈاہل اُڑا زمیں پرآندے میوے سیب اناراں

جگہ جگہ پانی نہریں بہہ رہی ہیں اور پھلوں نے اپنے بوجھ سے شاخوں کو جھکا کر زمین کے ساتھ لگا دیا ہوا ہے شاخیں پھلوں میں لدی ہوئی تھیں۔سیب اور انار ہیں۔

خوب طرح دی رونق باغیں زینت زیب تمامی
چوک اراک بنے وِچ عمدے خاصے حجرے عامی

باغوں میں ہر طرح رونق تھی باغ خوبصورت دکھائی دے رہے تھے بڑے ترتیب سے لگائے گئے تھے ان میں چورستے اور چوک بنے ہوئے تھے بڑے خوبصورت عام اور خاص حجرے تھے۔

سبھنیں گلیں باغ چنگیرے آدم وِچ نہ کوئی
فکر پیا جو سُجھ دی آہی شاید اوہو ہوئی!

باغوں میں ہر خوبی تھی ہر طرح سے خوبصورت تھے لیکن ان میں کوئی بندہ نظر نہیں آ رہا تھا شہزادہ فکرمند ہوا کہ جو میں سوچ رہا تھا شاید وہی بات ہوگئی ہے۔

آدم باہجوں دھرت نہ سوبھے زیب زمیں دا ایہا
جس باغے وِچ جنس نہ دِسّے اوتھے بہناں کیہا

انسان کے بغیر زمین کی سجاوٹ نہیں ہوسکتی ہے صرف انسانوں سے زمین اچھی لگتی ہے جس باغ میں کوئی اپنی جنس نظر نہ آئے وہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے۔

شاہزادہ لنگھ گیا اگیرے باغاں وِچ نہ اڑیا
شہرے دے دروازے پوہتا لوڑے اندر وڑیا

شہزادہ باغوں میں ٹھہرے بغیر آگے گزر گیا اور شہر کے دروازے پر پہنچ گیا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے اندر کیسے داخل ہوا جائے۔

رفتن شہزادہ در شہر زناں وعاشق شدن شاہ زناں ورفتن شہزادا از انجا بوادی سہمناک

کیہ تکدا دروازے اُتے بیٹھے چالی بندے
زینت زیور لگی سبھناں سونے موتی سندے

کیا دیکھتا ہے کہ دروازے پر چالیس بندے بیٹھے ہوئے ہیں سب لباس اور زیر پہنے ہوئے ہیں اور بڑے سجے ہوئے

اُڑا: جھکا کر۔ سُجھدی: نظر آتی۔

ناریں کھٹن ناریں کھاون ناریں سبھ کم چائے
اوہو خریدن اوہو ویچن خوب بازار سہائے

عورتیں ہی کماتیں تھیں عورتیں ہی کھاتیں تمام عورتیں ہی کرتی تھیں وہی خریدتیں وہی فروخت کرتی تھیں بازار نہایت سجے ہوئے تھے۔

ہک ڈھیاں ہک وڈیاں ناریں ہکناں خوب جوانی
ہک ہکاں دی صورت وافر تارے جیوں آسمانی
ہر ہک عجب جمال شہزادہ تکدا جاوے کُھلا
ثابت عشق پری دا آہا یار دلوں نہیں بُھلا

ایک جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں اور کچھ خوب جوان عورتیں تھیں ایک سے ایک حسین جیسے آسمان کے ستارے ہیں۔
ہر ایک انوکھا حسن شہزادہ دیکھتا جاتا تھا کوئی حسینوں کی کمی نہ تھی لیکن وہ پری کے عشق میں ثابت قدم تھا اس نے اپنے محبوب کو دل میں بسا رکھا تھا۔

جس دِل اندر عشق سماناں اُوس نہیں پھر جاناں
توڑے سوہنے ملن ہزاراں ناہیں یار وٹاناں!
غزنی دے سلطان ہزاراں سوہنے آہے گولے
وال ایاز نفر دے اُتوں سبھناں تائیں گھولے

جس دل میں عشق ایک دفعہ بسیرا کر لے وہ کبھی جاتا نہیں ہے بیشک ہزاروں حسین ملیں لیکن وہ اپنا محبوب نہیں بدلتا تھا۔
سلطان محمود غزنوی کے پاس ہزاروں خوبصورت غلام تھے لیکن وہ ایاز غلام کے ایک بال سے سب کو قربان کر دیتا۔

چنوں روپ زیادہ دن تے ویکھ چکور نہ پھردا
بھانبڑ بلدے ویکھ پتنگا دیوا چھوڑ نہ کردا

دن میں چاند سے زیادہ روشنی ہوتی ہے لیکن اسے دیکھ کر چکور باز نہیں آتا وہ چاند ہی کا عاشق ہے پتنگ آگ کا الاؤ دیکھ کر دیا چھوڑ کر اس کی طرف نہیں جاتا ہے۔

لیلیٰ نالوں گوریاں گُڑیاں مجنوں نوں دس چکے
اس تے جان کرے قربانی ایہناں وَل نہ تکے
لوہا پتھر مقناطیسے اُٹھ ملدا کر دھائی!
موتی ہیرے ویکھ نہ اُٹھدا قیمت رنگ صفائی
پیلا منکا نیڑے کھڑیئے ککھ اس نوں اُڈ ملدے
لعلاں نال نہیں اُڈ چمڑن راہ نیارے دِل دے
یار کمینہ جس دِل پُڑیا چنگا ویکھ نہ بُھلدا
جس دا سبھ تھیں بہتر ہووے سوکیوں دَر دَر رُلدا

لیلیٰ سے حسین لڑکیاں بھی مجنوں کو دکھا چکے تھے لیکن اسی پر جان قربان کرتا تھا کسی دوسری کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔
لوہا مقناطیس کو دیکھ کر بھاگ کر اس کے ساتھ جا ملتا ہے وہ موتی ہیروں کی خوبصورتی دیکھ کر بھی اس طرف نہیں جاتا ہے۔
زرد منکا قریب کیا جائے تو تنکے اٹھ کر اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور لعل جواہر کے ساتھ نہیں چمٹے محبت کے راستے الگ ہیں۔
بے شک کمینہ یار بھی جس دل کو اچھا لگ گیا ہو وہ اچھا دیکھ کر اسے نہیں بھولتا ہے اور جس کا سب سے اچھا ہو وہ کیسے در در رلے گا۔

حرص مجازی شہوت بازی جس اندر وِچ ہوندی
ہر اِک صورت اُجلی تک کے پئی طبیعت بھوندی

جس دل میں دنیاوی نفسانی خواہش ہوتی ہی اس کی ہر خوبصورت صورت کو دیکھ کر نیت بدل جاتی ہے وہ سچا نہیں ہوتا۔

روپ: حُسن، خوبصورتی۔ پڑیا: اچھا لگا۔ سو: وہ۔

جس سر سرّ عشق دا اوتھے شہوت مول نہ وسدی
جس دِل حُب سجن دی اس وِچ حُب نہیں ہر کس دی

جس سر میں عشق کا راز پوشیدہ ہو وہاں نفسانی خواہش بالکل نہیں رہتی ہے۔ جس دل میں اپنے محبوب کی محبت ہو اس میں ہر کسی کی محبت نہیں رہتی ہے۔

اگ نہ ساڑے ککھ جنہاں تے رحمت بدلی وسدی
اینویں صدق نہ ہار محمدؒ ویکھ طبیعت ہسدی

آگ ان کا ایک تنکا بھی نہیں جلا سکتی جن پر رحمت کی بدلی برستی ہے اے محمد بخشؒ ایسے یقین نہ توڑ کر طبیعت ہنستی دیکھ ایسے نہ بھول جا۔

شہوت باز مجاز حرص دے ناز نیاز نہ جانن
راز گواون باز نہ آون ہتھوں باز رنجانن

دنیا اور نفسانی خواہشات کا لالچی کسی کا ناز نیاز اور احسان نہیں جانتا ہے انہیں قدر نہیں ہوتی راز کبھی کھول دیتے ہیں باز نہیں آتے اور ہاتھ میں ہی باز ناراض کر لیتے ہیں۔

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں!

اے باری تعالیٰ مجھے کامل حقیقی عشق عطا کر دے میں غیر سے منہ پھیر لوں ایک ہی جانوں ایک ہی دیکھوں اور ایک کو ہی تلاش کروں کسی غیر کی طرف نہ جاؤں۔

آوے مستی جاوے ہستی بُھلے شکل پرستی
پیر اکسیر گھتے ہو سونا ایہ کٹھیالی جستی

اس عشق کی ایسی مستی آ جائے کہ مجھے اپنی ہستی بھی بھول جائے اور صورت کی پوجا بھی بھول جائے پیر کامل نایاب بنا کر سونا بنا دے یہ تو جستی کی بھٹی ہے۔

کدھر رہیا گھاٹ محمد کدھر آئیوں تر کے
قصہ سدھا صاف سنائیں خوب سنبھالا کر کے

اے محمد بخشؒ اصل کام کدھر رہ گیا ہے اور تو چل کر کدھر آ گیا ہے قصہ سیدھا صاف سناؤ اچھی سوچ سمجھ اور سنبھال کے ساتھ اسے تحریر کرو اپنی کوشش کرو۔

سیف ملوکے شہر ملک دا کیتا سیر بھلیرا
ڈِٹھا ہک وچکار شہر دے گنبد بہت اُوچیرا
چوٹی اُچی چنے توڑی پیر زمین پر پکے
رنگ صفائی نظر نہ ٹھہرے سورج مثل چمکے

سیف الملوک نے اس شہر اور ملک کا خوب سیر کیا اور شہر کے عین وسط میں ایک بہت اونچا گنبد دیکھا جو کہ بہت ہی بلند تھا۔ اس کا سر چاند کے ساتھ لگا نظر آ رہا تھا اور پاؤں محکم زمین پر تھے اس کے رنگ اور صفائی کی طرف نظر نہیں ٹھہرتی تھی اور وہ سورج کی طرح چمک رہا تھا۔

شیشے پُھل زر دوزے تارے اَنبر جیسا گردا
اوہ قائم سی دینہاں راتیں اَنبر ہتھوں پھردا
جیونکر انبر اُتے کردے گردش برج ستارے
کہن نجومی اُوس گردش تھیں ظاہر ہون پسارے

شیشے زرد پھولوں کے تارے اور اس کا چوفیرہ آسمان جیسا تھا اور وہ اپنی جگہ پر قائم تھا لیکن آسمان دن رات گھومتا رہتا ہے۔ جس طرح آسمان پر برج اور ستارے گردش کرتے ہیں نجومی کہتے ہیں کہ اس گردش سے تمام راز کھلتے ہیں اسی سے دنیا کا نظام چلتا ہے۔

کٹھیالی: بھٹی۔ اَنبر: آسمان۔ گرد: چاروں طرف۔

اس وِچ بھی اِک آہا یارو گُجھا سِرّ اجیہا
اوہ بھی آکھ سناساں اَگے جے دم زندہ رہیا

اس میں ایک ایسا ہی پوشیدہ راز تھا وہ بھی آگے سناؤں گا اگر زندگی نے ساتھ دیا آپ کو اس بارے بتاؤں گا۔

اُوس گنبد دے اندر آئے بی بی تے شاہزادہ
سیف ملوک ڈِٹھا وِچ چشمہ پانی بہت کُشادہ

اس کے اندر وہ بی بی اور شہزادہ آئے سیف الملوک نے اس میں چشمہ دیکھا اس میں بہت زیادہ پانی تھا وہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔

نہ ٹھنڈا نہ تتا بہتا شیر گرم اُوہ پانی
چمکن ہارا جیونکر پارا صاف شکل من بھانی

پانی زیادہ ٹھنڈا نہ تھا اور نہ ہی زیادہ گرم تھا بس نیم گرم تھا۔ وہ پارے کی طرح چمک رہا تھا اور بڑا صاف دل کو اچھا لگتا تھا۔

تھوڑی تھوڑی نظری آوے گرم ہواڑ نکلدی
اِیوں معلوم ہووے جیوں مُٹھی ہیٹھ ہوندی اگ بلدی

اس میں تھوری تھوڑی گرم بھاپ نکلتی دکھائی دیتی تھی اس طرح معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے نیچے ہلکی آنچ جلائی گئی ہے۔

سیف ملوک بی بی تھیں پچھیا کیسا ہے ایہہ پانی
کیہہ کجھ صفت اہدے وِچ بی بی دسیں کھول کہانی

سیف الملوک نے اس بی بی سے پوچھا اے بی بی یہ کیسا پانی ہے اے بی بی اس میں کیا خوبیاں ہیں ذرا وضاحت سے بیان کریں۔

بی بی کہیا سُن شہزادے ایتھے مرد نہ ملدا
جاں ایہہ کُڑیاں بالغ ہوون مطلب لوڑن دل دا

بی بی نے کہا اے شہزادے سنو یہاں کوئی مرد نہیں ہے جب یہ لڑکیاں بلوغت کو پہنچتی ہیں انہیں ان کا مطلب چاہئے ہوتا ہے۔

شہوت آن کرے جد غلبہ اس چشمے وچ نہاون
لذت مرد زنانی والی پانی وچوں پاون

جب شہوت ان پر غلبہ کرتی ہے تو یہ اس چشمہ میں نہاتی ہیں تو انہیں عورت اور مرد والی لذت اس میں سے آتی ہے۔ مل جاتی ہے۔

نالے حمل انہاں نوں ہوون پیدا ہوون دھیاں
حکم ربے دے نال ایہ صفتاں اس پانی وِچ پئیاں

ساتھ ہی انہیں حمل بھی ٹھہر جاتا ہے اور بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہیں قدرت الٰہی نے اس پانی میں یہ خوبیاں ڈالی ہیں۔

سُن کے گل عجائب منہ تھیں شاہزادہ فرمائے
واہ وا قادر قدرت والا جس ایہہ کھیل بنائے

یہ عجیب بات سن کر شہزادے نے اپنی زبان سے کہا واہ سبحان اللہ اے قادرِ قدرت جس نے کھیل بنائے ہیں اس کے راز ہی نیارے ہیں۔

پھر شہزادہ بی بی تائیں کہندا کر تاکیداں
بی بی ایہہ دن پاس تساڈے گذرن وانگن عیداں

پھر شہزادہ اس بی بی کو بڑی تاکید سے کہنے لگا اے بی بی یہ جتنے دن میں نے آپ کے ساتھ گزارے ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے عید کے دن گزرے ہوں۔

پر جس دے عشق رُلایا مینوں کڈھ گھراں تھیں آندا
لوڑاں اُس نوں مطلب میرا وقت وہاندا جاندا

لیکن جس کے عشق نے مجھے رلایا ہے گھر سے نکال کر لایا ہے اس اپنے مطلب کو تلاس کروں وقت گزرتا جا رہا ہے میں اسے تلاش کروں۔

عشق بدیع جمال پری دے دسیاں جائیں سانوں
دیہو پتے نشانی اس دے جے کجھ خبر تسانوں!

بدیعہ جمال پری کے عشق نے ہی ہمیں یہ جگہیں دکھائی ہیں اس کا کوئی پتہ نشان بتاؤ کیا تمہیں کوئی اس کی خبر ہے۔

ہواڑ: بھاپ۔ وانگن: طرح۔ وہاندا: گزرتا۔

باغ اِرم کوئی دیس سُنیندا اوتھے اُس دا ڈیرا
کدھرے ہووے تساں مت معلم اُوہ مکان بھلیرا

سنا ہے باغ ارم کوئی ملک ہے وہاں وہ رہتی ہے وہاں اس کا قیام ہے کہیں آپ کو اس کا پتہ ہو وہ کہاں ہے کس جگہ واقع ہے۔

بی بی کہیا سیف ملوکا نام رُسنے ایہہ تیں تھیں
باغ اِرم بدیع جمالوں خبر پچھیں کیہ میں تھیں

بی بی نے کہا اے سیف الملوک ہم نے یہ نام تم سے سنے ہیں بدیع جمال کے بارے میں ہم سے کیا پوچھتے ہو ہمیں اس بارے کچھ معلوم نہیں ہے۔

اس ولایت ساڈی اندر باغ ارم دا ناواں
نڈھی وڈی کوئی نہ جانے خبر کتھوں مَیں پاواں

اس ہمارے ملک میں باغ ارم نام کی کوئی جگہ نہیں ہے ہر کوئی چھوٹی بڑی اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہے کسی کو اس کا پتہ نہیں ہے۔

نام بدیع جمال پری دا اُوہ بھی تُدھ سنایا
اگے اتنی عمرے اندر سُننے وِچ نہ آیا

بدیع جمال پری کا نام ہم نے تمہارے سے ہی سنا ہے پہلے اتنی عمر میں ہم نے یہ نام آج تک نہیں سنا ہے نہ ہی کسی نے بتایا تھا۔

نہیں سنی کوئی صفت اُنہاں دی نہ کوئی گل کہانی
اینویں آکھ خلاف شاہزادہ دس کدھر میں پانی

نہ ہی اس کے بارے میں کوئی سنی ہے اور ایسے ہی تمہیں جھوٹی بات کیسے کہہ دوں جب کہ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

ست دہاڑے رہیا شہزادہ نال بی بی رنگ رتا
اوہناں عیشاں موجاں اندر پھیر آہا دِل تتا

شہزادے نے یہاں سات روز قیام کیا اور بی بی نے اس کی خاطر تواضع کی ان موجوں اور عیش میں پھر دل پریشان تھا۔

رو رو عرض کرے رب سائیاں میل میرے دلبر نوں
اُس بن عیش نہ بھاوے کوئی کراں قبول سفر نوں

خداوند کریم سے رو رو کر دعا کرتا اے میرے مالک مجھے میرا دلبر ملا دے اس کے بغیر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے میں سفر کرنا قبول کروں گا۔

اٹھویں روز منگے پھر رخصت ٹُور مینوں ہُن رانی
جتول قدم لکھے میں دیواں چُگاں دانہ پانی!

پھر آٹھ دنوں کے بعد سیف الملوک نے بی بی سے رخصت چاہی اور کہا کہ اے بی بی اَب مجھے جانے دیجئے اگر قدرت نے جہاں لکھا ہے میں قدم دوں اور اپنا دانہ پانی کھاؤں پیوں۔

جاں جاں ساس نہ آس گواواں پاس سجن دے لبھاں
یا ملساں یا مرساں تائیں ہو نچلا بہساں

جب میں زندہ ہوں امید نہیں توڑوں گا یہی آس کے اپنے محبوب کے ساتھ رہوں یا تو اسے حاصل کرلوں گا یا مر جاؤں گا تب ہی اس کی تلاش ختم ہوگی۔

ترساں نیر سمند نہ ڈرساں جاں جاں توڑی سرساں
ہمت کرساں مول نہ ہرساں ملنے باجھ نہ جرساں

میں سمندر کے پانی میں بھی تیرنے سے بالکل نہیں ڈروں گا جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہمت کروں گا نہیں مانوں گا اور اس

سرساں: جہاں ہوسکا۔ جرساں: برداشت کروں گا۔

کے ملنے تک میں برداشت نہیں کرسکوں گا۔

بی بی کہیا سیف ملوکا بہت تکی تدھ سختی
پھر ہن رب خوشی وِچ آندوں کیوں لوڑیں بدبختی

اس بی بی نے کہا اے سیف الملوک تو نے بہت سختی برداشت کی ہے اور ابھی رب تعالیٰ تجھے خوشیوں میں لایا ہے تو کیوں اپنی بے نصیبی تلاش کر رہے ہو۔

راج حکم کر بیٹھا ایتھے تیرے سبھ سلامی
مَیں بھی نوکر ہوساں تیری دعویٰ پکڑ غلامی

یہاں بیٹھ کر حکومت کرو میں بھی تیرے ماتحت تیری خدمت گار رہوں گی میں تمہارے کہے پر چلوں گی تمہاری غلام بن کر رہوں گی۔

ہر اِک نار ایتھے جیوں پریاں چنن جیہی دیہی
جیہڑی چاہسیں حاضر ہوسی پھر ایہ خواہش کیہی

ہر ایک عورت یہاں پری جیسی حسین ہے اور چنن جیسا جسم رکھتی ہے جس کی تو طلب کرے گا وہی حاضر ہو گی تو پھر تمہیں ایسی کیا ضرورت ہے۔

سیف ملوک کہیا سُن بی بی تدھ جاتا کیہ رُکھا
تخت ولایت چھوڑ بدیسیں پھراں رناں دا بُھکھا

سیف الملوک نے کہا اے بی بی سنو تم نے جاناں ہے کہ یہ ایسے ہی بے وفا عاشق ہے میں شاہی ملک چھوڑ کر پردیس میں عورتوں کا بھوکا پھر رہا ہوں۔

حوراں پریاں ناریں تک کے یار ولوں نہیں ہٹساں
دوئے جہان لبھن بن یاراں موڑ پچھاہاں سٹساں

حوروں اور پریوں جیسی عورتیں دیکھ کر بھی اپنے محبوب کی تلاس سے باز نہیں آؤں گا دونوں جہان بھی اپنے محبوب کے بغیر کسی کام کے نہیں ہیں۔

بی بی جاتا سچا پکّا عاشق ہے دلبر دا
جھلے غم صنم دی خاطر عیشاں چت نہ دھردا

بی بی نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے محبوب کا پکا اور سچا عاشق ہے یہ اپنے محبوب کی خاطر دکھ غم برداشت کر رہا ہے اور خوشیاں ٹھکرا رہا ہے۔

لگی چھک اُوداسی ہویا مول نہیں اس رہناں
رخصت کریئے جتول جاندا کاہنوں مڑ مڑ کہناں

اسے اس کی کشش ہے یہ اداس ہو گیا ہے اس کو ہرگز نہیں رہنا ہے اسے وداع کریں جہاں جاتا ہے جائے اسے بار بار کہنا بے سود ہے۔

خچر خوب سواری والی کر تیار منگائی
زینت زین سنہری کرکے ہچھی طرح سُہائی

اس بی بی نے سواری والی خچر خوب تیار کروا کر منگوائی اس پر سنہری زین لگا کر اسے خوب سنگار کیا اسے خوب سجایا گیا۔

شیشہ اپنے ویکھن والا شاہزادے نوں دِتا
کہیا جو کوئی ملسی دسیں جائیں چلا کنڈ دتا

اور اپنے دیکھنے والا شیشہ شہزادے کو دیا اور کہا کہ کوئی بھی تجھے راستے میں ملے گا اسے یہ دکھانا اور پیٹھ کر کے چلتے جانا رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بدبختی: بے نصیبی۔ دیہی: جسم بدن۔ کنڈ: پیٹھ۔

گولی ہک جوان سُندر تک نال شہزادے لائی
ہو اسوار خچر تے ٹُریا، بی بی ٹورن آئی

ایک نہایت حسین وجمیل خادمہ شہزادے کے ساتھ لگائی جو ساتھ جائے گی شہزادہ خچر پر سوار ہو کر چلا اور وہ بی بی الوداع کرنے کے لیے آئی۔

کہیا حد اساڈی توڑی خطرہ رکھ نہ کوئی
جس ویلے ایہ حد تسانوں تم تمامی ہوئی
شیشہ خچر دے کے اوتھوں موڑیں گولی تائیں
رکھ توکل ہک ہکلا پھر اگوں توں جائیں

اس نے کہا ہماری حدود تک کوئی خطرہ نہیں ہے بے فکر ہو کر چلو اور جب کہ ہماری حد ختم ہو جائے گی تم آگے خود جانو۔
شیشہ اور خچر اسے واپس دے کر گولی کو واپس کر دینا اور آگے اللہ پر توکل رکھ کر اکیلے ہی چلے جانا جو اللہ کو منظور ہو گا۔

مقولہ بی بی شاہ زناں

دے کے خرچ روانہ کیتا وس نہیں کجھ چلے
آپ نہ رَہندا نال نہ کھڑدا مشکل بنی اوّلے
غیبوں رب ملایا بنّا خوشیاں رہیا نہ بنّاں
چھڈ ٹُریا ہن رہندا ناہیں لکھ شیرینی منّاں

اس کو خرچ دے کر روانہ کر دیا کوئی بس نہ چل سکا وہ خود بھی نہیں رہتا ہے اور ساتھ بھی نہیں لے جاتا ایک الگ ہی مشکل بن گئی ہے۔
غیب سے خدا نے دولہا ملایا تھا اور خوشیوں کی کوئی حد نہ رہی تھی اور چھوڑ چلا ہے رہتا نہیں ہے میں نے لاکھ شیرنیاں مانی ہیں لیکن بے سود۔

آپے آیا گھر سہایا مینوں رب ملایا
سٹ ٹریا ہن پھٹ اسانوں جاں گھٹ عشق سمایا

خود ہی آیا گھر کی رونق بڑھ گئی تھی اور خود خدا نے ہی ملایا تھا اب ہمیں زخمی دل کے ساتھ چھوڑ کر پھینک گیا ہے جب ہمارے دِل میں اس کا عشق سما گیا ہے۔

نہ کوئی آس ملن دی مڑ کے کون آئے اس پاسے
چھوڑ گیا نیونہہ تروڑ پیارا کر کے کوڑ دلاسے!

اب وہ دوبارہ ملنے کی امید بھی نہیں ہے پھر کوئی اس طرف آئے گا پیارا پریت توڑ گیا ہے ایسے جھوٹے دلاسے دے کر ہم ایسے ہی اسے اپنا سمجھتے رہے ہیں۔

سوہنا مٹھا رَج نہ ڈِٹھا چِٹھا میرا گلیا
لعل پیارا اپن اپارا لاء چمکارا چلیا!
ٹھگ گیا لاء اگ کلیجے روک تھکی نہیں اڑیا
سُکھاں کارن لائی آہی آن دُکھاں لڑ پھڑیا

وہ سوہناں پیارا خوب طرح دیکھا بھی نہیں ہے یہ میری بے نصیبی ہے حد سے زیادہ پیارا ایک جھلک دکھا کر چلا گیا ہے۔
اس نے کلیجے میں آگ لگا کر لوٹ لیا ہے۔ بہت روکا لیکن نہیں رکا ہے خوشیوں کے لیے اس سے محبت کی اب دکھوں نے آن گھیرا ہے۔

بنّاں: دولہا، نیونہہ محبت، عشق، پیار۔

جیکر شرح کراں اس گل دی دُور سخن ٹُر جاندا
کرکے صبر محمدؐ بخشا قصہ چل سُناندا

اس بات کی اگر میں شرح کروں تو بات بہت دور چلی جائے گی اس لیے بہتر ہے اے محمد بخش صبر کر کے قصہ سناتے چلو۔

نفس عقل دا جھگڑا تُرٹا عشقے رٹ مکائی
سیف ملوکے منصف بن کے فال اُتے گل پائی

نفس اور عشق کا جھگڑا ختم ہوگیا عشق نے رٹ ختم کر دی اور سیف الملوک نے منصف بن کر بات ڈال دی ہے۔

کہندا ربا جے توں مینوں دلبر نہ ملائیں!
تاں اِس وقت کسے دے ہتھوں پانی سرد پلائیں

اے میرے رب اگر تو مجھے میرے محبوب کے ساتھ ملادے گا تو تب اس وقت کسی کے ہاتھ سے مجھے ٹھنڈا پانی ضرور پلادے گا اگر تو نے مجھے زندہ رکھنا ہے۔

جے اِک گھڑی نہ پانی لدھا ظالم لُو قہر دی

اگر ایک گھڑی مجھے پانی نہ ملا تو یہ ظالم غضب کی لو یہ مجھے جلا کر مار

کنڈے سخت گلاباں والے ڈوروں ویکھ نہ ڈریئے
چوہباں جھلیئے رت چوائیے جھول پھلیں تد بھریئے

گلاب کے کانٹے دیکھ کر اگر درد سے ڈر جائیں تو خار کی چوبہ برداشت کریں خون بہے تب جا کر پھولوں سے دامن بھرتا ہے تب پھول نصیب ہوتے ہیں۔

باشک ناگاں دے سر گاہیں آون ہتھ خزانے
رت ڈوبلیں پھٹ کھاویں شاہا سوکھے نہیں یرانے

اگر باشک ناگوں کے سروں پر پاؤں رکھے گا تو تب خزانے ہاتھ لگیں گے خون بہائے گا زخم برداشت کرے گا اے شاہ یہ عشق نبھانا آسان نہیں ہے۔

سیف ملوک شاہزادے تائیں حکمے نال ربانے
اعظم اسم فرشتے دسیا پڑھیا شاہ سیانے

خدا کے حکم سے سیف الملوک شہزادے کو اس بزرگ نے اسم اعظم بتایا اور سیف الملوک دانا نے پڑھ لیا اور اس کی بدولت یہ تمام مشکلیں آسان ہوں گی۔

عاصے نال فرشتے سچے لیک زمیں پر پائی
کیہوس اسے رخ تے جائیں لوڑ کریں ہرجائی
آپ فرشتہ غائب ہویا چھوڑ شاہزادے تائیں
سیف ملوک خوشی کر ٹریا ہویاں دور بلائیں
خاطر جمع تسلی ہوئی خطرہ رہیا نہ کوئی
چامل چایا تے اُٹھ دھایا شیر جنگل جیوں ہوئی
جنگل بر اُجاڑ وڈیری ہور اگوں پھر آئی!
اَنت حساب شماروں باہر چوڑائی لمبائی
جے سبھ خلقت روئے زمیں دی جا اُوہدے وِچ چھپّے
جیوں آٹے وِچ لُون نہ دسدا تیویں ساری کھپّے

اس خداوند تعالیٰ کے ملائک نے اپنی لاٹھی سے زمین پر لکیر لگائی اور فرمایا اسی رخ پر جانا اور ہر جگہ تلاش کرنا رخ نہیں بدلنا ہے۔
اور خود وہ فرشتہ شہزادہ کو چھوڑ کر غایب ہوگیا اور سیف الملوک بڑا خوش ہو کر چل پڑا تمام خوف دور ہوگیا اور بے خوف ہو کر چل پڑا۔
ملنے کی امید لگ گئی اور کوئی ڈر خطرہ نہ رہا اور خوشی سے اٹھ کر چل دیا جیسے جنگل کا شیر بے خوف چلتا ہے۔
آگے بڑی خشکی جھاڑ جنگل بیلا آ گیا تھا اس کی لمبائی چوڑائی حساب سے باہر تھی کوئی حد نہیں تھی کہ کب ختم ہوگا۔
اگر تمام روئے زمین کی خلقت بھی اس میں جا کر چھپ جائے تو ایسے ہی تھا جیسے آٹے میں نمک ملا دیا گیا ہو اس کا نام ونشان نہیں ملتا ہے۔

بار مریلی جان اکیلی یار نہیں کوئی ساتھی
غول ڈراون تے کول آون دیو وڈھے جیوں ہاتھی
رات ہنیری خوف چوفیرے بولن دیو بلائیں
عاشق باجھ نہ قدر کسے دا بچے اجہیں جائیں

وہ جان لیوا ویرانہ اور صرف یہ اکیلا اور ساتھ کوئی نہ ساتھی اور نہ کوئی مددگار تھا بس واحد جان تھی اور اکیلا چل رہا تھا۔
رات بڑی اندھیری تھی اور چاروں طرف دیو اور کئی قسم کی بلائیں آوازیں نکال رہی تھیں عاشق کے بغیر کسی میں یہ خوبی نہیں تھی کہ ایسی جگہوں سے بچ جائے۔

غول: ٹولی۔ اجہیں، ایسی۔ بچے: پہنچے۔ کھپے: سمائے۔

جانوراں دے خوش آوازے سیف ملوک سُنیندا
پیراں ہیٹھ جواہر رُلدے ناہا مول چُنیندا

جانوروں کی باتیں سیف الملوک کو سن رہی تھیں جو بھی بولیاں وہ بول رہے تے اس کے پاؤں کے نیچے جواہر رل رہے تھے اور وہ ان کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔

بنگلے اندر کرے نگاہاں ہر ہر گوشے جائے
مت کوئی سرّ ایسے وِچ ہووے دس سجن دی پائے

وہ اس بنگلے کے ہر کونے میں دیکھ رہا تھا شاید کوئی اس میں راز موجود ہو جو مجھے میرے محبوب کی خبر دے دے اس کی پتہ نشانی بتادے۔

بنگلہ سارا پھر کے ڈِٹھا سیف ملوک نہ ڈریا
لعل جواہر مانک ہیرے سونے موتیں بھریا
پھردے پھردے نظری آیا بوہا ہور اِک گھر دا
اوس خانے وَل ہویا روانہ نظر اَگوں کیہ کردا
بوہے سنگل کُنڈا جڑیا جندریاں سنگ کڑیا
سنگل کنڈے قفل سنہری موتی ہیرا جڑیا
دو کلاں دے شیر وڈیرے رستہ مل کھلوتے
سچلے شیر خونامی دِہن نال لہو مکھ دھوتے
ویکھن سات شہزادے اُتے حملے کر کر آون
پر اس دے گل پیندے ناہیں پاسوں پاس ڈراون

سیف الملوک نے تمام بنگلہ پھر کر دیکھا بالکل خوف نہ آیا یہ لعل جواہر سونے اور موتیوں سے بھرا ہوا تھا کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔
پھرتے پھرتے اسے ایک اور دروازہ نظر آیا اس گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور آگے کیا دیکھتا ہے آگے اسے کیا نظر آیا ہے۔
دروازہ کو زنجیر اور کنڈا لگا ہوا تھا اور تالے لگے ہوئے تھے زنجیر کنڈے اور تالہ سنہری موتیوں سے جڑا ہوا تھا۔
اور کلا کے شیر راستہ روکے کھڑے تھے اصل شیروں کی طرح دکھائی دے رہے منہ کو خون لگا ہوا تھا بڑے خونی نظر آرہے تھے۔
دیکھنے کے ساتھ ہی شہزادہ پر حملہ آور ہوئے لیکن اس کے قریب نہیں آتے تھے اطراف سے ہی ڈراتے تھے کہ یہ ڈر کے پیچھے ہٹ جائے۔

سیف ملوک شیراں پر بھرا جیون چوہیاں تے بلّی
دوجا اُتوں پُٹھ عشق دی خوب طرح دی مِلّی

سیف الملوک شیروں پر غالب تھا جیسے چوہوں کے لیے بلی غالب ہوتی ہے اور دوسری عشق کی طرف سے بڑی اچھی طرح کی پان چڑھی ہوئی تھی۔

عاشق موتوں ذرہ نہ ڈردا جان تلی پر دھردا
جے اُوہ ڈرنے والا ہوندا پچھے کدھرے مردا

عاشق ذرا بھی موت سے گھبراتا نہیں تھا اس نے جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی اگر وہ ڈرنے والا ہوتا تو پھر کہیں اس سے پیچھے ہی مرجاتا۔

گل فرشتے والی اس نوں آہی یاد بھلیری
یار ملے بن مرناں ناہیں پکی رکھ دلیری

وہ فرشتے والی بات اسے اچھی طرح یاد تھی کہ تمہیں تمہارا محبوب ملے بن موت نہیں آئے گی یہ دل میں پکی دلیری کرلو وہ اس پر یقین کرتا تھا۔

سر: راز، بھید۔

زلفاں ناگ چنن سنگ لٹکے وِل وَل کنڈل مارے
یا زنجیر دلاں دے آہے یا کمند ہتھیارے

بال ایسے تھے جیسے چنن کے درخت کے ساتھ سیاہ ناگ لٹک رہے ہوں اور انہوں نے اسے بل مارے ہوں یا دلوں کی زنجیر ہے یا قاتل کی کمند تھی۔

اکھیں تیز کٹار فولادی آہیاں وچ میاناں
سُرخ میان بناتی ملیا سیون وِچ نشاناں

آنکھیں جیسے ایک فولادی تیز چھری کی طرح میان میں ڈالی ہوئی ہو سرخ میان سجائی ہو جیسے سلائی لگائی ہو سیون کا نشان ظاہر ہو رہا تھا۔

نک انگشت نبی اللہ دی تیز چُھری تلواروں
اسماناں وَل کرے اشارت معجزیاں دے پاروں

ناک اللہ کے نبی ﷺ کی انگلی اور چھری اور تلوار سے بھی تیز تھا آسمانوں کی طرف معجزات کی غرض سے اشارات کرتا۔

چن دوکھن دونویں رخسارے بندی نال سنگارے
بندی بندی پھبدی آہی وانگ زحل ستارے

دونوں گال جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوں بندی لگا کر سنگارے ہوئے ہیں اور بندی بڑی اچھی لگتی تھی جیسے زحل ستارہ ہوتا ہے۔

سوہے ہوٹھ یاقوت کھرے تھیں کاریگر سنوارے
دند لباں وچ کجے آہے وِچ شفق جیوں تارے

اصل یاقوت کی طرح سرخ ہونٹ کسی ماہر کاریگر نے سنگارے ہوئے ہوں اور دانت ہونٹوں کے اندر چھپے ہوئے تھے جیسے صبح وشام کی سرخی میں تارے ہوں۔

ٹھوڈی سیئو باغ بہشتوں سوہا رنگ عنابوں
گاٹا وانگ صراحی کچ دی جیونکر بھری شرابوں

ٹھوڑی بہشتی سیب کی طرح تھی عناب کی طرح سرخ رنگ اور گردن شیشے کی صراحی کی طرح جیسے وہ شراب سے بھرپور ہو۔

سینہ تختی صاف چنن دی خوب کریگر جڑ کے
اُوس اُتے پستان لگائے چاندی دے پھل گھڑ کے

سینہ چنن کی صاف تختی کی طرح کسی اچھے کاریگر نے جوڑا ہوا ہو اور اس کے اوپر پستان لگائے تھے جیسے چاندی کے پھول بنا کر رکھے ہوئے ہوں۔

مِٹھے وات ایویں سی جیویں سُرخ اناراں کلیاں
گھڑ تل ڈبل روپیئے والی صاف ہتھیاندیاں تلیاں

جب منہ بند کرتی تو ایسے ہی لگتا تھا جیسے سرخ انار کی بند کلیاں ہیں بناوٹ ہتھیلیوں کی ایسی تھی جس طرح چاندی کے روپے کی مانند۔

تلی چٹی سی لوح روپے دی انگلیاں سن قلماں
شنگرف منہ بھرے نوہنہ سوہے لکھ عشق دا کلمہ

تلی سفید چاندی کی تختی تھی اور انگلیاں قلموں کی طرح تھیں اور ناخنوں کا منہ ایسا جیسا شنگرف سے عشق کا کلمہ لکھا ہوا ہو ناخن شنگرف رنگت کے تھے۔

پتلا لک مٹھی وِچ آوے الھا مکھن دیہی
گندے پانی تھیں رب سرجی صورت پاک اجیہی

پتلی سی باریک کمر جو مٹھی میں آجائے اور تازے نرم مکھن کی طرح جسم تھا واہ سبحان اللہ اس خالق کی قدرت جس نے گندے پانی سے ایسی صورت بنائی تھی۔

کٹار: چھری، تلوار۔ ہوٹھ: ہونٹ۔ گاٹا: گردن۔ وات: منہ، دہن۔ الھا: تازہ، نرم۔ دیہی: جسم، بدن۔ سرجی: بنائی، پیدا کی۔

گل داؤدی منہ دے وانگر کوچاں نویں انگوری
یا اُوہ آب حباب حبابی آہے عین کافوری

گل داؤدی کی طرح دو پستان سرنگوں تھے یا وہ پانی کے بلبلے کی مانند بالکل سفید تھے بالکل کافور کی طرح سفید تھے۔

جے باغاں وچ واؤ فجر دی لوڑ کرے سے برساں
ایسا سندر پھل نہ لبھے مَیں کیہ صفتاں کرساں

اگر باغوں میں بادصبا سینکڑوں برس تلاش کرتی رہے تب بھی ایسا خوبصورت پھول نہ مل سکے میں اس کی کیا صفت بیان کروں گا۔

نیسانی کافور دنداں وَل ویکھ بہوں شرماوے
غبغب صاف سیئو دی پھاڑی ٹھوڈی ہیٹھ سہاوے

سفید کافور بھی دانتوں کی چمک دیکھ کر شرما جاتا تھا ٹھوڑی سیب کے آدھے حصے کی طرح اور اس کا نچلا حصہ نہایت اچھا لگتا تھا۔

چاندی وانگر رنگ جثے دا ہوٹھ مٹھے کھنڈ مصری
مصری سوہنے اس وَل تک کے حسن مصر دا وسری

چاندی کی طرح بدن سفید اور ہونٹ چینی اور مصری سے شیریں تھے مصر کے حسین اس کا حسن دیکھ کر مصر کے حسن کو بھول جائیں۔

پریوں سوہنی تے من موہنی جوبن دی رنگ رتی
شکل نہایت عقل بغایت جادوگر اکھ متی

پریوں سے بھی حسین اور دل کو موہ لینے والی اس پر جوانی کی بہار تھی خوبصورت شکل اور بڑی عقل مند اور اس کی آنکھ جادو کرنے والی تھی جادوگر تھی۔

دل آمیزی عشق انگیزی آن ادا بھری سی
نازک انگ تے رنگ گلابی سینہ سنگ پری سی

صاف دل اور عشق برداشت کرنے والی خوبی اس میں موجود تھی نازک اعضاء اور گلاب رنگ اور ایک دلیر پری تھی۔

شیریں شکر شکل شمائل لیلیٰ ہیر ملاحت
عذرا بدر منیر زلیخا ویکھ ہووے دِل راحت

شکر کی طرح میٹھی خوبصورت اور اچھی عادات لیلیٰ اور ہیر سے خوبصورت عذرا اور چودھویں کا چاند اور زلیخا کو بھی دیکھ کر دل کو سکون ملتا تھا۔

تازہ روپ آوازہ مٹھا نجم نساء ریلی
سیف ملوک بدیع جمالے میلے بن وسیلی

نئی جوانی میٹھی آواز نجم انساء کی طرح رسیلی سیف الملوک اور بدیع جمال کو وسیلہ بن کر ملانے والی انہیں عاشق اور معشوق کا میل کرانے والی۔

تیز زبان یونانی شاعر صفت اُوہدی دے وارے
گنگے ہوندے بول نہ سکدے خوبی بے شمارے

تیز زبان یونانی شاعر بھی اس کی صفات پر زبان گونگے ہو جاتے کچھ کہنے کی طاقت نہ رہتی اس میں اتنی بے حساب خوبیاں تھیں۔

چست طبیعت ہندوستانی فردوسی دی ثانی!
ناز کرشمہ ساز جوانی لکھن نہ آسانی

بڑی ہوشیار طبیعت کی مالک تھی ہندوستانی فردوسی کی مانند اس کی ناز اور ادا اور اس کی جوانی ایک عجوبہ تھی لکھنا آسان نہیں تھا۔

مانی تے ارژنگ سیانے کہاں دی تدبیروں
اس صورت دے نقش نگاروں عاری سن تصویروں

مانی اور ارژنگ ایک مشہور مصور دانش مند اپنی ہنر کی تدبیروں سے اس صورت کی تصویر بنانے سے قاصر تھے اور وہ اس کی تصویر نہ بنا سکتے۔

حباب: بلبلہ۔ مانی اور ارژنگ۔ دنیا کے مشہور مصور تھے۔

اوہ گل اس دی یاری والی موہرا لگدی مینوں
سدھے منہ نہ بولاں کہندی بھس سر پاواں تینوں

وہ اِس کی دوستی والی بات مجھے زہر لگتی ہے میں پھر سیدھے منہ بات نہیں کرتی اور کہتی ہوں کہ تمہارے سر میں راکھ ڈالتی ہوں۔

پھیر میرے تے غصے ہو کے جادو پاء سنوالے
تختی وِچ ہنر کجھ کر کے ہوش سنبھالا ٹالے

اور پھر مجھ پر ناراض ہو کر جادو کر کے سلا دیتا ہے اِس تختی میں کوئی جادو کرتا ہے اور میں ہوش وحواس کھو بیٹھتی ہوں۔

آپوں جاندا پا مہینہ پھیرا ات وَل مارے
ایسے ڈولے قیدے اندر میں دس برس گزارے

تو وہ چلا جاتا ہے اور ایک ماہ کے بعد واپس آتا ہے اور اسی طرح میں نے اِس قید میں دَس برس گذار دیئے ہیں۔ دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

ملکہ خاتوں دی گل ساری سیف ملوک شہزادہ
سن حیران تعجب ہویا کردا فکر زیادہ

ملکہ خاتوں کی ساری کہانی سُن کر شہزادہ سیف ملوک بڑا حیران پریشان ہوگیا۔ اس کے لیے بڑا فکر مند ہوگیا۔ اس کے لیے غور کرنے لگا۔

ہک تھیں ہک چڑھیندی ڈاہڈی مشکل میں سر آوے
ایہ قلعہ اُوہ دیو مریلے کیویں رب بچاوے

ایک سے ایک بڑھ کر مجھ پر مصیبتیں آرہی ہیں۔ ایک ختم نہیں ہوتی دوسری پہلے ہی آجاتی ہے۔ یہ قلعہ اور وہ خونی دیو بس رَب ہی بچانے والا ہے۔

جائ نہ اپنے چھپن جوگی کتول چھپاں نساں
دیوے نے ہن جان نہ دیناں مارگ دے دے کساں

اپنے چھپنے کے لیے بھی جگہ نہیں ہے میں کہاں چُھپ جاؤں گا۔ اب دیو جانے نہیں دے گا بہت تکلیفیں دے دے کر مارے گا بہت بری موت مارے گا۔

اپنی گل رہی اِک پاسے خیر جیویں کجھ ہوسی
پر ایہ لڑکی قیدے اندر پئی ہمیشاں روسی
ملکہ خاتوں نوں چھڈ نسن ہے نامردی خاصی
یا میں بھی مر جاساں ایتھے یا اس ہوگ خلاصی
ایہہ بھی آدم میں بھی آدم نالے ویر بلائیوس
رب سبب بنایا کائی تاں اس جائی آئیوس

خیر اپنی بات تو ایک طرف رہ گئی جو ہوگا سو ہوگا لیکن یہ لڑکی قید میں پڑی پوری زندگی روتی رہے گی اسے کون چھڑانے آئے گا۔ ملکہ خاتون کو چھوڑ کر بھاگ جانا یہ کوئی مردانگی نہیں ہوگی یا تو میں بھی اِدھر ہی مرجاؤں گا یا اس کو بھی اِس قید سے رہائی ملے گی۔ یہ بھی انسان اور میں بھی انسان اور پھر یہ مجھے بھائی بھی کہتی ہے۔ یہ رب کا ہی کوئی ؟؟؟ ذریعہ اور راز ہے تب ہی میں اس جگہ آیا ہوں۔

دیوے نال لڑائی کریئے جس دیوے تس اللہ
ہمت اندر فرق نہ رکھیے آپ کرے مت بھلا

دیو کے ساتھ لڑیں جس کو اللہ دے گا۔ میں اپنی ہمت اور کوشش میں فرق نہیں کروں گا آگے رب جانے اپنی جان لڑاؤں گا میرا اللہ بہتر کرے گا۔

موہرا: زہر۔ بھس: راکھ۔ ایسے ڈولے: اسی طرح۔

ملکہ خاتوں نے جد ڈِٹھا شاہزادے دا رولا
مار اوساس لگی فرماون سن بھائی مقبولا
قسم کراں میں رب سچے دی جس بن رب نہ دوجا
اوسے دی سبھ زہد عبادت اُوسے دی سبھ پوجا

ملکہ خاتون نے جب شہزادے کا حال دیکھا تو ایک لمبا سانس لے کر کہنے لگی اے میرے بھائی میری بات غور سے سنو۔
میں رب کی پاکی کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس کے بنا اور کوئی رب نہیں ہے وہی معبود ہے اور تمام عبادتیں اسے کے لیے ہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔

جے میں گھر پیو دے ہوندی سر اندیپ شہر وِچہ
نال بدیع جمال پری دے تدھ ملاندی گھر وِچہ

اگر میں اپنے باپ کے گھر میں شہر سر اندیپ میں ہوتی میں تجھے بدیع جمال سے اپنے ہی گھر میں ملاتی۔ میں اُس سے تمہاری ملاقات کراتی۔

پر ہن کجھ نہ چارہ چلدا کیہ وس لاواں بندی
تیری بید ہوواں جے چُھٹاں قید میرے تن مندی

لیکن اب کوئی چارہ نہیں چل سکتا ہے اب میرے بس کچھ نہیں ہے۔ میں تمہاری معالج بنوں اگر میں اِس قید سے رہا ہوں لیکن یہ بڑی بُری قید ہے۔

دکھ قضیے تیرے سن کے برم لگا دِل میرے
مرنے تیک نہ جاسن مینوں ایہ افسوس گھنیرے

تمہارے دکھ مصیبتیں سن کر میرے دِل کو بڑا وسواس لگا ہے مرنے تک اس کا بڑا افسوس رہے گا۔ میرے دِل سے یہ بات کبھی فراموش نہیں ہو سکے گی۔

قید اپنی دا غم نہ رہیا برم لگا ایہ بھارا
جے توں گھر وِچ ملدوں مینوں دسدی یار پیارا

مجھے اپنی قید کا ابھی غم نہیں رہا ہے اب تمہارا فکر بہت زیادہ ہے۔ اگر تو کبھی مجھے میرے گھر میں ملتا تو میں تیرے پیارے محبوب کو تجھ سے ملا دیتی۔

میں ہن قید ہوئی وِچ ٹاپو محکم کوٹ چوفیرے
ڈاہڈی بند خلاص نہ ہوندی جے چلاں سنگ تیرے

لیکن اب میں ایک جزیرے میں قید بند ہوں جس کے چاروں طرف مضبوط قلعہ ہے۔ یہ زور آور کی قید ہے اس سے رہائی نہیں ملتی کہ تیرے ساتھ چلوں ناممکن ہے۔

ملکہ دی گل سن شاہزادہ ہو کے مثل یتیماں
اٹھ کھلوتا تختے اُتوں کرن لگا تعظیماں
ملک اُتوں ہتھ گھمائے صدقے ہو ہو جائے
چم زمین سلاماں کردا مڑ مڑ سیس نوائے
جس رستے توں آئی ملکہ میں صدقے اس راہواں
جس موہوں ایہ گل الائی جند واری اس ساہوں

ملکہ کی بات سُن کر شہزادہ عاجزوں کی طرح تختے سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اِس کی تعظیم کرنے لگا نہایت آداب سے اس کی تعظیم کی۔
ملکہ خاتون سے ہاتھ گھماتا اور اس پر قربان ہوتا تھا۔ زمین چومتا اور سلام کرتا اور بار بار جھک کر اُسے سلام کرتا۔
اے ملکہ جس راستے سے تو آئی ہے میں تو اس سے قربان ہو جاؤں اور جس مُنہ سے تم نے یہ بات کی ہے اس کی ایک سانس

رولا: حال۔ سراندیپ سرلنکا۔ بندی: قیدی۔ بید: معالج، حکیم۔ برم: افسوس۔

جاں اس نوں کوئی محرم لبھے دکھیے دکھ ونڈائے
دے سبھ کہانی اِس دی دس پکھیری پائے
نال اداء آواز بھلیری بات صحیح سناوے
کرو قیاس محمدؐ بخشا کیسی گل سکھاوے

جب اِسے کوئی ہمراز ملے اور دُکھی کے دُکھ بانٹے۔ اِس کی پوری کہانی بتائے اور اس کی پکی خبر دے کہ وہ کہاں ہے، کون ہے۔ اچھی ادا سے اور رسیلی آواز سے اس کی صحیح بات سنائے اے محمدؐ بخش پھر خود ہی اندازہ کرو کہ وہ بات کتنی اچھی لگتی ہے اور کتنی غور سے سنی جاتی ہے۔

ملکہ کہندی سن وے ویرا رکھیں یاد سنائیاں
اسیں تریوے بھیناں آہیاں ہکسے پیٹوں جائیاں

ملکہ خاتوں نے کہا اے بھائی میری بتائی ہوئی باتیں یاد رکھنا۔ ہم تین بہنیں تھیں اور ایک ہی ماں نے ہمیں جنم دیا تھا۔ تینوں حقیقی بہنیں تھیں۔

بھین میری اِک بدرہ خاتوں جاں اُوہ کچھڑ ہیسی
ماں پی پنگھوڑے کھیڈے صورت موتیں جیسی

میری ایک بہن بدرہ خاتون جو ابھی ماں کی گود میں ہی تھی دودھ پی کر جھولے میں ہی کھیلتی اور اُس کی موتیوں جیسی صورت یعنی بڑی حسین تھی۔

ہک دن ماں میری اس ویلے حوضے اُتے آئی
جس حوضے توں پکڑ لیاندا مینوں دیو قصائی

ایک دن میری ماں اس وقت حوض پر آئی جس حوض سے یہ ظالم قصائی دیو مجھے پکڑ کر لایا ہے۔ اُس پر آئی تھی۔

دائیاں خدمتگاراں کھلیاں ہر اِک دا مکھ لالہ
ماؤ کول پنگھوڑا تکیا بدرہ خاتوں والا

تمام حسین خوبصورت دائیاں اور خدمتگار کھڑی تھیں اور ماں کے پاس بدرہ خاتون کا جھولا پڑا ہوا تھا۔ جس میں بدرہ خاتون تھی۔

نرم کباب بھجن تر تازے دھم گھتی خوشبوئی
چاول کلیے رنگ برنگی نعمت چیز نروئی

نرم کباب بھونے جا رہے تھی اِن کی ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ رنگ برنگی چاول کلیے اور ہر نعمت تازہ موجود تھی۔

اس حوضے دے دندے آہا ماں میری دا ڈیرا
سر تے سایہ دار کھلوتا چکڑی رکھ وڈیرا

اس حوض کے کنارے پر میری ماں بیٹھی ہوئی تھی سر پر ایک گھنا سایہ دار چکڑی (جس کی کنگھیا بنتی ہیں) کا درخت تھا۔ اس کے نیچے سائے میں بیٹھے تھے۔

مائی میری سی کہ تکدی قدرت نال خدائی
رکھ اُتوں اِک بڈھی مائی دھرتی اتر آئی

میری ماں کیا خداوند کریم کی قدرت دیکھتی کہ اس درخت سے ایک بوڑھی مائی اچانک زمین پر اتر آئی۔ میری ماں دیکھ رہی تھی۔

ماں میری دے کول پلنگ تے بیٹھی آن شتابی
ماں میری نوں اس تھیں آئی دہشت بے حسابی

میری ماں کے ساتھ آ کر فوراً پلنگ پر بیٹھ گئی۔ میری ماں کو اسے دیکھ بہت زیادہ خوف آیا وہ اِس سے ڈر رہی تھی۔

بڈھی عورت ماں میری نوں کہندی رکھ دلاسا
میں گواہنڈن تیری بی بی نہ ڈر میتھوں ماسا

اس بوڑھی عورت نے میری ماں سے کہا حوصلہ رکھو ڈرو مت۔ اے بی بی میں تیری پڑوسن ہوں مجھ سے بالکل نہ ڈرو۔

چکڑی: ایک درخت جس کی لکڑی سے کنگھیاں بنائی جاتی ہیں۔ گواہنڈن: پڑوسن: پنگھوڑا، جھولا۔

جو یاراں نوں یار ملاوے سیوے پھٹ جدائی
رب غریب نواز ہمیشہ جس دی دھن خدائی
سچو سچ سنائی ویرا جو گل اکھیں ڈٹھی
کوڑوں سچ نکھیڑ دسا لاں جے تدھ ہووے چٹھی

جو دوستوں کو دوست ملا دیتا ہے اور جدائی کے زخم بھر دیتا ہے خداوند تعالیٰ ہمیشہ غریبوں کو نوازتا ہے۔ واہ سبحان اس کی بادشاہی ہے۔ اے بھائی میں نے سچی سچی بات کی ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ میں سچ اور جھوٹ کو جدا کر کے تجھے دکھادوں اگر تمہارے نصیب اچھے ہوں۔

ہائے افسوس جے پہنچاں اوتھے تاں ایہ سچ دسالاں
نال بدیع جمال پری دے تینوں چل بہالاں

مجھے افسوس ہے اگر میں وہاں پہنچوں تو پھر تمہیں سچ بتاؤں میں بدیع جمال پری کے ساتھ تجھے بٹھادوں تب تجھے جھوٹ اور سچ کا پتہ چل جائے تب تجھے یقین ہو۔

ملکہ دی گل سن شہزادہ وانگ گلاباں پھلا
کردا شکر ہزار ہزاراں رحمت دا در کھلا

ملکہ کی بات سُن کر شہزادہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھا۔ خدا کا ہزار شکر کرتا کہ شکر ہے رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔

سکا باغ دلے دا ہویا تازہ ابر بہاروں!
جان حیران لگی پھر آسا دلبر دی اخباروں
نا امیدی والی آتش دوزخ وانگن بلدی!
آس لقائیوں دس اِرم تھیں سرد ہوئی کجھ جلدی

پریشان دِل کا باغ تر و تازہ ہوگیا جیسے اُس پر بہار کا اَبر برسا ہے۔ محبوب کی خبر پریشان زندگی کو پھر اُمید لگ گئی۔ نا اُمیدی کی جو آگ دوزخ کی مانند جل رہی تھی باغ ارم دکھانے کی اُمید سے وہ آگ بجھ گئی وہ ٹھنڈی ہوگئی۔ اب محبوب کی اُمید لگ گئی تھی۔

اوہ کہانی ملکہ والی شہزادے دِل بھانی!
کربلا دے تسے تائیں جیوں کر ٹھنڈا پانی

وہ ملکہ کی بات شہزادے کے دِل کو بہت اچھی لگی جس طرح کرب و بلا کے پیاسے کو جیسے ٹھنڈا پانی مل گیا ہو۔ اس کی پیاس بجھ گئی ہو۔

جیوں پردیسی راہوں بھلے رات ہنیری اندر
اچن چیتی چانن لایا چڑھ چودھیں دے چندر
جیوں کر کئی مدت دے روگی ملیا بید سناسی
آس لگی مت ساس بدن وِچ مولیٰ پاک وساسی

جیسے راہ سے بھٹکے ہوئے پردیسی کو اندھیری رات کو اچانک بدر منیر روشنی کردے اس کا اندھیرا ختم ہوجائے روشنی ہوجائے۔ یا جس طرح ایک موت کے مریض کو ایک معالج سنیاسی مل جائے۔ جسے امید ہوجائے کہ اللہ اِس کی دوا سے مجھے شفا دے دے گا۔

جیوں روڑے وِچ بدل وُٹھا لگی آس فصل دی
بھکھے مال لدھی ہریالی کرپا ہوئی فضل دی

یا جس طرح موسم گرماں میں بادل برسے اور فصل کی اُمید ہو جائے۔ یا بھوکھے مویشیوں کو ہریالی مل گئی رب تعالیٰ نے اپنا فضل کردیا۔

ابر: بادل، برسات۔ لقائی: دیدار میل۔ چندر: چاند۔ روگی: مریض، بیمار۔ بید: معالج۔ کرپا مہربانی: عنایت۔

امت خاص خلیلؑ اللہ دی آہا اُوہ شاہزادہ
دو رکعاتاں نفل گزارے دِل دا رُکھ ارادہ

شہزادہ سیف الملوک ابراہیم خلیل اللہ کا خاص اُمتی تھا۔اس نے اپنے دِل میں ارادہ رکھ کر دوگانہ نفل ادا کیے اور اپنے رب سے بچاؤ کی دعا کی۔

پھر سجدے سر دھر کے رناں رو رو کرے دُعائیں
ربا توہیں حافظ ناصر اوکھی سوکھی جائیں

اور پھر سجدے میں سر رکھ کر رو رو کر دعائیں کرنے لگا۔اے باری تعالیٰ تو ہی آسانی اور مشکل میں سب کی مدد کرنے والا ہے تو ہی میرا رکھوالا مددگار ہے۔

بے یاراں نوں یاری کرناں آس تیری بے آساں
ہر ڈھٹھے نوں آپ اٹھا لیں کر مشکل کم آساں

بے بسوں کی مدد کرتا ہے اور بے سہاروں کو تیرا ہی سہارا ہوتا ہے ہر گرے کو تو ہی اُٹھاتا ہے اور ہر مشکل تو خود ہی حل کرتا ہے۔اب تیرا ہی سہارا ہے۔

بخشش کرکے فیض پچاویں او گنہار انساناں
رحمت تیری تھیں نو میدی ہوندا کم شیطاناں

تو اپنی رحمت سے گنہگار انسانوں پر کرم کرتا ہے اُنہیں نوازتا ہے۔اے مالک تیری رحمت سے ناامیدی ابلیس کا کام ہے۔ اپنے بندوں کی تو مدد کرتا ہے۔

توڑے ہاں بدکار گناہی ایس بندے منہ کالے
پھر بھی دائم فضل تیرے دی آسا رکھن والے

بے شک ہم بڑے گناہی بدکار انسان مُنہ کالے ہیں۔لیکن پھر بھی اے باری تعالیٰ ہم تیرے فضل و کرم کی اُمید رکھنے والے ہیں۔

لکھ مناں چرکین پلیتی شہراں اندر ہوندی
پل وِچ پاک کرے جس ویلے رحمت تیری پوندی

لاکھوں منوں کی گندگی پلیدی شہروں میں ہوتی ہے لیکن جب تیری رحمت برستی ہے تو وہ پلوں میں صاف کر دیتی ہے۔

توں غریب نواز ہمیشہ ایس بندے درماندے
کرم کریں تاں ہے چھٹکارا بھکھے ہاں کرماں دے

اے باری تعالیٰ ہم کمزور عاجز بندے ہیں تو ہمیشہ غریبوں کو نوازنے والا ہے تو کرم کرے تو ہمارا چھٹکارا ہے ہم تیری رحمت کے طلبگار ہیں۔

تدھ باجھوں کوئی ساتھی ناہیں پھاتھی جان اوّلی
توں چھڑکاویں تاں میں چھٹاں دیو دشمن سنگ بلی

تیرے بناں کوئی مددگار نہیں ہے میری جان بڑی بری مشکل میں پھنس گئی ہے تو اگر مجھے چھڑائے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ دشمن دیو بڑا طاقتور ہے۔

مان تران نہ زور نمانے نہ کجھ شیخی میری
ہکو پرنا تکیہ تیرا ہور نہیں دُھر ڈھیری

میرا مان غرور ہے اور نہ ہی کوئی فخر ہے ایک تیرے ہی درگاہ کا سہارا ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔تیرے بغیر میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

پرنا: سہارا۔ بلی: طاقتور۔زورآور۔

سیف ملوک غریب شوہدیدی کوک تیرے درسایاں
دیو غنیم یتیم بندے نوں کوہسی وانگ قصائیاں

عاجز سیف ملوک کی آواز تیرے دروازے پر ہے اے مالک میری مدد فرما۔ یہ بدمعاش دیو مسکین انسان کو قصاب کی طرح بے دردی سے مار دے گا۔

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کجھ سجھدا
جس دیوے نوں آپوں بالیں کد کسے تھیں بجھدا

اے باری تعالیٰ بس تیرا ہی سہارا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے تو جس چراغ کو روشن کرتا ہے وہ کسی سے گل نہیں ہوتا ہے اُسے کوئی بجھا نہیں سکتا ہے۔

چڑیاں بازاں دا توں سائیں چڑیوں باز کوہاویں
گوشت شیہاں سپاں والا کیڑے پا کھواویں

بازوں اور چڑیوں کا بھی تو ہی رب ہے تو چاہے تو چڑی سے باز مروا دیتا ہے، شیروں اور سانپوں کا گوشت تو انہیں کیڑے ڈال کر اُنہیں کھلا دیتا ہے۔

توں بندے ناچیزے ہتھوں دیوتیاں نوں مرواند
واہ قادر دھن قدرت تیری انت نہ پایا جاندا

تو ایک بے بس انسان سے بھی دیوؤں کو مروا دیتا ہے۔ واہ سبحان تیری قدرت کا راز کوئی نہیں پا سکا ہے۔ تیرے راز کوئی نہیں جان سکا ہے۔

میں غافل گمراہ تیرے تھیں بندہ پر تقصیراں
نہیں عبادت تیری کیتی مگر پھراں تصویراں
صورت دی ہک مورت تک کے بھج بھج مراں اضائیں
آہا فرض میرے سر لوڑن وحدت تیری تائیں

میں ایک غافل بھٹکا ہوا انسان ایک گناہی بندہ ہوں۔ میں نے تیری بندگی نہیں کی ہے اور تصویر کے پیچھے پھر رہا ہوں۔
ایک صورت کی تصویر دیکھ کر اس کے پیچھے فضول بھاگ رہا ہوں۔ مجھ پر فرض تھا کہ میں تیری واحدانیت کو تلاش کرتا۔ تیری عبادت کرتا۔

ہر صورت وچ معنے تو ہیں تیرا عشق نہ چایا
صورت پچھے جھلا ہو کے اپنا جرم گوایا

ہر شکل میں تیری ہی قدرت ہے تیرے ہی معنی ہیں۔ لیکن میں نے تیرے ساتھ عشق یعنی تیری عبادت نہیں کر سکا اور ایک صورت کے پیچھے پاگل ہو کر اپنی پہلی زندگی بھی برباد کر لی۔

ماؤ پیو دی خدمت کرنی فرض میرے پر آہی
اوہ بھی روندے چھڈ کے ٹریا بہت کیتی گمراہی

ماں باپ کی خدمت کرنا مجھ پر فرض تھا اور میں اُنہیں بھی روتے چھوڑ کر آ گیا ہوں میں نے بڑی بے وقوفی کی ہے۔ میں گمراہ ہو گیا ہوں۔

تیرا نام غفور سنیندا بخشیں میں نکارا
ملکہ خاتوں نوں لے جاواں دیو مرے ہتھیارا

تیرا نام غفور رحیم ہے مجھے ناکارے کو بخش دو۔ میں ملکہ خاتوں کو یہاں سے نکال کر لے جاؤں اور دیو کو مار دوں یا رب میری مدد فرما۔

سجھدا: نظر آنا۔ گل ہونا: بجھنا۔

ملکہ خاتوں نے پھر کہیا سن توں ویر پیارا
ہک تدبیر میرے دِل آئی اس تھیں ہے چھٹکارا

ملکہ خاتوں نے کہا اے پیارے بھائی میری بات سُنو۔ میرے دِل میں ایک سوچ آئی ہے اس سے ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

جے سلیمانی دو شاہ مہرے ہتھ اساڈے آون
اللہ بھاوے تاں اس قیدوں اُوہ سانوں چھڑکاون

اگر دو سلیمانی شاہ مُہرے ہمارے ہاتھ لگ جائیں خدا کرے تو پھر ہم اِس قید سے رہا ہو سکتے ہیں وہ ہمیں اس قید سے رہائی دِلا سکتے ہیں۔

میں دیوے تھیں ہک دہاڑے پچھی سی گل ساری
کیہ کجھ نام اس کوٹ تیریدا کس دی ہے سرداری

میں نے ایک دِن دیو سے یہ ساری بات پوچھی تھی کہ اس تمہارے قلعے کا کیا نام ہے اور یہاں کس کی حکومت ہے۔ یہاں کون سردار ہے۔

دیوے نے پھر دسیا اگوں ٹاپو ایہ وڈیرا
اسفند باش ہے ناواں اسدا راج حکم سبھ میرا

اور پھر دیو نے مجھے بتایا کہ یہ بہت بڑا جزیرہ ہے اِس کا اُسفند باش نام ہے اور اس کا راج حکم سب میرے ہاتھ میں ہے۔ میں ہی سردار ہوں۔

پھر میں پچھیا ایس مکانوں آدمیاں دا واسا
کتنا پندھ دوراڈا ہوسی خبر نہیں میں ماسا

پھر میں نے پوچھا یہاں سے انسانی آبادی کتنی دور ہے یہاں سے کتنا سفر ہے کتنی دور ہے مجھے تو بالکل خبر نہیں ہے مجھے کوئی پتہ نہیں ہے۔

دیوے کہیا آدم ایتھے مول نہیں آسکدا
آدمیاں دی جاوں توڑی دیو وڈا بھی تھکدا

دِیو نے کہا انسان یہاں بالکل نہیں آسکتا ہے۔ انسانوں کی آبادی تک جاتا ہوا بڑا دیو بھی تھک جاتا ہے۔ انسانی آبادی یہاں سے بڑی دور ہے۔

آدمیاں دے واسے ایتھوں نہیں شمار کوہاں دا
اڈن والی پری اگے بھی پینڈا برس دہاں دا

انسانوں بستی کا یہاں سے کوسوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔ اُڑنے والی پری بھی یہ فاصلہ دس برس میں طے کر سکتی ہے۔ اتنا لمبا سفر ہے۔

ہک روایت ایہ بھی ڈِٹھی پینڈا ہک دہیں دا
ایڈا فرق ہووے گا کیکر ناہیں عقل منیندا

ایک یہ بھی بڑی روایت ہے کہ ایک دو دن کا فاصلہ ہے اتنا فرق کیسے ہو گا عقل اِس بات کو نہیں مانتا ہے۔ یہ بڑا فرق ہے۔

رستے وِچ کوہ قاف اجاڑاں ندیاں انت نہ کوئی
پریاں اُتوں اڈیا جانوں مشکل پندھ نہ ہوئی

راستے میں بڑے پہاڑ اور ویرانے اور بے حساب ندیاں ہیں اُڑنے والی پریوں کے لیے یہ سفر اتنا مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اُڑنے والی ہوتی ہیں۔

پینڈا: پندھ، سفر۔ کوس: دو میل کا فاصلہ۔

پھر میں پچھیا عمر تساڈی ہوندی کتنی کتنی
آدمیاں تھیں لمی چھوٹی یا انہاں دے جتنی

کہیوس عمر اساڈی وڈی آدمیاں دی تھوڑی
پھر میں کہیا تیرے دم دی ہوسی کتھے توڑی

کہیوس ست سے برساں توڑی میں پراتم ہوساں
سے برساں وچ عمر جوانی زور دیئے تن موساں

پھر میں کہیا دیوتیاں دی جان ہوندی ہر جائی
تیری جان پیاری کتھے دس مینوں گل کائی

پھر میں نے پوچھا تمہاری کتنی زندگی ہوتی ہے انسانوں جتنی یا ان سے کم یا زیادہ ہوتی ہے یا اُنہی کے برابر ہوتی ہے۔

اُس نے کہا ہماری عمر بڑی لمبی ہوتی ہے انسانوں کی عمریں بہت کم ہوتی ہیں۔ پھر میں نے کہا تمہاری زندگی کہاں تک ہوگی۔

اُس نے کہا میں سات سو برس تک زندہ رہوں گا ہم سو برس کی عمر میں خوب جوان ہوتے ہیں۔ اس سے کم بچپن ہی ہوتا ہے۔

پھر میں نے کہا کیا دیوؤں کی جان ہر جگہ ہوتی ہے تمہاری پیاری جان کہاں ہے مجھے بھی کوئی بات بتا دو۔ میں بھی جاننا چاہتی ہوں۔

اعظم اسم مبارک پڑھ کے چا صندوق ہگاڑے
وچہ کبوتر چٹا ڈِٹھا راہ نسن دی تاڑے۔

مبارک اِسم اعظم پڑھ کر صندوق کو کھولا گیا اور صندوق میں سفید رنگ کا کبوتر اُڑنے کے لیے پر تول رہا تھا وہ بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا۔

سیف ملوکے بازاں والا کرکے چھٹ شتابی
پنجے مار کبوتر پھڑیا جیوں کیڑا مرغابی

سیف ملوک نے باز کی سی تیزی سے فوراً پنجہ مار کر کبوتر کو پکڑ لیا جیسے مرغابی آبی کیڑا پکڑ لیتی ہے اُسے فوراً دبوچ لیا۔

بنگلے وچوں باہر وگایا وڈھ دھڑوں سر اسدا
جاں سر وکھ ہویا تاں دھڑ تھیں پھیر نہیں کجھ کھسدا

اس کا سر جسم سے جدا کر کے بنگلے سے باہر پھینک دیا جب اس کا سر جسم سے الگ ہوا پھر کچھ نہیں ہو سکتا تھا اب اسے مرنا ہی تھا۔ جو ہو گیا۔

جھکھڑ مینہ ولوہناں آیا گرد غبار ہنیری
انبر دھرتی کجھ نہ دسے دھند وکار چوفیری

اندھیری بارش اور رَو رولا اور گرد و غبار جھکڑ آیا۔ زمین اور آسمان کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف دُھند سی چھا گئی تھی۔

آسماناں تھیں لوہو ڈھٹھا زمیں ہوئی آرتی
مت ڈر جاوے ملکہ خاتوں اندر اولے گھتی

آسمان سے خون گرا اور زمین سُرخ ہو گئی اور شہزادے نے ملکہ کو اندر ہی رکھا ہوا تھا کہ کہیں یہ ایسا منظر دیکھ کر گھبرائے نہیں۔ ڈر ہی نہ جائے۔

دھند وکار ہویا کجھ مٹھا دیو ہوائیوں ڈھٹھا
وڈا بلند آوازہ ہویا جیوں کرڈھندا کٹا

جب دھند گرد و غبار کچھ کم ہوا اور دیو ہوا سے زمین پر گرا ایک بڑی زوردار آواز آئی جیسے زمین پر کوئی بھینسا گرتا ہے۔

اوپر لا دھڑ سارا اس دا کافوری رنگ چٹا
لکوں ہیٹھ سیاہ تمامی کیا تلیاں کیا گٹا

اوپر کا آدھا جسم اس کا بڑا سفید تھا اور نیچے کا آدھا دھڑ پاؤں تک سیاہ تھا۔ خواہ تلیاں خواہ ٹخنہ۔

نک وِچ ساس گھنے تے آکھے واہ دلیر جواناں
تیرے جیسا دُنیا اُتے ہے اج کون تواناں

وہ ناک سے سانس لے کر کہہ رہا تھا واہ اے جوان تو بڑا دلیر اور بہادر ہے تمہارے جیسا جوان آج دنیا میں اتنی طاقت والا نہیں ہے۔

میرے جہیا دلیر بہادر دیو تیاں پر بھارا!
تدھ انسانے مار گوایا ہیں کوئی لوک نیارا

میرے جیسے دلیر اور بہادر جو دیوؤں پر بھاری تھا تم نے ایک انسان ہو کر مار دیا ہے تو کوئی انوکھا ہی انسان ہے تو عجیب انسان ہے۔

اول ایسی جائی آون ناہیں کم انساناں
توں کوئی مرد کرامت والا اڈدا پھریں جہاناں

پہلے تو ایسی جگہ پر آنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں ہے تو کوئی بڑی کرامت والا انسان ہے جو دنیا میں اُڑتا پھر رہا ہے۔

ہگاڑے: کھولے۔ چٹا: سفید۔ چھٹ: جھپٹنا۔ ڈھیندا: گرتا۔ گٹا: ٹخنہ۔ کٹا: بھینس کا بچہ۔

داستان رواں شدن شاہزادہ بمع ملکہ ازاں قلعہ در دریا و کشتن نہنگ ہوشربا راو بہزار رنج بر در گنج مراد رسانیدن ملکہ را و بہ سراندیپ آمدن بمشقت بسیار

مالی ایس باغیچے والا داناں مرد سچاواں
جس دے باغوں لے پنیری میں بھی بوٹے لاواں

اِس باغ کا جو مالی ہے بڑا دانا اور بڑا سچا انسان ہے جس کے باغ سے پنیری لے کر میں بھی یہ پودے لگا رہا ہوں۔ میں بھی یہ شجر لگا رہا ہوں۔

ہر ہر جاء کیارے تک کے بوٹے راس لواندا
جس جائے اوہ لائق ہووے اوسے جا سہاندا

ہر جگہ صحیح جگہ کیاریاں بنا کر وہ خود دیکھ کر پودے لگوا رہا ہے۔ جو جس جگہ کے قابل ہو وہ اُسی جگہ ہی اچھا لگتا ہے۔

ایہ فرماندی آئی اگوں رت بسنت پھلاں دی
کوئی دن سرد خزاں دے رہندے لگی امید گلاں دی

اور آگے یہ کہتی ہوئی بسنت بہار پھولوں کی بہار آئی ہے۔ کچھ دن ٹھنڈی خزاں کے رہ گئے ہیں اور پھول کھلنے کی امید ہو گئی ہے۔

باغ اندر ہریالی ہوسی کڈھ سی شاخ انگوری
لالہ اُتے گلاب ملن گے نرگس تے گل سوری

باغ میں ہریالی ہو گی اور انگوری شاخیں نکالے گی لالہ اور گلاب آپس میں ملیں گے نرگس اور گل سوری آپس میں ملیں گی۔

جاں شاہزادے دیوے تائیں کیتا مار ازائیں
ملکہ خاتوں نوں لے ٹریا چھڈ دیوے دیاں جائیں

جب شہزادے نے دیو کو مار دیا اس کا کام تمام کر دیا اب اس کا خطرہ نہ رہا تو شہزادہ ملکہ خاتون کو لے کر چل پڑا اوہ جگہیں چھوڑ دیں۔

لکڑیاں دا ٹلا بدھا بہت پکیرا کر کے
رہڑ رہڑ رجیا ناہیں تریا پھیر ندی وچ تر کے

لکڑیوں کا تیرنے کے لیے ایک ٹلا بنایا اور اُسے بڑا مضبوط کر کے باندھ لیا۔ ندیوں میں بہت زیادہ رہڑتا تھا لیکن اس کا دل نہیں بھرا پھر ندی میں کود پڑا۔

لعل جواہر قیمت والے نعمت بے شماری
کھانے دانے ٹلے اُتے پالئے اکواری

قیمتی لعل جواہر بے شمار نعمتیں تمام سفر کا خرچ کھانے پینے کے لیے ایک ہی دفعہ ٹلے پر رکھ لیا تھا۔ جو کچھ ہو سکتا تھا۔

سبھ اسباب ٹلے تے دھریا پکا محکم کر کے
ملکہ سنے ٹلے پر چڑھیا ٹلا ٹریا تر کے

تمام کھانے پینے کا سامان ٹلے پر رکھ لیا اور اُسے اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ ملکہ کو لے کر ٹلے پر سوار ہو گیا اور ٹلا رہڑنے لگا۔ اسے دریا کی نظر کر دیا۔

اٹھے پہر ندی وچ جاندا ٹلا نال شتابی
سیف ملوک عبادت اندر ذکر ثنا وہابی

سادات دن ندی میں بہتا بڑی تیزی سے جا رہا تھا اور سیف ملوک عبادت الٰہی میں ہر وقت مشغول رہتا تھا۔ اُس مالک کو یاد رہتا ہے۔

پکیرا: پکا۔ مضبوط۔

ہمت مرداں دی ہر جائی کر دی کم ہزاراں
پھلاں بھوراں شمع پتنگاں یار ملائے یاراں

مردوں کی ہمت ہر جگہ ہزاروں کام کرتی ہے پھول اور بھنورے شمع اور پتنگ اور دوستوں کو دوست ملاتی ہے۔ میل کرادیتی ہے۔

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی!
مرد دُعا کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

اے دوستو ہر مشکل کی چابی مردوں کے ہاتھ میں ہے جس وقت مرد نظر کرم کر دیں اس وقت کوئی مشکل نہیں رہتی ہے تمام حل ہو جاتی ہیں۔

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
مردے نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

خدا کی قلم ولی کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو چاہے لکھ دیتا ہے مرد کامل کو رب تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ لکھے ہوئے نصیب مٹا دیتا ہے۔ بدل دیتا ہے۔

مرد اُونیندے مرد تُنیندے کردے مرد لویراں
سیون مرد پوشاک بناون شاد کرن دلگیراں

مرد ہی بُنتے اور مرد ہی تنتے ہیں اور مرد ہی اس کو دھجیاں بنا دیتے ہیں۔ مرد سلائی کر کے پوشاک بناتے ہیں غمگین کو خوش کر دیتے ہیں۔

مرداں دے ہتھ کارج سارے آپ خداوند سٹے
دُنیا باغ ولی وِچ مالی بوٹے لاوے پٹے

رب صاحب نے تمام کام اپنے بندوں کو سونپے ہیں دنیا ایک باغ ہے ولی اس کا مالی اس کی مرضی ہے اِس میں پودے لگائے یا اکھاڑ دے۔

کدھرے پتلا بیج رلاوے کدھرے کرے گنھیرا
کدھرے تھوڑا پانی لاوے کدھرے دے ودھیرا

کہیں کم بیج بوتا ہے اور کہیں زیادہ بیج ڈالتا ہے۔ کہیں کم پانی لگاتا ہے اور کہیں زیادہ لگا دیتا ہے یہ اُس کی مرضی پر منحصر ہے جو چاہے کرے۔

ڈالی قلم کرے اِک رکھوں جادوئے پر جوڑے
پیوند لا بناوے میوہ آپے پھیر تروڑے!

ایک درخت سے ڈالی یعنی شاخ کی قلم بنا کر دوسرے پر جوڑ دیتا ہے۔ اِسے پیوند لگا کر میوے بناتا ہے اور پھر خود ہی اُنہیں توڑتا ہے۔

ہر ہر بکھے پانی پھیرے ہر آڈے ہر بنے!
ہکناں نوں سر راس کریندا گل ہکناں دے بھنے

ہر کیاری پانی دیتا ہے ہر نالی اور بند کو ٹھیک کرتا ہے اور کچھ کے پھول توڑ دیتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہے خود مختار ہے۔

دُنیا باغ انبر کھوہ وہیندا دینہہ چن وانگن بیلاں
مالی مرد اُتے رب مالک بھور عاشق وِچ سیلاں

دنیا ایک باغ اور آسمان کنوئیں کی طرح چلتا ہے ایک رہٹ ہے سورج اور چاند اس کے بیل ہیں۔ اِنسان مالی ہے اور مالک رب تعالیٰ ہے بھور اور عاشق اِس کے سیلانی ہیں، سیاح ہیں۔

بھور: بھنورے: سیلانی: سیاح سیر کرنے والا۔

بے نظیر دروگ وگایا قید اندر تن گالے
نجم نساء بی بی بن جوگی بن بیلے کوہ بھالے

بے نظر کو (یوسفؑ) کو کنوئیں میں ڈال دیا اور بندی خانے زندگی گذاری اور بی بی نجم نے جوگن بن کر جنگل ویرانے اور پہاڑوں میں تلاش کیا۔

قیس عرب دا راجہ آہا بنیاں مجنوں جھلا
شیراں تے بھگیاڑاں اندر وِچ پہاڑ اکلا!

قیس عرب کا شہزادہ تھا وہ مجنوں پاگل بن گیا شیروں اور بھیڑیوں میں پہاڑوں کے اندر اکیلا رہتا تھا۔

مجنوں نے اِک عورت ڈِٹھی اِک دن نال قضائے
مردے دے گل رسا پایا چلی نگروں جائے

مجنوں نے ایک دن قسمت سے ایک عورت دیکھی اس نے مرد کے گلے میں رسا ڈالا ہوا تھا اور گاؤں کی طرف چلی جا رہی تھی۔

مردے دا منہ کالا کیتا وال پیے وِچ گل دے
رِچھ قلندر وانگر دوئے اَگے پچھے چلدے

مرد کا منہ کالا کیا ہوا تھا اور اس کے بال گلے میں پڑے ہوئے تھے۔ قلندر اور ریچھ کی طرح دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے۔

جاں مجنوں دے کولوں لنگھے پچھ دا مرد یگانہ
کس کارن ایہ کارن کیتو کیہ ایہ مکر بہانہ

جب وہ مجنوں کے پاس سے گذرے تو اس واحد مرد نے پوچھا کس لئے یہ کام کیا ہوا ہے یہ کیسا مکر بہانہ بنایا ہوا ہے۔

بڈھی کہیا سمجھ جواناں ایہ کم پیٹ کراندا
میں عورت اس مردے تائیں در در پھرے نچاندا

اس بوڑھی عورت نے کہا اے جوان یہ کام پیٹ کراتا ہے میں عورت کو اور اس مرد کو ہر ہر دروازے پر نچاتا پھرتا ہے۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ایسا کام کرنا پڑتا ہے۔

اس نوں میں نچاندی پھرساں ہر بوہے کر پھیرا
خلقت ویکھ تعجب ہوسی پیسی خیر ودھیرا

اِس کو میں ہر دروازے پر نچاتی پھروں گی اور خلقت یہ تماشہ دیکھ کر حیران ہو گی ہمیں زیادہ خیر ملے کا زیادہ آمدن ہو گی۔ زیادہ کمائی ہو گی۔

جی کجھ حاصل ہوسی سانوں ونڈ دوئے رَل کھاساں
ادھا مرد کھڑے گا گھر نوں اَدھ میں بھی لیجاساں

جو کچھ ہمیں ملے گا ہم دونوں اسے بانٹ کر کھائیں گے آدھا یہ اپنے گھر لے جائے گا اور اِس میں سے آدھا میں لے لوں گی۔ اِس طرح ہمارا گزارا چل جائے گا۔

مجنوں کہندا اس کم لائق میرے جیہا نہ کوئی
پا میری گل رسہ مائی کھٹ زیادہ ہوئی

مجنوں نے اُس بوڑھی سے کہا اِس کام کے لیے مجھ سے لائق اور کوئی نہیں ہے اے مائی میرے گلے میں رسا ڈالو تجھے آمدنی زیادہ ہوگی۔ زیادہ پیسے ملیں گے۔

گھر گھر ناچ کراں گا عمدے غزلاں بول سناساں
لیلاں دے گھر توڑی چلساں کھٹی تدھ کراساں

میں گھر گھر بہترین ناچ دکھاؤں گا اور ساتھ ہی غزلیں اور بولیاں بھی سناؤں گا۔ لیلیٰ کے گھر تک چلوں گا اور تجھے زیادہ آمدن کراؤں گا۔

دروگ: کنواں۔ بن: جنگل۔ بندی خانہ: جیل، قیدی۔

جھولی وِچ شاہزادہ ستا اس نوں سرت نہ کوئی
ملکہ کہندی نہیں جگاواں نیند کچی مت ہوئی
میں واری جے مینوں کھاوے جان کراں قربانی
اس دا وال نہ ہووے ڈنگاناں ہو بے ارمانی

اس کی جھولی میں سر رکھ کر شہزادہ سویا ہوا تھا اُسے کوئی ہوش خبر نہیں تھی۔ ملکہ کہتی کہ اسے نہیں جگاؤں گی شاید ابھی نیند کچی ہی نہ ہو۔

میں صدقے اگر مجھے کھاتا ہے تو میں جان دے دوں گی اس پر قربان ہو جاؤں گی۔ اس کا بال بھی بھیگا نہ ہو اُسے بے آرامی نہ ہونے پائے۔

رکھا تھا۔

شوکت شان نشان اچیرا تاج سرے پر شاہی اُس کے تمام انداز شہانہ لگتے تھے۔ سر پر شاہی تاج اور بڑا بلند

ہر بیغم ہر گولی بی بی نوہاں دھیاں جیناں
میر وزیر سبھس دیاں حرماں لازم ہویا دیناں

ہر بیگم ہر لونڈی ہر بی بی بہو بیٹیاں اور بہنیں امیر اور وزیر کی حرم لازمی آئیں۔سب کا آنا لازم تھا۔

باہیاں سونے چاندی آہیاں خوب اچھاڑ بناتی
کلس کنارے جھل مل کر دے سچے موتی ذاتی

اُس کے اطراف سونے اور چاندی کے تھے اور اُوپر سرخ ریشمی کپڑے کا پردہ ڈالا گیا تھا اور اس کے کنارے چمکارے مار رہے تھے۔کیونکہ انہیں سچے موتیوں سے مزین کیا گیا تھا۔

ڈولی ویکھ اس ڈولے یارو ڈولے چت دلیراں
تک بابت دِل رہے نہ ثابت بجھدی شیری شیراں

اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑے دلیروں کے دل ڈول گئے تھے۔اِسے دیکھ کر کسی کا دل ثابت نہ رہا بڑے شیروں کی بھی شیری دلیری ختم ہو جاتی تھی۔

ماسی پھپھی چاچی تائی بھیناں سنگت سیاں!
رو رو ملکہ دیگل مل کے لے گھراں نوں گیاں

ماسیاں پھوپھیاں چاچیاں تائیاں اور ساتھ کی سہیلیاں کی بھی ملکہ کو گلے ملیں اور اُسے لے کر گھر کو آئیں ملکہ ڈولی میں بیٹھ کر اپنے گھر میں پہنچ گئی۔

شادی دے شدیانے وجے ملی مبارکبادی!
گئی گواتی رب لیاندی پھر ملکہ شہزادی

شادی کی طرح خوشیاں منائی گئیں شدیانے بجے اور اُس کے لواحقین کو مبارکیں دی جا رہی تھیں۔کھوئی ہوئی کو رب نے دوبارہ ملا دیا تھا۔ایک طرح اُسے دوسری زندگی ملی تھی۔

ہر سوانی بی بی رانی دھانی لے تدرانے
زیور بیور نقد تریور گلئیں رلے شہانے

ہر گھر کی کرتا دھرتا عورتیں اور ہر بی بی رانی نذرانے پیش کر رہی تھیں۔زیور دو کپڑے تین کپڑے کا لباس گلیوں میں رُل رہے تھے اتنا کپڑا پیش کیا گیا۔

کر عزت اکرام ہزاراں نال تمام آئینے
ملکہ خاتوں اندر آندی ٹھنڈ پئی وِچ سینے

ہزار عزت واحترام اور رسم و رواج پورے کیے گئے اور ملکہ خاتون کو گھر لایا گیا اور عزیزوں کے دِل کو سکون ملا۔سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔

تخت اُتے شاہزادی تائیں گھر دے لوک بہالن
مڑ مڑ پھیر ہٹھاں سی ڈھہندی جے سو پگڑ اٹھالن

تخت پر شہزادی کو گھر والے بٹھاتے اور وہ بار بار نیچے آجاتی تھی بار بار اُسے پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے وہ تخت پر نہیں بیٹھتی تھی۔

پچھن لگے گل سفر دی بی بی دس کہانی
باراں برس ہوئے تدھ چھپیاں کس کس طرح وہانی

سب اُسے پوچھنے لگے کہ اے بی بی اپنے سفر بارے ہمیں کچھ بتلاؤ۔تمہیں بارہ برس ہم سے جدا ہوئے بیت چکے ہیں تمہارے ساتھ کیسی کیسی گذری ہے۔

کی کجھ قید مصیبت جھاگی کیڈک رنج سفر دے
کیکر رب خلاصی بخشی آئیں طرف اس گھر دے

تم نے کتنی مصیبتیں برداشت کیں اور کتنے اس سفر کے غم برداشت کیے۔اور کس طرح تمہیں خدا نے رہائی دلائی کہ تو دوبارہ گھر آئی ہے۔

بیور: دو کپڑے۔تیریور: تین کپڑے۔کیڈک: کتنے۔

ایس فراق تیر یوچہ روندے نیناں نیند نہ پائی
رب معلوم کیہ جائے عالم ظالم روگ جدائی

ہمیں تیری جدائی میں روتے روتے آنکھوں کی نیند بھی ختم کر چکے ہیں رب کو معلوم زمانے والے کیا جانیں یہ جدائی کا مرض کتنا سخت ہے۔

بابل مائی بھیناں بھائی رات وہاں تدھ روندے
جے کجھ پتہ انہاں نو لبھدا سبھ تصدق ہوندے

ماں باپ بہن بھائی رات دِن تمہاری جدائی میں روتے تھے۔ اگر انہیں تمہارا کچھ پتہ چل جاتا تو تم پر تمام قربان ہو جاتے۔

کوکھ مائی دی تیری جائی دکھ بھرے سکھ بھاگے
چٹاپونی رنگ ہویا سوسک ہوئی جیوں دھاگے

اس ماں کی کوکھ میں تیری جگہ دُکھ بھرے گئے اور سکھ بھاگ گئے اس کاروئی کی پونی کی طرح سفید رنگ ہوگیا ہے سوکھ کر تنکا ہوگئی ہے۔

کھاون لاون بھاون ناہیں جاون جگر جنہاندے
ماپے کرن سیاپے دِل وِچ رہندے تاپے ماندے

اُسے کھانا اور پہننا کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے جن کے جگر کا ٹکڑا جدا ہو۔ والدین اسی کا ماتم کرتے رہتے ہیں اور دل کا بخار کبھی نہیں اترتا ہے۔

سیاں تدھ بن نگھر گیاں ملیاں منجیاں جھکیاں
اک مویاں اِک ہویاں خفتی اِک جو بن دے دکھیاں

تیری سہیلیاں تیرے بنا گھر کو بھول گئی ہیں کام کاج یاد نہیں رہا ٹوٹی چارپائیوں پر پڑی ہیں۔ اک مری ہیں اور پاگل ہیں اور کوئی حُسن ہی گنوا چکی ہیں۔

اندر داغ وچھوڑے والے کالے وانگن لالے
رنگ پہناوا وانگ پشاکاں جگر وچوں پرکالے

ان کے اندر تیری جدائی کا داغ گل لالے کی طرح لگ گیا ہے رنگ پہناواں پوشاکیں ہیں لیکن جگر اندر سے سیاہ ہو چکا ہے۔

ہسن کھیڈن سو ہلے گاون سیس گنداون بھلے
جھلیاں ہویاں گلیاں اندر چلیاں نے سر کھلے

ہنسنا کھیلنا کسی کی تعریف کے گیت گانا سر میں کنگھی کرنا سب کچھ بھول گیا پاگلوں کی طرح ننگے پیر گلیوں میں پھرتی تھیں۔ اُن کو اپنی خبر نہیں رہی تھی۔

سرمہ پاون مہندی لاون وٹناں تیل ملاون
لکا دھڑی دندانسہ شیشہ ماسہ کسے نہ بھاون

کاجل لگانا بندی وٹنا تیل وغیرہ سب بھول گیا تھا ٹکا ہونٹوں کی سجاوٹ دنداسہ ملنا شیشہ کسی کو ذرا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ تیرے بنا بے چین تھیں۔

وین کرن دن رین غماں دے چین گیا سبھ سنگوں
جس گھر شمع نہیں کد ملکہ مجلس ہوئی پتنگوں

تیری خوبیاں بیان کر کے روتی تھیں دِن رات تیرے غم میں گذرتے تمام سہیلیوں کا سُکھ چین ختم ہوگیا تھا۔ ملکہ جس گھر میں شمع ہی نہ ہو وہاں پتنگ کیسے آئیں گے۔

تیر تیرے دا چیر کلیجے دیر پھرن جیوں پھٹے
تنگ حیاتوں آکھن واتوں ملکہ خاتوں پٹے

تیری جدائی کے تیر نے بھائیوں کا دِل زخمی کر دیا تھا۔ اپنے مُنہ سے کہتے ہم زندگی سے تنگ ہیں۔ ہمیں ملکہ کی جدائی نے

روگ: بیماری، مرض۔ سیاپے: ماتم: سوگ۔ جھکیاں، ٹوٹی ہوئی۔ وات: منہ، ذہن رین، رات، شب۔

جے کجھ خوبی اس نے کیتی ہور نہیں کوئی کردا
جے کوئی سکا میرا ہوسی رہسی اس دا بردا!

جو کچھ خوبی اِس میں ہے یا جو احسان اس نے کیا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ اگر میرا سگا ہوگا تو وہ اس کا غلام بن کر رہے گا۔ تب ہی وہ میرا سگا ہوگا۔

اس دا حق مکاون جوگی نہیں میری گل ساری
میں پر ہے وڈیائی اس دی حدوں بیشماری

میرا پورا خاندان میری پوری نسل بھی اس کا حق نہیں ادا کر سکتی ہے۔ میرے لیے اس نے حد سے زیادہ بہادری کی ہے۔ جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔

سیف ملوک اہدا ہے ناواں مصر شہر دا والی
ویر اصیل دھرم دا بھائی ہر ہر عیبوں خالی

اس کا نام سیف ملوک ہے اور یہ مصر شہر کا شہزادہ ہے۔ یہ میرا بڑا نیک بھائی ہے اور ہر برائی سے پاک ہے اس میں کوئی عیب میں نے نہیں دیکھا ہے۔

مینوں پھڑ پھڑ تخت بہالو اس بن کیکر بہساں
جاں جاں اوہ دلشاد نہ ہووے میں دکھیاری رہساں

مجھے آپ لوگ پکڑ پکڑ کر تخت پر بٹھا رہے ہیں میں اُس کے بغیر کیسے بیٹھوں گی۔ جب تک وہ خوش نہیں ہوتا ہے میں پریشان رہوں گی۔

تاج ملوک سنی گل ساری جو ملکہ فرمائی
سیف ملوک سدا یا مجلسیں بہت کیتی وڈیائی

تاج ملوک نے تمام ملکہ بات سُن کر جو اس نے کہی تھی۔ سیف ملوک کو مجلس میں بلایا اور اس کی بڑی تعریف کی اُسے بہت عزت دی۔

نوہاں دھیاں حرماں تائیں سبھناں نوں فرمایا
سیف ملوکوں منہ نہ کجو جانوں ماں پیو جایا

بہو بیٹیوں اور تمام بیگمات سے کہا سیف ملوک سے کوئی بھی پردہ نہ کرے اِسے اپنا مادر زاد حقیقی بھائی سمجھو۔ اِس سے کوئی پردہ نہیں ہے۔

نہ کوئی بی بی چھپے اس تھیں نہ کوئی پردہ تانے
ایہ فرزنداں نالوں چنگا ہے اساڈے بھانے

نہ ہی کوئی بی بی اس سے شرمائے اور نہ ہی کوئی اس سے پردہ کرے یہ ہمیں بیٹوں سے بھی اچھا لگتا ہے۔ یہ ہمارا حقیقی اولاد سے بھی آگے ہے۔

ملکہ خاتوں بیٹی ساڈی اس تھیں کیہڑی چنگی
اس نے اس نوں ویر بنایا دور کیتی دورنگی

ملکہ ہماری بیٹی ہے اس سے کون اچھی ہے اُس نے اسے بھائی بنالیا ہے اس نے دوئی دور کر دی ہے وہ ہمارا ہی ہے۔

تاج ملوک تخت تے بیٹھا وہڑا فرش سہایا
سیف ملوک برابر اپنے سجے پاس بہایا

تاج ملوک تخت پر بیٹھا اور صحن میں فرش سجایا گیا اور اُس نے تخت پر اپنے دائیں طرف سیف ملوک کو برابر جگہ دی۔

کھبے پاسے ملکہ خاتوں بیٹھی ہو خوشحالی
شکر ہزار گزارن سارے کرم کیتا رب والی

اور بائیں جانب ملکہ خاتون بڑی خوش ہو کر بیٹھ گئی۔ سارے خدا کا ہزار شکر کر رہے تھے کہ ہم پر رب تعالیٰ نے مہربانی کی ہے۔

گل: نسل۔ خاندان۔ قبیلہ

سرخ شراب یاقوت پیالے آن ہوئے پھر حاضر
ترت باورچی جا ٹکائے کھانے نادر نادر

سرخ شراب یاقوتی پیالوں میں حاضر کر دی گئی فوراً باورچیوں نے عمدہ اور لذیذ کھانے دسترخوان پر لگا دیئے۔

شربت مٹھے پین پیالے ہور شراب پرانے
کھان پلا کباب فلودے رنگ رنگاں دے کھانے

میٹھے مشروبات کے جام پلائے اور پرانی شراب کباب پلاؤ اور فالودے اور طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے۔

عشرت عیش ہوئی سبھ حاصل کجھ نہ رہیا باقی
خوش آواز سرود الاپن سوہنے مطرب ساقی!

تمام عیش اور تفریح حاصل ہوئی کوئی کسر باقی نہ رہی تھی سریلی آواز گویے گا رہے تھے اور ساز بج رہے تھے۔

بارھیں برسیں ڈبا بیڑا مولیٰ بنے لایا!
جیئو جیئو خوشی مراداں اندر ہویا چین سوایا

بارہ برس کے بعد خدا نے ڈوبا ہوا بیڑہ پھر کنارے لگایا ہے۔ جیسے خوشی مِل گئی دِل کو سکون اور چین حاصل ہوا۔

سیف ملوکے وانگ کلی دے ظاہر روپ سہاوے
پر اندر وِچ داغ پری دا دھوتا مول نہ جاوے
موہوں کوک پکار نہ کردا آس ربے وَل لایا
ایسے درد پچاون سب دے واہ مرداں دا دایا

سیف ملوک کلی کی طرح خوبصورت لگ رہا تھا۔ لیکن دِل میں پری کا جو داغ تھا نہیں دھویا جا رہا تھا اُسے نہیں بھول رہا تھا۔ مُنہ سے آہ و بکا نہ کرتا تھا۔ دِل میں رب کی آس تھی۔ ایسے درد بھی ہنس کر سہہ لیتے ہیں واہ مردوں کی کیسی برداشت ہے۔

پیون کھاون سوہلے گاون خوشی کماون سارے
فضلاں دے دروازے کھلے طاق قہر دے مارے

کھاتے پیتے گیت سنتے اور تمام بڑے خوش تھے۔ رحمتوں کے دروازے کُھل چکے تھے اور غضب کے بند ہو چکے اب نصیبہ بدل چکا تھا اچھے دن آ گئے تھے۔

کاغذ لکھ دوڑایا قاصد سر اندیپ شہر ول!
خیر خوشی دی خبر پچائی ملکہ جیو دے گھر ول
سیف ملوک شہزادے اُتے تاج ملوک تروٹھا
کرے تواضع باہر حدوں گرد اَحسانے کٹھا

خط لکھا اور قاصد کو دے کر سراندیپ شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ملکہ کی خیریت اور خوشی کی خبر ملکہ خاتون کے گھر والوں کو پہنچا دی تھی۔
شہزادہ سیف ملوک پر تاج ملوک بڑا مہربان ہو گیا تھا اِس کی حد سے زیادہ خاطر تواضع کرتا کہ اُسے احسان کی چھری نے جیسے ذبح کر دیا تھا۔

راتیں دیہناں خوشیاں کردے ہر دم دِل پر چاون
سیف ملوک شہزادے اتو صدقے ہو ہو جاون

دِن رات خوشیوں میں گذارتے اور اپنا دل پرچاتے رہتے وہ سیف ملوک شہزادے پر قربان ہوتے تھے۔ سیف ملوک کی اِن کے دل میں اتنی قدر ہو گئی تھی۔

شمع جلان پلان پیالے مجلس لان پیارے
عطر عبیر گلاب صندل دے بہت کرن چھنکارے

شمعیں روشن کرتے مجلس لگاتے اور ایک دوسرے کو پر کر کے جام پلاتے تھے۔ عطر عنبر اور گلاب صندل ہر وقت چھڑکاؤ ہوتے تھے۔ خوشبو دھمی رہتی تھی۔

مطرب۔ گائک: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

عود وجود جلائے آتش بود نابود بنائے
درد اپناتے سوز دوئے دا دِل خوشنود کرائے

عود کی گرمی جسم جلاتی، غیر موجود کو موجود کر دیتی۔ درد اپنا اور غم کسی کا دوسرے کے دِل کو خوشی دے۔ کسی کے غم شریک ہونا اُس کے کام آنا۔

تارٗ ستار ست تار بجائے واہ ستار چتارے
کھول دِتے رب باب کرم دے چنگ رباب پکارے

سہ تار کی تار بجائے اور یعنی ستار کی تار جب بجتی تو وہ عیب چھپانے والا (اللہ) کا نام لیتی اور خدا نے مہربانی کے دروازے کھول دیئے رباب کی چنگ پکار رہی تھی۔

سارنگیاں سارنگ الاپن ایسا رنگ بنایا
طبلے پُر خوشبو خوشی تھیں خالی پیٹ پھولایا

سارنگیاں (ساز) سارنگ دیپک راگ کی ایک راگنی کا الاپ کرتیں اور انہوں نے ایسا رنگ بنا رکھا تھا طبلے نے خوشی سے ہی اپنا خالی پیٹ پھولا لیا تھا۔

تاڑی رات خوشی دی تاڑی مارے خوب پٹاکے
چکی چکلے چائی کہندی چھڈو ہور لٹاکے

خوشی کے لیے ایک رات مقرر کر لی اور تالی بجائے اور خوب پٹاک پٹاک کی آواز آتی تھی۔ اور چکی کو عشق ہو گیا تھا کہتی کہ باقی کام چھوڑ دو، بند کرو۔

ہر اِک دے دِل خوشیاں موجاں غم نہ آہا ماسہ
سیف ملوکے دا دِل گھائل باہروں کوڑا ہاسہ

ہر ایک کا دِل خوش تھا کوئی بالکل غمگین نہیں رہا تھا اور سیف ملوک کا زخمی تھا دُکھی تھا بس ظاہر ہی نہیں کر رہا تھا اندر سے دُکھی تھا۔

پین شراب شاب پیالے کردے نقل کبابوں
دس راتیں دس روز گزارے خوشیاں باہر حسابوں

شراب کا دور چلتا اور پھر اور کباب کا ذائقہ لیا جاتا دس دِن اور دس راتیں اِسی طرح خوشیاں کرتے ہوئے گذار دیئے۔ بے شمار خوشیاں منائیں گئیں۔

محلاں اندر دوئے شہزادے مانن عیشاں موجاں
آدربار تخت پر بہندے کرن سلامی فوجاں

محلوں کے اندر دونوں شہزادے سکون کی زندگی گذار رہے تھے جب دربار میں آکر تخت پر بیٹھتے تو افواج سلامی دیتی تھی۔

رہے شراب کباب ربابیں دس دن تے دس لیلاں
بعد اس تھیں نت رہندے آہے وچ خوشی دیاں سیلاں

دس دن اور دس راتیں شباب کباب اور رباب کی محفلیں چلتی رہیں اور اس کے بعد ہمیشہ خوشی سے سیر سپاٹے کرتے رہتے تھے۔

جاں کوئی روز گزشتہ ہوئے کردے عیش جوانی
تاج ملوک خوشی کر اِک دن کرن لگا مہمانی

جب کچھ روز گذارے تو جوانی کے عیش عشرت کرتے تاج ملوک ایک دن خوش ہو کر اس کی مہمانی کرنے لگا۔

سبھ فوجاں کروایاں موجاں عیداں خدمتگاراں
سیف ملوکے نوں پھر دیندا دولت مال ہزاراں

تمام افواج کو عیش کرایا اور تمام خدمت گاروں میں خوشیاں بانٹیں۔ سیف ملوک کو بڑا دولت مال دیا۔ جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھا۔

عُود۔ ایک صندل کی طرح خوشبو دار لکڑی ہوتی ہے۔

لکھ خزانے بھرے دہانے زیور ہور شہانے
کئی پوشاکاں سچیاں پاکاں زین۔ اسباب ترانے

اس کے ہاتھ میں لاکھ بھرے خزانے اور شہانے زیورات تھے۔ کئی سچی اور پاک پوشاکیں تھیں کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی۔

کوتل ہور پنجاہ دِتے سن نال اسباب سنہری
پوزی کلغی جھلمل کردی جیوں کر دیسنھ دوپہری

اور اُسے پچاس گھوڑے دیئے تمام سونے کے اسباب کے۔ پوزی کلغی چمکارے مارتی ہوئی جس طرح دِن کی دوپہر کا وقت ہو۔

ساخت تنی لگام رکاباں کلے رسے سارے
سونے موتی نال جڑاؤ کوتل خوب سنگارے

ساخت تنیاں (ڈوریں) لگام رکابیں کلے رسے تمام سونے اور موتیوں سے جڑے ہوئے اور گھوڑے خوب سنگارے ہوئے تھے۔

وہتر ہور بلیوے والے اونٹ خچر اوٹھ گھوڑے
جامے بہت دِتے زرکاری زرہاں کلغی توڑے

اور بار بردار جانور سامان اٹھانے کے لیے اونٹ خچر گھوڑے دیئے اور لباس سونے کی کڑھائی ہوئے۔ زرہیں اور کلغی وغیرہ۔

ہاتھی کئی عماری والے بہتے خونی جنگی
چھوکریاں تے گولے دِتے رومی ختنی زنگی!

عماری والے کئی ہاتھی اور زیادہ خونی اور جنگی تھے۔ لڑکے اور نوکر دیئے۔ ترکستانی اور حبشی بھی تھے۔

ہندی آن اداداں والے پتلے لک جنہاں دے
بولی خوب طبیعت ہولی لٹک ترن وَل کھاندے

ہندی بڑے ناز اداؤں والے جو پتلی کمر والے تھے۔ اچھی بولی نرم طبیعت والے جب چلتے تو ان کمر بل کھاتی تھی۔

سینے سنگ تے انگ پکے سن سانو لڑے رنگ سوہنے
مور چکور تے ٹور کبہگاں دی چور دلاں نوں موہنے

چھاتیاں سنگ مرمر کی طرح پکے رنگ سانولے (گندمی) بڑے خوبصورت تھے۔ مور چکور اور ہنسوں کی چال اور دِل موہ لینے والے۔

چینی لونڈے روپاں والے مکھ سوہنے گل لالے
بدن صفائی چین نہ کائی چمکن چین پیالے

بڑے حسین چینی غلام لڑکے جن کے سرخ پھول کی طرح چہرے گورا بدن لیکن بے سکون چینی کے پیالوں کی طرح چمک رہے تھے۔

نفر خطائی نہ خط آئے دِس پاک خطائیوں
ذرا خطائی کسے نہ جائی راس سجن ہر جایوں

ان میں کوئی کمی نظر نہیں آتی تھی خطاؤں سے پاک تھے۔ کسی جگہ بھی کوئی کمی نہ تھی کسی جگہ بھی اُن میں کوئی خالی نہ تھی۔ نہایت حسین تھے۔

نقش چگل دے میوے دِل دے حسن بسنت بہاراں
رنگا رنگ پھلاں دی صورت کردے قید ہزاراں

اِن کے نقش چگل کے حسینوں کی طرح دِل نرم اور حسن بسنت بہار کی طرح تھا۔ ان کی صورت رنگ برنگ کے پھولوں کی طرح تھی اور ہزاروں کے دل موہ لیتے تھے۔

نرگس نین سیاہ کشمیری بن پیتے متوارے
مرگ نیناں دیاں شاخاں جڑ کے شیر جنہاں پھڑ مارے

کشمیری نرگس کی طرح آنکھیں جو بن پیتے ہی مست تھیں اِن میں ہرن کی آنکھوں جیسی کشش جنھوں شیر پکڑ کر مارے۔

رومی شوخ چلاک لڑ کے جو ہتھ آون چر کے
اُگے آئے بھی چھٹ جاون روم کھلن دے پھر کے

رومی شوخ اور بڑے ہوشیار جو بمشکل ہاتھ لگتے تھے۔ آگے آئے ہوئے چھوڑ جاتے تھے آنکھ جھپکنے کے فرق میں غائب ہو جاتے۔

چگل: ترکمانستان کا شہر ہے۔ جہاں کا حسن دنیا میں مشہور ہے۔ مرگ: ہرن، آہو۔ چر کے۔ دیر کے بعد۔

حکم میرے تھیں مکھ نہ موڑے توڑے سر دھڑ منگاں
ہتھیں بدھیں رہے کھلوتا بھاویں سکن ٹنگاں

وہ میرے کہے سے کبھی انکار نہ کرتا تھا خواہ میں اُس سے اس کا سر ہی کیوں نہ مانگ لوں وہ میرے کہنے پر جہاں کہتا کھڑا رہتا خواہ اس کی ٹانگیں ہی سوکھ جائیں۔

ہک دوجے تھیں جدا نہ ہوندے دو جُثے ہک جندے
اٹھے پہر وراگے ملدے گل لگ بندے بندے
پایا رب وچھوڑا سانوں جان جگر نوں جھورا
نہ کجھ خبر نہ سکھ سنیہا دکھ نہیں ایہ تھوڑا

ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے ایک جان اور دو جسم تھے۔ ہر پل اداسے ہی ملتے تھے ہمیشہ ایک دوسرے کو گلے لگاتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں جدا کر دیا ہے دِل و جان کے لیے ایک مرض بن گیا ہے۔ ہر وقت کی سوچیں، نہ کوئی اُس کی خبر ہے نہ کوئی پیغام یہ کوئی دکھ کم تو نہیں ہے۔

کی کجھ رنج مصیبت ہوسی یار میرے سر آئی
میری اس نوں اس دی مینوں ہرگز خبر نہ کائی

کیا کچھ میرے دوست پر دکھ تکلیفیں آئی ہوں گی میری اُسے اور اس کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے ہمیں ایک دوسرے کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

خبر نہیں ہن وِچ حیاتی سانوں رب ملاسی!
یا اس داغ وچھوڑے اندر سِکدیاں جند جاسی
کانگ طوفان سمندر اندر صاعد یار روہڑایا
رب ملاوے تاہیں ملیئے لبھدا نہیں لوڑایا
ماگر مچھ ہزار بلائیں سپ سنسارندی دے
کیونکر بچیا ہوسی اندر مشکل بے حدی دے

کیا پتہ اَب اللہ ہمیں زندگی میں ملائے گا بھی یا نہ مل سکیں گے یا اِس جدائی میں انتظار کرتے ہی تڑپتے جان دے دیں گے۔ سمندر میں طوفان تھا جب صاعد دوست بچھڑ گیا تھا اب اگر آپ ہی چاہے تو ملا سکتا ہے تلاش کرنے سے نہیں مل سکتا ہے۔ مگر مچھ اور کئی آفات اور ندی کے سانپ اسے مار چکے ہوں گے وہ اتنی مشکلات میں کیسے بچا ہو گا۔ اتنی بلاؤں سے اُس کا بچنا مشکل تھا۔

پھیر کہے اُوہ رکھن والا مینوں جس بچایا
جے اس نوں بھی رکھیا ہووس نہیں تعجب آیا

پھر سوچتا وہ بچانے والا بھی ہے جس نے مجھے اتنی بلاؤں سے بچالیا ہے۔ اگر اسے بھی اُس نے بچایا ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں وہ بچا سکتا ہے۔

نوحؑ نبی دا وِچ طوفانے بیڑا ٹانگ لگائیوس
یونسؑ پیٹ مچھی دے اندر امن امان بچائیوس
ابراہیمؑ خلیل بچہ تے اگ کوہاں وِچ گھتی
رکھن والا راکھا ہویا سیک نہ لگا رتی

اس نے حضرت نوحؑ کا بیڑا بھی تو بچالیا تھا اور یونسؑ کو بھی مچھلی کے پیٹ میں بھی بچالیا تھا۔ وہ ہر بلا سے بچا سکتا ہے وہ سب کا حافظ ہے۔ ابراہیمؑ کو چِہ میں ڈالنے کے لیے کوسوں میں آگ جلائی گئی تھی۔ جب بچانے والا اس کا رکھوالا ہو گیا تو اُسے ذرا بھی سینک نہ لگا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

سِکدیاں تیرتے ہوئے۔ ٹانگ۔ کنارے

میں اَج موجاں عیشاں اندر عشقے باہجھ نہ جھورا
پر ایہ راج حکومت خوشیاں لذت دین نہ بھورا

میں آج عیش وعشرت کی زندگی گذار رہا ہوں عشق کے بغیر اور کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن یہ تمام راج حکومت اور یہ خوشیاں کوئی مزہ نہیں دیتیں ہیں۔

خبر نہیں اوہ صاعد جانی یار پیارا بھائی
کس مصیبت بھاری اندر ہوسی کیہڑی جائی

خبر نہیں ہے وہ میرا دوست بھائی صاعد کہیں کیسی مشکل میں ہوگا اور کس جگہ ہوگا اور کس حالت میں ہوگا کوئی پتہ نہیں ہے۔

ہے صاعد رب خیری مہری سانوں جھب ملائے
جس جائی ہیں اوتھے تیرا سکھیں وقت لنگھائے

اے صاعد خداوند تعالیٰ ہمیں خیر سے خیریت سے ملائے تو جہاں بھی ہے وہیں تمہیں خدا سکھی رکھے تمہاری زندگی سکھوں میں گذرے۔

برا وراگ تیرے میں تایا مدت بہت وہانی
درد فراق وساری مینوں اپنی دکھ کہانی!

تیری جدائی نے مجھے بہت تنگ کیا ہے بڑا عرصہ گذر گیا ہے مجھے تیرے غم اور جدائی نے اپنی تمام کہانی بھلادی ہے مجھے اپنا کچھ یاد نہیں ہے۔

جے کجھ سر میرے تے ورتے سفر قضیے بھارے
پر ہن غم فراق تیرے دے سبھو ہور وسارے

جو میرے سر پر مشکلیں بیتی ہیں مصیبتیں گذری ہیں لیکن تمہارے غم میں سب کچھ بھلا دیا ہے۔اب صرف تمہاری ہی جدائی تنگ کرتی ہے۔

دولت مایا سبھ کجھ لدھا کمی نہ رہیا کائی
پیراں بیٹھ شہزادے پھردے خدمت کرے لکائی

دولت مال خزانہ سب کچھ ملا ہے کسی چیز کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔شہزادے میرے قدموں میں گرتے ہیں مخلوق خدمت کرتی ہے۔

پر مینوں کجھ بھاوے ناہیں دن دن ہاں دکھیارا
رو رو عرض کراں رب میلے صاعد یار پیارا

لیکن مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا دن بدن دکھی دکھی ہو رہا ہوں اور خدا کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اللہ پاک مجھے صاعد ملادے۔

ایسے طرح شہزادے اوتھے کوئی دن بیٹھ گزارے
لوکاں بھانے موجاں مانے دل اس دے دکھ بھارے

اِسی طرح شہزادے نے کچھ دِن وہاں گزارے لوگوں کے خیال میں بڑی موجیں کر رہا ہے لیکن اُس کے دِل میں بڑی بھاری دکھ تھے۔دِل دکھی تھا۔

میر وزیر تمامی لشکر تاج ملوکے سندا
سیف ملوک اگے ہر ہر سی ہتھیں بدھیں بندا
سبھناں بہت پیارا لگے ہر کوئی عاشق اسدا
جو تکے سو اُٹھ نہ سکے ہر اِک دا دِل مُسدا

تمام امیر وزیر اور تاج ملوک کا تمام لشکر سیف ملوک کے سامنے ہاتھ بندھا غلام تھا۔سیف ملوک کے احکام کا پابند تھا۔
سیف ملوک سبھی کو بہت پیارا لگتا تھا ہر ایک اس کا گرویدہ تھا۔جو بھی اسے دیکھتا تھا وہ اسی کا ہی ہو کر رہ جاتا تھا۔سب کا دِل موہ لیتا تھا۔

جھورا: فکر، پریشانی۔وراگ: جدائی۔

ہور وڈے امراء اکابر عزت والے سارے
میلے کارن چلے اگیرے جاگے بھاگ نیارے

اور دوسرے بڑے امیر وزیر سردار تمام اشرافیہ اس کے ساتھ تھی۔ ان کے عجیب مقدر جاگے تھے وہ آگے اُنہیں ملنے کے لیے جارہے تھے۔

دوہاں ولاں تھیں ٹردے آہے آن ملے اِک جائی
خوشیں ملنے دی گل ساری جاندی نہیں سنائی

دونوں اطراف سے چلتے ہوئے ایک جگہ آملے اُس وقت خوشی سے ملنے کی پوری بات سنائی نہیں جاسکتی ہے کہ اُس وقت ان کے کیا مناظر تھے۔

ہک دوجے گل لا لا ملدے شاہ امیر تمامی
سر اندیپ شہر دا والی لئے مبارک کامی

ایک دوسرے کو شاہ وزراء گلے لگاتے تھے اور سر اندیپ کا بادشاہ مبارک بادیں لے رہا تھا۔ تمام لوگ اُسے مبارک دے رہے تھے۔

ملکہ نوں گل لا کے رنّے مائی باپ ہسیرے
مائی کہندی گھول گھمائی سر چمے ہتھ پھیرے

اُداس ماں باپ ملکہ کو گلے لگا کر بڑے روئے۔ ماں کہتی اے بیٹی میں تجھ پر قربان اس کا منہ چومتی اور سر پر ہاتھ پھیرتی تھی۔

خویش قبیلہ بھیناں بھائی قوم رلی سی ساری
ملکہ اُتے صدقے جاون مل مل وارو واری

تمام قبیلہ برادری تمام قوم اکٹھی ملی ہوئی تھی۔ باری باری ملکہ سے مل کر قربان ہوتے۔ اُسے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

شکر بجا لیاون رب دا کہندے حمد ثنائیں
گئی گواتی جس ملائی واہ اساڈا سائیں

سب خدا کا شکریہ ادا کرتے اور اس کی حمد وثناء پڑھتے۔ جس نے گئی ہوئی دوبارہ دی ہے سُبحان ہے وہ ہمارا مالک۔

سیف ملوک شاہزادے اگے ہوئے پھیر سلامی
شاہ امیر کبیر تمامی کرکے رسم علامی

شہزادہ سیف ملوک کو پھر انہوں سلامی دی تمام اُمراء وزراء اور اکابرین نے رسم غلامی ادا کی۔ وہ شہزادے کے خدمت گار بن گئے۔

وارد دار ملن سر کردے سر کردے قربانی
لاکھ ہزاراں کرن نثاراں دیناراں زر کانی

ان کے تمام سر کردے بار بار اس سے ملتے اور اُس پر سر قربان کرنے کو بھی تیار تھے۔ اس کے لیے وہ اپنا تمام مال و جان قربان کرنے کو تیار تھے۔

ملکہ خاتوں دا پیو ملیا سیف ملوکے تائیں
گل لاوے تے منہ سر چمیں لکھ لکھ دیئے دعائیں

ملکہ خاتون کا باپ سیف ملوک سے ملا اُس نے اُسے گلے لگا کر اُس کا سر مُنہ چوما اور اُسے لاکھوں دعائیں دیتا تھا۔

ملکہ خاتوں دا پیو مائی چر کے ملے وراگے
خوشیوں دونے ہو ہو جاون ستے طالع جاگے

ملکہ خاتوں کو اس کا باپ اور بڑی لمبی جدائی کے بعد ملے تھے۔ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اُن کے سوئے نصیب جاگے تھے۔

ایہ گل کرکے ہوئے باندے کیتی پھیر تیاری
سر اندیپ شہر نوں چلی بنی تنی اسواری

جب ان باتوں سے فارغ ہوئے پھر تیاری کی اور سراندیپ شہر کی طرف تمام قافلہ روانہ ہوگیا ملکہ خاتون اپنے باپ کے ہمراہ گھر جارہی تھی۔

ملکہ خاتوں تے شاہزادہ سیف ملوک بدیسی
اوہ بھی نالے چاہڑ لیو نے رب مراداں دیسی

ملکہ خاتون اور شہزادوں سیف ملوک پردیسی وہ بھی ساتھ ہی لے لیا کہ تمہاری مراد بھی اللہ بَر لائے گا۔

سراندیپ شہر دے نیڑے جاں منزل پر آئے
ملکہ خاتوں دے پیو اَگے قاصد ترت وگائے

سراندیپ سے بس نزدیک ایک منزل تھے تو ملکہ کے باپ نے قاصد کو فوراً آگے روانہ کردیا کہ جا کر شہر میں خبر دے دے۔

دتا حکم وزیراں تائیں جائیں خوب سہاوٗ
ہر کوچے بازار باغیچے بنت بناء بناوٗ

اپنے وزراء کو حکم دیا تمام جگہیں خوب سجائی جائیں۔ ہر کوچہ گلی بازار باغیچہ جو سجایا جائے کسی جگہ کوئی کمی نہ رہے۔

ہر صفے ہر محل چبارے جادربار شہانے
جھاڑو دے چھنکار کراوٗ کریو زیب یگانے

ہر صفہ ہر محل چبارے اور شہانہ دربار کی جگہ جھاڑو دے کر چھڑکاؤ کرایا جائے اور منفرد ہی ہر چیز دکھائی دے۔

کنجراتے کلونت میراثی بھاٹ سبھو ہور سازی
سوہنے ہور شہر دے سارے بانک بناون تازی

کنجر اور کلونت میراثی بھاٹ اور تمام سازندے تمام حُسین اور شہزادے تمام بن سنور کر آئیں ہر چیز کو سجادو۔

فوجاں لشکر بھانڈے سارے کرن تیار ایماں
سیف ملوک شہزادے اَگے مل کر کرن تعظیماں

تمام افواج لشکر برتن تمام فوجیں تیار رہیں اور سیف ملوک شہزادے کی تمام مل کر تعظیم کریں۔

ہر بازی گر بھگتے سارے رنگا رنگ تماشے
ہور عجائب چیزاں نالے دانے بے تحاشے

تمام بازی گر بھگتے ہر طرح کے تماشے اور تمام باقی تمام اشیاء اور بے حساب دانا لوگ تمام تیار رہیں۔

عالم فاضل ملاں قاضی مفتی قاری سارے
استقبال کرن آ اَگے سیف ملوک پیارے

عالم فاضل مولوی اور قاضی مفتی اور قاری تمام لوگ شہزادہ سیف ملوک کا آگے آکر استقبال کریں۔ اِس پیارے کو بہت زیادہ پیار دیں۔

جیوں کر حکم شہانہ آہا سبھ بجا لیاندا
ہر نغمہ ہر ساز ہر سوہنا شہروں باہر آندا

جس طرح بادشاہ کا حکم تھا سب نے اس کی تعمیل کی ہر گیت ہر ساز ہر حسین شہر سے باہر لایا گیا۔ استقبال کی غرض سے۔

ہاتھی لا سندھور بنائے کتنے اُٹھ سنگارے
تازی زین مرصع کرکے کوتل آن کھلارے

ہاتھی سندور لگا کر سجائے اور کئی اونٹ سجائے گئے اور گھوڑوں زین ڈالے گئے اور مرصع کرکے گھوڑے لا کھڑے کیے۔

گڈاں بہلاں پینس ہووج پالکیاں تے خاصے
ہور چھفان اوچھاڑ بناتی چھتر سنہری خاصے

گھوڑا گاڑیاں بیل گاڑیاں امرانہ سواری اونٹ کا کجاوہ شاہی ٹالکی پر سرخ ریشمی اوچھاڑ اور سنہری چھتر جو خاص تھے۔

بدیسی: پردیسی۔ اُوچھاڑ: غلاف۔ بناتی: وہ کپڑا جن میں سونے کی تاریں ہوں۔

جس جائی توں پانی ڈوہلیں اوتھے رت ڈُوہلسیاں
جس پاسے توں قدم اٹھاویں اوہدر سیس جھکیساں

جہاں توں پانی گرائے ہم وہاں خون بہادیں گے تو جس طرف قدم اٹھائے گا ہم اسی طرف چلیں۔ تیری کہی کو تسلیم کریں گے۔

جتنا وس لگے گا میرا لاساں دلوں ایمانوں
جے مطلب ہتھ آوے تیرا فرق نہ کرساں جانوں

جتنا میرا بس چلے گا دِل اور ایمان سے لگاؤں گا اگر تمہارا مطلب تجھے حاصل ہوجائے تو ہم جان سے بھی فرق نہیں کریں گے۔

سیف ملوک تخت توں اُٹھ کے کرن لگا تسلیماں
دے جواب اس گل اوہدی دا وانگ اصیل حلیماں

سیف ملوک تخت سے اُٹھ کر تعظیم کرنے لگا اُس کا جواب بڑی بردباری اور نرم طبع سے نیک لوگوں طرح دیتا۔

جیونکر رسم رسوم شہانی کرکے ادب آداباں
سیف ملوک راضی کیتا شاہ نوں نال جواباں

جس طرح شاہی رسم و رواج تھے اسی طرح ادب و احترام کرتا۔ سیف ملوک نے بادشاہ کو اپنے جواب سے راضی کردیا۔

تاں پھر ملکہ دا پیو ہتھوں شاہزادے تے وکیا
بخشی جاء علیحدی جتھے رہے سکھلا ٹکیا

تب پھر ملکہ خاتوں کا باپ اِس پر بڑا مہربان ہوگیا اسے بڑا پسند آیا۔ اُسے علیحدہ جگہ دے دی جہاں وہ اکیلا آرام سکون سے رہے۔

ماڑی خاص شہانی جوسی اپنے بیٹھن والی
اوتھے فرش سنہری کیتے مانجے وانگن تھالی

جو خاص شاہی ماڑی تھی اس کے اپنے بیٹھنے والی وہاں پر سنہری فرش بچھائے گئے اور خوب صاف ستھرا کر شہزادے کو وہاں رہنے کے لیے کہا۔

وچہ سونے دا تخت وچھایا لعل جواہر جڑیا
مجلس کارن نرم غلیچے انت نہ آوے اڑیا

اِس میں سونے کا تخت بچھایا گیا جو لعل جواہر سے جڑا گیا تھا اور مجلس کے لیے نرم قالین بچھائے۔ بڑے بیش قیمت تھے۔

ماڑی دی تعریف نہ ہووے کیہ گل کراں زبانوں
دھرتی اُتے آہی یارو مثل نبی اسمانوں

ماڑی کی زبانی میں کیا تعریف کروں۔ وہ زمین پر آسمان کی مثل تھی۔ اِتنی ہی خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ خوب سجائی گئی تھی۔

چھت پرت کیتی استاداں ہر ہر تھاں ہزاراں
بوٹے تے پھل کھیل رنگاں دے باغ بہشت بہاراں

اس کی پرت خاص ماہرین نے کی ہوئی تھی ہر جگہ ہزاروں بیل بوٹے طرح طرح کے پھول وہ ایسے ہی تھی جیسے باغ جنت میں بہار آئی ہو۔

شیشے لاون جھلک چو طرفے موتی لٹکن چھجے
نقش نگار صفائی صفیاں وہڑے رونق رجے

شیشے جھلکتے تھے چاروں طرف اور بڑھاؤ پر موتی لٹک رہے تھے۔ تمام صفہ نقش و نگار سے سجائے گئے اور سب صحن میں رونق تھی۔

سیف ملوکے دا اس جائی خوب سہایا ڈیرا
لدھا شاہی راج حکومت اگلیوں کجھ ودھیرا

سیف ملوک کا اِس جگہ خوب ڈیرا سجا ہوا تھا۔ شاہی راج اور حکومت کچھ اگلے سے زیادہ ہی تھا سب کچھ مل گیا تھا۔

وہڑا: صحن۔

سرانديپ نگر دا والی کول اوہدے نت آوے
بہت خوشامد خاطر کردا کھیڈیں چت بھلاوے
چوپٹ گنجفے تے شطرنجوں ہس ہس کردے بازی
بدر رنگوں رب رنگ بنایا برسا بولی تازی
پہلے ہتھ اٹھاراں اٹھے چھپ گئے ترے کانے
پنج چھکے دوئے پوئے سبھ آون من بھانے

اور سرانديپ کا بادشاہ ہمیشہ اس کے پاس بیٹھتا تھا اس کی بہت خوشامد اور خاطر کرتا اسے کھیلوں میں لگا کر اس کا دل بہلاتا تھا۔
چوپٹ گنجفے شطرنج کی ہنس کر بازی لگاتے بدرنگ سے خدا نے رنگ بنا دیا تھا اور تازی ہی رحمت ہوئی تھی رب نے رحم کیا تھا۔
پہلے ہاتھ ہی اٹھارہ اٹھ گئے اور تین کانے چھپ گئے پانچ چھ دوئے ہوئے سب من مرضی کے ہی آتے تھے جن کی ضرورت ہوتی وہی آجاتے۔

ست ست واراں پین ستاراں دا رکھے جد اسدا
شاہزادے نوں شہ نہ آوے نہ جگ بھٹکے کسدا
ترہیرے داء رکھاوے پاسا چھ ترے پنج دو بھائی
نالے پنجیں چوہیں اوتھے بند نہ پوندی کائی
چھے دوئے چھے چار اٹھاوے پون باراں تے تیراں
کچے بھی ہو جاون پکے جگ میلن کڈھ چیراں

سات سات بار سترہ پڑتے جب اُس کا داؤ رکھا جائے شہزادے کو شاہ نہیں آتا تھا نہ جگ بھول کر مرتا تھا اچھی بازی ہوتی تھی۔
تین داؤ پاشہ رکھاتا چھ تین پانچ بھائی اور ساتھ پانچ چار وہاں بند کوئی نہ پڑتا تھا۔ یہ تو اس کھیل (کو کھیلنے والے ہی جان سکتے ہیں)
چھ دوئے اور چھ چار اُٹھائے اور بارہ اور تیرہ پڑتے۔ کچے بھی ہو پکے ہو جاتے ہیں جب اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جائیں جب اصل خانے میں آجائیں۔

پنجڑے چھکے جے لا چاروں دا رکھن ترے پنجے
بدھے باجھ لیاون ساراں بچ دے کانے گنجے
عاشق رنگوں پے پے نکلے کتنی کتنی واراں
رنگوں چاہڑ رنگ بنائے چھڈ نکلے گھر باراں!
سنگ قبیلے رنگ اپنے تھیں ماری دا اٹھ کردا
ہر خانے ہر پاسے گردے دھکے کھاندا پھردا!
کدھرے ہوندا قید نماناں کدھرے وت مریندا
جاں رب سچا کرے محمدؐ پک کے واصل تھیندا
کدے شہزادہ کرے مطالعہ دفتر علم کلاموں
کدے کچہری لا عدالت کردا خاصوں عاموں
ساقی وانگ شراب پیالے مکھ روشن گل لالے
ہتھ صراحی نور صباحی کاسے پور پیالے

اگر مجبوری سے پانچ چھ چار کا داؤ رکھیں تین پانچ بندے بغیر ہی خبریں لائیں بچ کے کانے گنجے۔
عاشق کئی کئی بار جہنم میں پڑ کر نکلتے ہیں حال سے بے حال ہوئے جب اپنا گھر بار اور ملک چھوڑ کر نکل گئے۔
اپنے ساتھ اور اپنے قبیلے سے مرتا ہوا ہی چھوڑ کر نکلا تھا۔ ہر طرف ہر جگہ دھکے کھاتا ہوا پھر رہا تھا۔ خوار ہو رہا تھا۔
کبھی بے چارہ کہیں قید ہوتا اور کہیں پٹتا تھا۔ جب اے محمد اللہ کرے تو پک کر ہی داخل ہوتا ہے جب سب برداشت کرے۔
کبھی شہزادہ علم کلام کا مطالعہ کرتا تھا کبھی کچہری لگا کر سب عام خاص کے لیے انصاف کرتا تھا۔ ہر طرح سے اپنا وقت گذارتا تھا۔
اے ساقی شراب کے پیالے کی طرح چہرہ گل لالے کی طرح اور ہاتھ میں مجھے کے نور صباحی کا جام پلاؤ۔

سرانديپ: جزیرہ سری لنکا۔ ساقی: شراب پلانے والا۔

پھر جو یار پیارا بھائی صاعد نام کوئی ہے
اس بن گھڑی آرام نہ اس نوں ہر دم یاد سوئی ہے

پھر جو اس کا کوئی صاعد نام کا پیارا بھائی ہے اس کے بغیر بھی اِسے پَل آرام نہیں ہے ہر وقت اُسے ہی یاد کرتا رہتا ہے اس کا نام لیتا ہے۔

ہر ہر پاسے صدقوں پکا اہل وفا یگانہ
گھٹ گھٹ پیدا کرسی یارو ایسے پُت زمانہ

ہر طرف سے صدق وفا کا بالکل پکا یہ واحد انسان ہے دوستو ایسے بیٹے جہان میں کم ہی ہوں گے۔ ایسے بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔

ملکہ خاتوں تے بھین اس دی بدرہ خاتوں رانی
بدیع جمال سہیلی جس دی شاہ پری من بھانی!

ملکہ خاتوں اور اس بہن بدرہ خاتون رانی جس کی بدیع جمال پری سہیلی من پسند ہے جو اس کی بہن بنی ہوئی ہیں۔

دونویں بھیناں مڑ مڑ آون نالے ماں اُنہاں دی
سیف ملوک کے کول لیاون جو شے اُوس سکھاندی

وہ دونوں بہنیں بار بار آتیں اور ساتھ ہی ان کی ماں بھی ہوتی تھی۔ سیف ملوک کے لیے جو چیز اسے اچھی لگتی وہ لاتی تھیں۔

کھانے دانے ہور پوشاکاں شربت رنگ برنگی
اوس عزیز اگے آ رکھن چیز دِسے جو چنگی

کھانے پوشاکیں طرح طرح کے مشروبات اُس پیارے کے سامنے لا رکھتیں جو بھی اچھی چیز انہیں نظر آتی تھی۔

عشرت عیش سبھو کجھ لدھا یار نہ اکھیں ڈِٹھا
جاں جاں یار نہ ملے محمدؐ کجھ نہ لگدا مٹھا!

اُسے عیش و آرام سب کچھ مل گیا تھا اگر کچھ نہیں ملا تھا تو اپنے محبوب کو آنکھوں سے نہ دیکھتا تھا جب تک اے محمدؐ محبوب نہ ملے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔

عاشق نوں ایہ مال خزانے تخت حکومت شاہی
دلبر باجھوں ایویں دسدے جیوں چوراں گل پھاہی

عاشق کو یہ مال خزانے تخت اور حکومت بادشاہی اس طرح ہی لگتے ہیں جس طرح چوروں کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہوتا ہے۔

اک دن ہو اداس شہزادہ کہندا ملکہ تائیں
کد اقرار ہووے گا پورا جاندی عمر ازائیں

ایک دِن شہزادہ اُداس ہو کر ملکہ سے کہنے لگا کب تمہارا وعدہ پورا ہو گا میری تو ایسے ہی زندگی فضول گذرتی جا رہی ہے۔

جیہناں دے دل حُب سجن دی سو کیوں بہن نچلے
جچر فراق ہووے تقدیروں اچرک وس نہ چلے

جن کے دل میں محبوب کی محبت وہ ایسے آرام سے کیسے بیٹھ سکتے ہیں جب تک تقدیر میں جدائی ہو اس وقت تک تو بس نہیں چلتا ہے۔

جاں پھر دس سجن دی پوندی بدھے رہن نہ ٹھلے
اس شاہی تھیں اُسدے کوچے بھلے مینوں دھر کلے

لیکن جب اُنہیں اس کی خبر مل جائے پھر وہ بندھے نہیں رہ سکتے ہیں۔ اس بادشاہی سے محبوب کی گلی کے دھکے ہی اچھے ہیں۔

جس دل حُب پیار سجن دا ہر دم ملیا لوڑے
کیتے قول اساڈے ملکہ شاید تساں تروڑے

جس کے دل میں محبوب کی محبت پیار ہوتا ہے وہ ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ اُسے تلاش کرے ملوں لیکن ملکہ تم نے اپنے کیے وعدے توڑ دیئے ہیں۔

یا میں تھیں گستاخی ڈِٹھی یا تسیں کسی ہوڑے
ضائع عمر ملے بن جاندی جگ جیون دن تھوڑے

یا تو میرے میں کوئی گستاخی دیکھی ہے یا تمہیں کسی نے منع کر دیا ہے اسے ملے بنا ہی عمر ضائع جا رہی ہے اس زندگی کے دن

جچر: جب تک، اچرک: اس وقت تک۔

صاعد نوں ہر ساعت اندر یاد کرے تے رووے
آکھے یا رب سایاں کتھوں ایڈ نصیبا ہووے
صاعد یار ملے اَج مینوں اچن چیت اس راہوں
جاوے داغ جدائی والا ہووے فضل الٰہوں!

وہ صاعد کو ہر وقت یاد کرکے روتا اور کہتا تھا کہ کہاں سے میرا اتنا اچھا نصیب ہوگا کہ مجھے صاعد مل جائے۔ میں اُسے دیکھ لوں۔ صاعد میرا پیارا مجھے اچانک ہی اس راستے پر مل جائے۔ اور یہ جدائی غم ختم ہو جائے اور رب کریم اپنی مہربانی اور رحمت کر دے۔ صاعد مجھے نظر آجائے۔

اوسے سیر شکاری اندر پھردا سی شاہزادہ
کی تکدا ہک جائی بیٹھا مرد بڈھا ہک سادہ
بیٹھا کول اُوہدے ہور دوجا شخص جوان عمر دا
تن رنجوری اوپر بھوری نہ تہ بند کمر دا
لمیں وال مداری وانگر لٹاں بن بن آئے
ناں سر پگ نہ ٹوپی چولی منہ سر خاک رمائے

اُسی سیر اور شکار میں شہزادہ پھر رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ پر بندہ بوڑھا سادہ سا بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ دوسرا ایک جوان عمر کا بندہ بھی بیٹھا ہوا ہے وہ بڑا لاغر بدن پریشان بنا تہبند صرف ایک گودڑی اوپر اوڑھے بیٹھا تھا۔ مداریوں کی طرح بال بڑے لمبے لٹوں کی طرح بن چکے تھے نہ سر پر پگڑی تھی نہ ہی ٹوپی سر منہ خاک میں اَٹا پڑا تھا۔ حالت بڑی خراب تھی۔

پیریں پاڑ بیائیاں کیتے میل کیتا رنگ کالا
نقش سندر محبوباں والے مجذوباں دا چالا

مَیل اور سردی کی وجہ سے پاؤں پھٹے ہوئے تھے۔ میل نے رنگ سیاہ کر دیا ہوا تھا نقش حسین محبوبی تھے لیکن بے چارے کی حالت مجذوبی تھی۔

لاغر انگ ہویا سک تیلہ رنگ کیسر جیوں پیلہ
اکھیں پانی ڈل ڈل ڈلکے برا غریبے حیلہ
ہتھاں پیراں دے نونہہ ودھ کے نشتر وانگر ہوئے
بغلاں ہور حجامت والے لمیں وال کھلوئے
ہکو بھوری تکلا اوپر اوہو لک دوالے!
چپ چپاتا بیٹھا ڈِٹھا مجذوباں دے چالے
نموں جھان حیران فکر وِچ سر زانوں تے دھریا
آیا نظر شہزادے تائیں دُھوڑ غماں دی بھریا
جاں کر نظر ڈِٹھا شاہزادے پیا بھلاوا عقلوں
صاعد وانگ نمونہ دِسے ہتھوں پیروں شکلوں

بڑا لاغر اور بڑا کمزور ہوگیا سوکھ کر تنکے کی طرح اور رنگ زرد ہوگیا تھا آنکھوں میں آنسو چھلکتے۔ غریب کا بڑا بُرا حال ہو چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑھ کر نشتر کی طرح ہو گئے تھے اور بنا حجامت کے بال لمبے ہو گئے تھے بڑا بُرا حال ہو چکا تھا۔ اوپر صرف ایک ہی گودڑی تھی اور وہی کمر کے گرد چپ چاپ خاموشی سے بیٹھا کوئی مجذوب دکھائی دے رہا تھا کوئی دیوانہ لگتا تھا۔ نموں جھون حیران پریشان فکر میں بیٹھا اور سر گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور غموں کی دھوڑ اور گرد و غبار سے اَٹا پڑا تھا۔ جب شہزادے نے اُسے غور سے دیکھا تو اُسے جیسے بھلاوا پڑ گیا ہو۔ ہاتھ پاؤں اور شکل سے صاعد کی طرح ہی لگ رہا تھا۔

بیائیاں: سردی پا میل سے پھٹے پاؤں۔ چالا: حالت۔ کیسر: زعفران۔ پیلا: زرد۔ تیلہ: تنکا۔ مجذوب: دیوانہ۔ تکلا: گودڑی۔

کند فہماں نے معلم کیتا شاہزادے دا ویری
سیف ملوک کیتا اس دُکھیا ایہ کیوں جاوے خیری

ان کُند ذہن لوگوں نے جان لیا کہ یہ کوئی شہزادے کا دشمن ہے۔ اِس نے سیف ملوک کو دُکھی کیا ہے تو یہ کیسے خیریت سے جائے گا۔

اک دوئے تھیں سرس اُوہ ظالم ترس نہ کردا کوئی
اس عاجز دے وٹڈے یارو کیہ دساں جو ہوئی

وہ سب ایک دوسرے سے زیادہ مارتے ظالم کوئی بھی ترس نہ کرتا ایک مسکین کے ساتھ کیا ہوا میں کیا بتاؤں اس کا کیا حال کر دیا۔

لتاں مکے مار طمانچے نال تراڑاں وٹاں!
سوٹے سے سو لاساں پائیاں بھنیاں پٹاں سٹاں

ٹانگیں گھونسے طمانچے وَٹے ڈنڈے بدن پر لاسیں پڑ گئیں اور چوٹوں سے کئی زخم ہو گئے اس کا اتنا بُرا حال کر دیا۔

ماراں کھاندا ڈھہندا ڈگدا کر ہمت اُٹھ نٹھا
ہک اکلی کوٹھی اندر چھپ کتے ونج ڈھٹھا

وہ اُن سے مار کھاتا پٹتا ہوا گرتا اُٹھتا ہمت کر کے بھاگ نکلا۔ ایک علیٰحدہ سی کوٹھڑی دیکھ کر اس کے اندر جا کر چھپ گیا اور خاموش بیٹھ گیا۔

سیف ملوک اُتے چھنکائے عطر گلاب امیرا
پکھے جھلے تلیاں ملیاں وانگن سکیاں ویراں

سیف ملوک پر اُمراء نے عطر گلاب وغیرہ چھنکائے اُسے پنکھے جھلے گئے اور اپنے سگے بھائیوں کی طرح اُس کی تلیاں ملیں اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔

جے ویلے شاہ ہوش سنبھالی پچھیوس صاعد کتھے
سبھ حقیقت نفراں دسی ایہ کجھ گزری ایتھے

جس وقت وہ ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا کہ صاعد کہاں ہے اُسے غلاموں نے تمام حقیقت بتائی کہ یہاں یہ بات ہوئی ہے۔ اس طرح گذری ہے۔

ماری دا اکٹھ نٹھا صاعد اسیں رہے وچ رولے
خبر نہیں ونج چھپیا کتھے ہے بچیا کس ڈولے

ہم اِسی شور میں لگے رہے اور وہ بے چارہ پٹائی سے ڈرتا بھاگ گیا ہے۔ پتہ نہیں کس طرح پہنچ گیا ہے اور کہاں جا کر چھپ گیا ہے۔

سیف ملوک کہیا کم بختو برا ہنیر کیتوئے
اپنے ولوں سجن بن کے میرا لہو پیتوئے

سیف ملوک نے کہا اے کم بختو تم لوگوں نے بڑا بُرا کیا ہے اپنی طرف سے دوست بن کر میرا ہی خون پیا ہے تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔

احمق سجن دی بھلیائی ویر ہوندا سترانا
تن دے سجن دل دے دشمن جنہاں زہد نہ بھاناں

بے وقوف دوست کی بھلائی بڑی زبردست دشمنی ہوتی ہے۔ ظاہری دوست اور دلی دشمنی جنہیں اچھائی اچھی نہیں لگتی ہے۔

شاہزادے فرمایا اس نوں پیدا کرو شتابی
نفراں جاتا ہے تقصیری کریئے ڈھونڈ خرابی

شہزادے نے حکم دیا کہ اسے جلد تلاش کر کے لاؤ۔ غلام کہنے لگے کہ بڑا قصوروار ہے اِس ملزم کو تلاش کریں اس کو ڈھونڈ کر لائیں۔

نفر غلام چو طرفی دوڑے آوے کتوں نظر وچہ
اُو اہناں پیروں آپ شہزادہ بھجدا پھرے شہر وچہ

نفر اور غلام چاروں طرف تلاش کرنے لگے وہ کہیں نظر ہی نہیں آ رہا تھا اور شہزادہ خود ننگے پاؤں شہر میں بھاگتا پھر رہا تھا۔

ویری۔ دشمن۔ سرس۔ زیادہ۔ اواہناں: بن جوتے ننگے پاؤں۔

میں اِک تختے اُتے رہیا رہڑیا وِچ جلائی
قدرت پاک خدائے رکھیا شاہوں پئی جدائی

میں ایک تختے پر پانی میں بہتا رہا اور پاک الٰہی کی قدرت نے مجھے بچالیا لیکن میں اپنے شہزادے سے جدا ہوگیا تھا پتہ نہیں وہ کہاں گیا تھا۔

شاہزادے دے درد فراقوں بہتر سی ڈُب مرناں
ڈاہڈے نال نہ زور محمدؒ جو بھاوے اس کرناں

شہزادے کے غم جدائی میں بہتر تھا کہ میں بھی ڈوب مرتا لیکن اے محمدؒ زورآور کے ساتھ کوئی زور نہیں جو چاہے وہی کرتا ہے۔

چوہداں برساں دے ہن نیڑے مدت ہوئی وِچھنے
سُنبھ گیا سبھ آنسو پانی دِیدے اِتنے رُنّے

اب جدائی ہوئی کو چوداں برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔اب آنکھوں کا پانی بھی رو رو کر ختم ہوگیا ہے۔آنکھیں خشک ہوگئی ہیں۔

سرگردان رہیوس نت پھردا ہر ٹاپو ہر بندر
نساساں دی قومے پہلاں پائیوس قیدے اندر

اس طرح گھومتا پھرتا رہا ہر ٹاپو اور ہر بندرگاہ پر پھرا۔ پہلے مجھے نساساں کی قوم نے مجھے قید کرلیا اور قید میں ڈال دیا۔

پنجرے اندر پاء انہاں نے کیتا مینوں قیدی
نال درخت رکھن لٹکائی نہ گل سمجھ کسے دی

اُنہوں نے مجھے پنجرے میں ڈال کر قید کر دیا۔درخت کے ساتھ پنجرہ لٹکائے رکھتے تھے اور ان کی کسی بات کی سمجھ نہیں آتی تھی۔

درداں نال ہویا پُرسینا خوب بلند آوازے
غزلاں گاواں من پرچاواں شعر پڑھاں تر تازے

غموں سے دِل نہایت پریشان ہوگیا تھا اور بڑی اونچی آواز میں روتا کرلاتا اور غزلیں گاتا اپنا دِل بہلاتا اور نئے نئے اشعار پڑھتا تھا۔

نہ میں گل اُنہاندی سمجھاں نہ اُوہ سمجھن میری
مینوں جان پکھیرو لادن اَگے دانے ڈھیری

نہ ہی میں اُن کی بات سمجھتا تھا اور نہ ہی وہ میری بات سمجھتے تھے وہ مجھے ایک پرندہ سمجھ کر میرے آگے چوگ کے لیے دانے ڈالتے تھے۔

کچے دانے پاون مینوں کھاون کارن چوگاں
اُوہ نہ کھاواں پیٹ سکاواں رب دی دِتی بھوگاں

سخت دانے میرے چگنے کے لیے ڈالتے تھے وہ میں نہیں کھاتا تھا اور پیٹ سوکھ گیا تھا اور خدا کی دی ہوئی مشکل برداشت کر رہا تھا۔

پنجرا میرے والا ہووے نال رکھاں دیاں ڈالاں
موری وچوں حیلہ کرکے باہر ہتھ نکالاں

میرا پنجرہ درختوں کے ڈالوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہوتا تھا میں سوراخ سے کوشش کرکے باہر ہاتھ نکال لیتا تھا۔

میوے کول ہوون جے پکے توڑ شتابی کھاواں
تاں اُونہاں پھر معلوم کیتا ہے ایہ مرغ سچاواں

اگر قریب کوئی پکا ہوا پھل ہو تو میں فوراً توڑ کر کھالیتا تھا۔تب پھر انہوں نے معلوم کیا کہ کوئی اصل مرغ ہے۔

میوے پکے دیون لگے دانے بھن چراون
فجرے شام نکالن باہر جنگل بول کراون!

پھر وہ مجھے پکے پھل اور بھنے ہوئے دانے ڈالنے لگے۔صبح شام پنجرے سے باہر پیشاب اور رفع حاجت کے لیے نکالتے تھے

جل: پانی، آب۔بندر: جہاں جہاز کشتی کھڑی کی جاسکے۔نس ناس۔بن مانس: جنگل کا انسان۔بھوگاں: برداشت کروں۔جنگل بول۔ٹٹی پیشاب۔

صاعد نے وت ہوش سنبھالی آیا جیئو ٹکانے
شاہزادے دی پیریں ڈھٹھا چمے قدم دھگانے

صاعد نے دوبارہ ہوش سنبھالی اور اِس کا دل جگہ پہ آیا وہ شہزادے کے پاؤں میں گر گیا اور زبردستی اس کے پاؤں کو چوم رہا تھا اس کے پاؤں میں گرا تھا۔

کہندا شکر ہزار ہزاراں ڈٹھیوں پھیر سوکھلا
کیہ کجھ شکر زبانوں آکھاں کرم کمایا اللہ

اور کہتا کہ ہزار ہا شکر ہے کہ دوبارہ دیکھا ہے کہ دوبارہ تمہاری صورت نظر آئی ہے کہ میں زبان سے اُس کا کیسے شکریہ کروں جس رب نے یہ مہربانی فرمائی ہے۔

صاعد تے شاہزادہ دونویں اُٹھ ملے گل لگ کے
سج گئی پوشاک اکھیں تھیں ہنجوں نالے وگ کے

شہزادہ اور صاعد دونوں اُٹھ کر ایک دوسرے کے گلے ملے اور دونوں کی پوشاکیں آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے گیلی ہو گئیں تھیں کہ وہ اتنے روئے تھے۔

سراندیپ نگر دے شاہے نالے فوج رعیت
اہلاں حرماں تابعداراں ہوئی خوشی جمعیت

سراندیپ کے بادشاہ اس کی فوج اور رعیت اہل حرماں اور تمام خدمت گاروں کو بڑی خوشی ہوئی کہ جس کے لیے شہزادہ پریشان تھا وہ مل گیا ہے۔

گیا گواتا یار شہزادے مولیٰ پاک ملایا!
سد حجام حجامت کیتی جا حمام نہایا
قیمت دار پوشاک منگائی عطر اوپر چھنکایا
صاعد دے پھر بدن لوائی چڑھیا روپ سوایا
نغمے ناچ ہوئے ہر کوئی سوہلے گاون آیا!
چڑھیا روپ سویا لالہ کیسریاں رنگ لایا!

کہ شہزادے کا دوست رب تعالیٰ نے کھویا ہوا پھر دوبارہ ملا دیا ہے۔ حجام کو بلا کر اس کی حجامت بنوائی اور اُسے حمام سے غسل کروایا۔ اُس کے لیے نہایت قیمتی پوشاک منگوائی اور اس پر عطر چھڑ کایا گیا اور صاعد کو پہنائی اور اس کا روپ سوایا بڑ گیا۔ اور پھر گانے بجانے کی مجلس اور کوئی سوہلے گانے کے لیے آیا اور اس کا حُسن ہی نہایت نکھر آیا تھا وہ گل لالہ اور زعفران جیسی رنگت دکھائی دیتی تھی۔

ہر ہر وال کڈھے چمکارے جیوں سونے دیاں تاراں
حسن بے انت بسنت پھلاں دی ویکھن لوک ہزاراں

اس کا ہر بال سونے کی طرح چمک رہا تھا جیسے بال نہیں سونے کی تاریں ہوں۔ بے حساب روپ چڑھ آیا تھا جیسے بسنت میں پھولوں کی بہار آ گئی ہو۔

شاہزادے پھر کھانے منگے خدمتگاراں آندے
مدت پچھے ملے پیارے رل مل دونویں کھاندے

شہزادے نے پھر کھانے طلب کیے اور خدمت گاروں نے حاضر کر دیئے۔ مدت کے بعد پیارے ملے دونوں مل کر کھانا کھانے لگے۔

وت: پھر۔ کیسر: زعفران۔

تان ترانے کرن شہانے نغمے ناچ یگانے
سات سراں تے تین گراماں گاون گینئے دانے

شاہانے ہی رنگ راگ تھے اور انوکھے ہی ناچ گانے تھے سات سروں اور تین گراموں میں خاص ماہر فن اور دانشمند گا رہے تھے۔

پردے رود سرود خوشی دے گان بجاون سازی
بین شراب رباب سنیندے مجلس ہوئی تازی

ساز و آواز کی خوب محفل سجی تھی سازندے اور گائک گا بجا رہے تھے شراب کا دور چل رہا تھا اور رباب سُن رہے تھے بڑی مجلس تازی تھی۔

حوراں ہار بہار بنائے خدمت گار بریشاں
گل رخسار سمن برسائے سنبل وال پریشاں

بے ریش یعنی بغیر داڑھی کے تمام خدمتگار حوروں کی طرح حسین تھے تمام کے رخسار سمن کے پھولوں کی طرح اور سنبل کے بالوں کی طرح پریشان تھے۔

چیرے کلغی توڑی چمکن طِلّے وار دوپٹے
گھیرے دار نرم پشوازاں گوہڑے رنگ اولٹے

اُن کی پگڑیاں کلغی تک چمک رہی تھی اور سونے کی تاروں والے دوپٹے خوب گھیرے دار پشوازیں تھیں جیسے خوب گوہڑا رنگ کسی نے اُنڈیل دیا ہو۔

مارن پھیرے گرد چوفیرے روشن کرن ہنیرے
سُن آوازے تازے تازے ہوندے رقص گھنیرے
زاہد صوفی ویکھ نہ سکدے اس مجلس وَل وَدروں
جو تکے سو جا نہ سکے تاب حسن دے نوروں

جب مجلس کے گرد چکر لگاتے آتے جاتے تو اندھیروں میں روشنی ہو جاتی تھی۔ سُریلی آوازیں خوب رقص نے سماں باندھ دیا تھا۔
زاہد اور صوفی اِس مجلس کی طرف دور سے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے جو دیکھتا وہ پھر جا نہیں سکتا فن کی کشش اُسے پھر جانے نہ دیتی تھی۔ ایسا حسین منظر تھا۔

جاں عیشاں وِچ ہوئے سوکھلے دور ہوئی دِل گیری
شاہ نگر دا پچھن لگا کر کے جیبھ مٹھیری!

جب عیش و عشرت میں سکون ملا اور دِلی پریشانی ختم ہو گئی تو اس نگر کا بادشاہ نہایت میٹھی زبان سے پوچھنے لگا۔ ان سے دریافت کرنے لگا۔

صاعد ا بیٹا دس اسانوں حال حقیقت ساری
کس سبب بچایوں مولیٰ کیکر عمر گزاری

کہ اے بیٹا صاعد ہمیں اپنی ساری حال حقیقت بتاؤ کہ کس ذریعہ سے تجھے اللہ پاک نے بچایا اور تمہاری زندگی کیسے بسر ہوئی۔ تمہارا وقت کیسے گزرا۔

صاعد کہندا سُن توں شاہا میری درد کہانی
جاں شاہزادے نالوں کریا دور رُڑھایا پانی

صاعد کہنے لگا اے بادشاہ سلامت میرے درد کی کہانی سُننے میں بیان کرتا ہوں۔ جب میں شہزادے سے علیحدہ ہوا تو پانی مجھے دور بہا کر لے گیا۔

سمن: چنبیلی کی شاخ۔ کریا: جدا ہوا۔

چالی روز رہی سی جُھلدی دا مخالف ظالم
تختے تے میں رھڑدا رہیا نہ دِسیا کوئی عالم

چالیس دِن تک ظالم مخالف ہوا چلتی رہی تھی اور میں لکڑی کے تختے پر بہتا جا رہا تھا۔ مجھے کوئی جہان نظر نہ آیا تھا کچھ دکھائی نہ دیا۔

سرگردان رہیا اُوہ تختہ اتنی مدت توڑی
چاروں طرف دسے جل مارد زمیں نہ لبھدی لوڑی

اور وہ تختہ چکر کاٹتا رہا اتنے عرصے تک پھرتا رہا چاروں طرف پانی ہی پانی تھا زمیں تو کہیں تلاش کرتے بھی نہیں ملتی تھی۔ تاحدِ نظر پانی ہی تھا۔

آفت ٹھاٹھاں دیہن کلاوے دُھمن گھیر قہر دے
دانہ پانی اَجے نہ مکے لکھے لیکھ امر دے

آفات اور لہریں گلے مل رہی تھیں اور خونی گرداب لیکن ابھی رزق پانی ختم نہیں ہوا تھا یہ اس لیے مالک نے بچا لیا۔ وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

ہک دن جھکھڑ دا کھلوتی ہوئی دور غباری
انبر دھرتی دِسن لگے کیتی رَب غفاری

ایک دِن جھکڑ اور ہوا رک گئی گرد و غبار بھی ختم ہو گیا زمین اور آسمان نظر آنے لگے مالک نے اپنی رحمت کر دی تھی۔

ہک ٹاپو دے دندے مینوں جا صاحب نے لایا
جان لباں پر آئی آہی بھکھ پیاس رولایا

ایک دِن ایک ٹاپو کے کنارے مجھے خدا نے لگا دیا۔ جان بالکل لبوں پر آئی ہوئی تھی بھوک نے رُلا دیا تھا بھوک نے بُرا بُرا حال کر دیا تھا۔

ٹاپو اندر نظری آئی نعمت وَدھ شماروں
مٹھے میوے ٹھنڈے پانی خوش ہوا بہاروں

اس ٹاپو کے اندر بے شمار خدا کی نعمتیں تھیں میٹھے پھل ٹھنڈا اور میٹھا پانی اور خوش موسم بہار کی ہوا تھی۔

گھنیاں چھاواں سچیاں جائیں سبزی دھرتی۔ کجی
ہریاں شاخاں میوے بھریاں کوئی نہ سکی بھجی!

بڑی گھنی چھاؤں تھی۔ ہریالی جگہیں اور سبزہ زار زمین، ہری بھری شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی تھیں۔

کوئی مدت اس بندر اندر کیتا وقت گزارا
اوڑک ٹریوس بنھ کے ٹلا لکڑیاں دا بھارا!

کچھ عرصے کے لیے میں نے اِس بندرگاہ میں قیام کیا اور آخر ایک دِن لکڑیوں کا بھاری ٹلا باندھ کر میں وہاں سے چل پڑا۔

میوہ پانی تُلے اُتے پا لئی کجھ خرچی
اوسر وقت بدیسی بھکھے آپ حکیم بورچی

جو کچھ اس ٹلے پر رکھ سکتا تھا پھل پانی اُس پر رکھ لیا۔ مشکل وقت میں بھوکے پردیسی اور مالک خود ہی رزق دینے والا ہے۔

پھیر اُوہ ٹلا پانی اُتے ٹریا چار مہینے
اس سختی دیاں گلاں دساں سڑ بل اُٹھن سینے

پھر وہ ٹلا پانی پر چار مہینے تیرتا رہا اگر اس سختی کی باتیں بتاؤں تو دِل جلنے لگتا ہے اور سننے والے بھی پریشان ہوئے بنا نہ رہ سکیں۔

ساری عمر رہاں جے گِندا اُوہ مصیبت بھاری
سیکڑیاں تھیں اِک نہ مکدی ایسی رنج گذاری

ساری عمر اگر اس بھاری مصیبت کی باتیں کرتا رہوں تو سینکڑوں سے ایک ہی ختم نہ ہو جو پریشانی دیکھی ہے۔

مچھ کچھوے تے بلہناں تندوے سب سنسار جماعتاں
لُدھر کُمہیں تے جلہوڑے ہور ہزار آفاتاں

مگرمچھ کچھوے بلہن تندوے سب مل کر آتے اور کہیں جلہوڑے اور کئی قسم کی بلائیں مارنے کے لیے تیار تھیں۔

آفات: بلا۔ مچھ: مگرمچھ سنسار۔

قدرت قادر والی والی گنتر وچ نہ میوے
قصہ دس محمد بخشا یار کھلوتے سیوے

اس قدرت کے مالک کی قدرت گنتی میں نہیں آسکتی ہے
اے محمدؒ اصلی قصہ سناؤں دوست آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

صاعد کہندا سن توں شاہا شہر عمان میں آیا
اس نگری وچ میں غریبے پورا برس لنگھایا

صاعد نے کہا اے شاہا میں عمان شہر میں آگیا۔ ایک سال کا عرصہ میں نے اِسی شہر میں گذارا میں پورا ایک برس یہیں رہا۔

اوڑک ہویوس اوداسی اوتھوں آئی دلے نوں تنگی
قافلہ اِک ٹریا بھارا سنگت سی اُوہ چنگی

آخر دِل اُداس ہوا اور میں تنگ آگیا وہاں سے ایک قافلہ بڑا آرہا تھا وہ بڑا اچھا ساتھ تھا اس کے ساتھ ہولیا۔

نال انہاندے میں بھی ٹریا ایس ولایت آیا
رنج مصیبت بھلے سارے جدوں شہزادہ پایا

میں بھی ان کے ساتھ اِس جگہ چلا آیا تھا اور جب میں نے اپنے شہزادے کو دیکھ لیا ہے تو مجھے تمام دکھ تکلیفیں بھول گئی ہیں کچھ یاد نہیں رہا ہے۔

ویکھ جمال کمال خصم دا دور ہوئی غمناکی
الحمد و المنت اللہ اُوسے نوں سبھ پاکی

پیارے کی صورت دیکھ کر تمام غم بھول گیا ہوں تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور تمام منتیں اُسی سے ہی مانتے ہیں اور وہی پوری کرنے والا ہے۔

تک دیدار بہار حسن دی یار پیارے والی!
دکھ گئے سکھ حاصل ہوئے کرم کمایا والی

یار پیارے کے حُسن کی بہار دیکھ کر تمام دُکھ بھول گئے ہیں اور سکھ نصیب ہوئے ہیں رب تعالیٰ نے اپنا خاص کرم فرمایا ہے۔

سیف ملوکے نوں پھر کہندا صاعد یار پیارا
توں بھی دس شہزادہ اپنا سفر قضیہ سارا

سیف ملوک پیارا دوست صاعد پھر کہنے لگا اے شاہزادہ تو بھی اپنے سفر کا سارا حال بتا تیرے ساتھ کیا بیتی۔ تو نے کیا دُکھ برداشت کیے۔

سیف ملوک حقیقت اپنی کھول سنائی ساری
یار یاراں دے دکھ ونڈاندے کر کر گریہ زاری

سیف ملوک نے اپنی تمام حقیقت اُسے سنا دی اور دوست دوستوں کے دکھ بانٹتے اور گریہ زاری کرتے، ایک دوسرے کا حال جان کر پریشان ہوئے۔

صاعد نوں سن درد کہانی شہزادے دی کلی
رنج مصیبت محنت سختی اپنی ساری بھلی

صاعد نے شہزادے کی درد کہانی جب سُنی کہ اکیلا ہی رہ گیا تھا اُسے اپنے تمام دکھ مصیبتیں سختیاں بھول گئیں۔

پھیر شہزادے کولوں پچھدا دس میرے دل جانی
باغ اِرم بدیع جمالوں لبھیا کجھ نشانی

پھر وہ شہزادے سے پوچھنے لگا اے میرے دِل جانی باغ ارم اور بدیع جمال کے بارے بھی کوئی خبر کوئی پتہ نشانی ملی ہے۔ کوئی پتہ چلا ہے۔

جے کر دس سجن دی پیا متے ملانگے کیویں
نہیں تاں رنج مصیبت سارے گئی اساڈے ایویں

اگر تجھے محبوب کی کہیں کوئی خبر ملی ہے تو شاید کہیں کیسے اُسے ملیں گے۔ ورنہ ہمارے تمام دُکھ مصیبتیں اِسی طرح رائیگاں ہی جائیں گی۔

متے: شاید۔ رنج: دُکھ، غم۔ ایویں: اس طرح۔

سوہنا خط صفائی والا مٹھی جیبھ رسیلی
بادشاہے نوں دے دُعائیں نال کلام رنگیلی
جدوں کلام زبانوں کیتی اوس عزیز مصر دے
مالک ملک ولایت والے ہو گئے سبھ بردے

چہرے پر خوبصورت خط تھا بڑی میٹھی اور رسیلی زبان تھی بادشاہ کو بڑے اچھے انداز سے دعائیں دیتا تھا۔
جب اُس نے زبان سے باتیں کیں اس مصری وزیر نے تو تمام حکمران دھنگ رہ گئے اور اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ سب اُس کے خدمتگار بن گئے تھے۔

شاہزادہ تے صاعد دونویں اُوہ مجلس چھڈ چلے
جس ماڑی وِچ ڈیرا آہا بیٹھے آن اکلے!
ہکدوجے سنگ گلاں کردے پھولن بھیت دلاندے
سخن پیار محبت والے دَسنے مول نہ جاندے
دم دم نال الحمد گزارن کر دے شکر ہزاراں
کرم کیتا رب پھیر ملایا سک سکیندیاں یاراں
جو جو رنج مصیبت گزری یاد کریندے آہے
بیٹھ پیارے لیکھا گِندے عشق وَنج دے لاہے

شاہزادہ اور صاعد اس مجلس کو چھوڑ کر جس ماڑی میں ان کا قیام تھا اس میں آ کر دونوں اکیلے بیٹھ گئے تھے۔
ایک دوسرے کے ساتھ دِل کی باتیں کر رہے تھے۔ کیونکہ پیار محبت اور عشق کی باتیں بالکل بتائی نہیں جا سکتی ہیں۔
ہر سانس کے ساتھ اللہ کی حمد و ثناء پڑھتے اور اُس کا شکر بجالاتے کہ خدا نے دونوں ترستے ہوئے دوستوں کو پھر ملا دیا ہے۔
جو جو بھی اُن کے ساتھ دکھ تکلیفیں پیش آئی تھیں اُن کو یاد کر رہے تھے۔ دونوں بیٹھ کر عشق کے بیوپار کا نفع گن رہے تھے کہ اِس میں کیا حاصل ہوا ہے۔

سیف ملوک دِتی سکھ دولت دکھ متاع خریدی
کھاون پیون سون بھلایا گرم اڈیک پری دی
کدے سرہاندی کدے پواندی بستر پاس نہ لاوے
شام فجر بن شام محمدؒ نیند آرام نہ آوے
شام ملے تاں کام سوارے ہون درست شکستے
رین پلک بھرنین نہ سوندے پکن تکدے رستے
ظالم عدو وچھوڑے والا نام لیاں دِل کنبے
بری اوڈیک جدائی نالوں لوں لوں بلن الٰبے
موتوں سخت اڈیک سجن دی تلخی جان کندن تھیں
نیندر بھکھ قرار صبر نوں کڈھے مار وطن تھیں

کہ سیف ملوک سُکھ بیچ کر دکھ خرید لیے۔ کھانا پینا سونا بھلا دیا ہر پل صرف پَری کا انتظار کہ کب اُس سے مل سکوں گا۔
کبھی سرہانے کی طرف اور کبھی پائنتی کی طرف بستر پر نہیں لیٹ سکتا تھا۔ صبح و شام محبوب بغیر اے محمدؒ نیند اور آرام نہیں تھا۔
محبوب ملے تو تب کام سنور جائیں غلط بھی درست ہو جائیں۔ رات کو ایک پَل بھی آنکھ نہیں لگتی تھی۔ ہر وقت راستے ہی دیکھتا رہتا تھا۔
اِس ظالم دشمن کا نام لینے سے بھی دِل کانپتا تھا۔ جدائی سے جدائی کا انتظار بڑا ہے۔ بال بال جلتا ہے آگ کے الٰبے نکلتے ہیں۔
موت اور وقت نزع سے بھی زیادہ سخت محبوب کا انتظار ہے۔ یہ نیند بھوک صبر و قرار کے نام تک کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ عاشق کے قریب نہیں آتے۔

سکیندیاں۔ ترستے ہوؤں کو۔ وَنج: بیوپار۔ لاہے: منافعے۔ عدو: دشمن۔ جان کندن۔ وقت: نزع۔

نظر آتی ہیں۔

سچا صاف لہو وِچ چمڑے خوب آہا چمکیندا
جیونکر شیشے حلبی اندر چمک شراب مریندا

سچا اور صاف خون چمڑی کے اندر چمک رہا تھا جیسے شام کے شہر حلب کے شیشے کے اندر شراب چمک رہا ہوتا ہے جیسے وہ چمکتا ہے۔

آن ادا حسن دیاں لہراں شان گمان وڈیرا
ساری صفت بیان کرن دا قدر نہیں کجھ میرا

حسن کی ناز و ادا کی لہریں اور بہت زیادہ شان و گمان تمام صفت بیان کرنے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔

صورت بدرہ خاتوں والی لاٹ شمع دی آہی
صاعد ویکھ ہویا دل بریاں وانگ پتنگ سپاہی

بدرہ خاتون کی صورت اِسی طرح تھی جس طرح شمع کی لاٹ (روشنی) ہوتی ہے۔ صاعد دیکھتے ہی اپنا دِل جلا بیٹھا جیسے پتنگ جل جاتا ہے۔

پہلے جنگ خدنگ عشق دا لنگھ گیا دو پاسہ
کاری سانگ پرم نے ماری صبر نہ رہیوس ماسہ
جادو گر دونیں کڑی دے پل وِچ کیتا مائل
مائل دی کی گل محمدؒ ہو گیا دل گھائل

پہلی ملاقات میں ہی عشق کا تیر دونوں طرف گزر گیا۔ محبت نے ایسی کاری گر ضرب لگائی کہ ذرہ بھی صبر نہ رہ گیا۔ بے قرار ہو گیا۔ دوشیزہ کے دو جادوگر (نین) آنکھوں نے ایک پل میں اُسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مائل کیا اے محمدؒ کیا بات بلکہ اس کا دِل ہی زخمی ہو گیا۔

کنڈا سخت محبت والا آن جگر وِچ پڑیا
بدرہ نوں بھی صاعد مُٹھا جوڑ دوہاں دا جڑیا

محبت کا خار (کانٹا) جگر میں چُبھ گیا تھا بدرہ خاتون کو بھی صاعد نے ٹھگ لیا دونوں کو ایک دوسرے سے عشق ہو گیا تھا۔

بھاری بدر عشق دی لگی بدرہ خاتوں تائیں
کیتی قید زنجیر غماں دی ہویوس چت ازائیں

بدرہ خاتون کو عشق کی بڑی غلطی لگی اور غموں نے زنجیر ڈال کر قیدی بنا لیا اور دِل بے قابو بے بس ہو گیا تھا۔ اُس پر فدا ہو گئی تھی۔

صاعد دا نک اچا آہا وانگ انگشت شہادت
بدرہ دا دل بدرے وانگن چریا نال اشارت

صاعد کا ناک شہادت کی انگلی کی طرح اونچا تھا۔ اور بدرہ خاتون کا دِل اُس نے ایک اشارے سے ہی دو ٹکڑے چاند کی طرح کر دیا تھا۔

ہک دوجے دی صورت تک کے بیٹھے بھن غرورت
مورت تے شہزادے والی ہوئی دوہاں دی صورت

ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر دونوں ہی اور سب کچھ بھول چکے تھے جس طرح شہزادے کو پری کی مورت دیکھ کر ہوا تھا۔ ایسا ہی ان کے ساتھ ہو گیا تھا۔

کوس کسے دَل ویکھ نہ رجدے صورت دے متوالے
سخت زنجیر محبت والی رب دوہاں وَل ڈالے

ایک دوسرے کی صورت کے ایسے پجاری بن گئے تھے دیکھنے سے کسی کا بھی دِل نہیں بھرتا تھا خداوند تعالیٰ نے محبت کی زنجیروں کو ڈال دیا تھا۔

حلب۔ شام کا ایک شہر جہاں کے شیشے دنیا میں مشہور ہیں۔ بریاں: جلنا۔ خدنگ: سخت تیر۔ سانگ نیزہ: پرم، عشق پیار محبت۔

کاہنوں باطن اندر وڑیوں ظاہر دی چھڈ بازی
رمز حقانی دسدا چلیں پردہ پا مجازی

ظاہر کی بات چھوڑ کر باطن میں کیونکر گھس گیا ہے رمز حقانی بتاتے چلو مجاز کا پردہ ڈال کر۔ اور اسے مجازی پردے میں ہی رکھو۔

آئی گل شاہزادے والی سن توں بھائی میرے
سراندیپ اندر آ لتھے شاہ پری دے ڈیرے

اے میرے بھائی سنو شہزادے والی بات آگئی ہے۔ شہر سراندیپ میں آ کر شاہ پری کا ڈیرا اُتر گیا ہے بدیع جمال پری سراندیپ میں آچکی ہے۔

شاہزادہ سن خبر پری دی بک تھیں چار ہویا سی
بھاہ بھاہ کردا رنگ گلابی وانگ انار ہویا سی

شہزادہ پری کے آنے کی خبر سن کر پھولا نہیں سمارہا تھا۔ بڑا خوش تھا۔ اس کا چمکتا ہوا گلابی چہرہ انار کی طرح ہوگیا تھا۔

جنہاں دی دس پوندی ناہیں نہ کوئی گل سناندا
لطف کیتا رب پاک انہاں نوں کول اساڈے آندا

جن کی کوئی خبر نہیں ملتی تھی اور نہ ہی ان کی کوئی بات بتاتا تھا۔ خداوند کریم نے کرم کیا اور انہیں ہمارے پاس لے آیا ہے۔

نالے ایہہ اندیشہ کردا گل نہیں ٹل جائے
مشکل وقت ایہو رب میرا مہر پری دل پائے

اور ساتھ ہی اسے یہ بھی فکر لاحق تھا کہ کہیں یہ بات ٹل ہی نہ جائے۔ مشکل وقت میں مولا پری کے دل رحم ڈال دے۔ اسے مہربان کر دے۔

جنہاں کارن گھر در سٹے راج حکومت شاہی
چوداں برس مصیبت جھاگی جو کجھ لکھی آہی

جن کے لیے گھر بار چھوڑا ہے بادشاہی اور حکومت ٹھکرائی ہے۔ جو میرے نصیب میں لکھی ہوئی تھی چودہ برس تک مصیبت برداشت کی ہے۔

جاں جاں دس نہ پوندی آہی شوق آہا دس بجھ دا
دس پئی تاں فکر ایہو سی کیویں اتول پجدا

جب تک اس کا پتہ نہیں چلتا تھا اس کے بارے بات سننے کا بڑا شوق تھا۔ جب اس کا پتہ چلا تو یہی فکر تھا کہ اس تک کیسے پہنچا جائے گا کیسے ملوں گا۔

جاں پجاتاں کجھ نہ سجھا نت نواں غم کھاواں
ترت بدیع جمال پری دا کیویں درشن پاواں

جب پہنچ گیا سمجھ نہیں آتا ہمیشہ نیا ہی غم مل جاتا ہے کہ بدیع جمال پری کا جلد از جلد کیسے دیدار کرسکوں۔ اسے کیسے دیکھ سکوں۔

جاں ہن آئی پری پیاری فکر پیا دل بھارا
خبر نہیں کس طرح ہووے گا نال میرے ایہہ کارا

اب جب پری پیاری آئی ہے تو دل کو بڑا بھاری فکر لاحق ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں پری کے ساتھ کیسے ملاقات ہوگی کیسے

جھاگی: برداشت کی۔ ترت: جلد، فوراً۔

کہ کہیں ہاتھ سے چھوٹ کر گر ہی نہ جائے۔

پریاں نوری لوک کہاون جتھے جامے پاکی
دھکے دے کھدیڑے ناہیں میں بیچارہ خاکی

پریاں ناری ہیں اُن کا بدن لباس پاک صاف ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہیں مجھے دھکے دے کر بھگا دے میں تو بے چارہ خاکی انسان ہوں۔

اوہ بیٹی شاہپال شاہے دی ایس ولایت منی
میں اتھے پردیسی توڑے مصر اندر ساں سنی

وہ شاہ شاہپال کی صاجزادی ہے اس ملک میں بڑی جانی پہچانی ہے میں تو یہاں پر ایک غریب الوطن ہوں بے شک مصر شہر میں اس کا ثانی تھا۔

خبر نہیں کی ہوندا بھائی باب اساڈے ایتھے
شان اُوہدی دے لائق ناہیں میں کتھے اُوہ کتھے

اے بھائی پتہ نہیں اب یہاں ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔ اس کی شان کے لائق نہیں ہوں میں کیا اور وہ کہاں کیا جانے وہ ہمیں پسند ہی نہ کرے۔

پرجے مہر پیا دل پاوے مالک آپ دلاں دا
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ یارا قول سچا فرماندا

اگر خداوند تعالیٰ محبوب کے دل میں مہر ڈال دے تو کیا ہے کیوں کہ وہ خود دلوں کا مالک ہے۔ کیونکہ اُسی کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہئے۔ یہ سچا فرمان ہے۔

ایہ گل فرما شاہزادہ غسل وضو کر پاکی
بن تن سیج اُتے چڑھ بیٹھا زیور پہن پوشاکی
اعظم اسم مبارک پڑھدا سورے نبی خلیلےؑ
شاہ مہرے سلیمانی کھولے سیف ملوک اصیلے
مورت ویکھ پری دی اوّل قدم شکل دے چمیں
پھر اکھیں منہ متھے ملدا مڑ مڑ جاندا گھمیں

یہ باتیں کر کے شہزادے نے وضو کیا غسل کیا اپنے آپ کو پاک صاف کیا اور تمام شہانہ زیور پہن کر اپنی سیج پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اسم اعظم کا ورد کرتا اور نبی ابراہیمؑ خلیل اللہؑ کو یاد کرتا اور سیف ملوک نیک انسان نے شاہ مہرے سلیمانیؑ بھی کھول لیے۔ پَری کی صورت دیکھ پہلے اُس کے قدم چومے۔ اُس شکل کے پاؤں چومے۔ بار بار صدقے کرتا اور مُنہ پیشانی اور آنکھوں پر اُسے ملتا تھا۔

پھیر لپیٹ اندر تعویذے بازو بند کر بدھا
کہندا برکت تیری پچھے میں ایہہ ویلا لدھا

پھر تہہ کر کے تعویز بنا کر بازو کے ساتھ باندھ لیا اور کہتا کہ سب تمہاری ہی برکت سے یہ وقت آیا ہے (یعنی ملنے کا)۔

صاعد باجھ نہ رکھیا اوتھے خدمتگار نہ گولا
پین شراب ہکلے بیٹھے نہ کوئی شور نہ رولا
بھر بھر پین شراب پیالے پی پی تھیون کھیوے
چہرے روشن مثل متابی نین بلن جیوں دیوے

صاعد کے سوا وہاں نہ کوئی خدمتگار اور نہ ہی کوئی غلام رکھا دونوں اکیلے بیٹھ کر شراب پی رہے تھے وہاں کوئی شور شرابہ نہیں تھا۔ شراب کے جام پور کر پی رہے تھے اور پی کر مست ہو رہے تھے چہرے آتش بازی کی طرح روشن آنکھیں چراغ کی طرح روشن تھیں۔

سُورے: یاد کرے۔ تھیون: ہوں۔ کھیوے: مست۔

حیران ہو جاتا۔

چوہدیں دا چن داغی ہویا متھا ویکھ نورانی
اکھ بھڑا نہ سکن ہوندی سورج ہار پیشانی

اُس کی نورانی پیشانی دیکھ کر بدر منیر کو داغ لگ گیا آنکھ برابر کر کے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ پیشانی سورج کی طرح چمکتی تھی۔

کالی لیل زلف وِچ آہا خوب سہیل یمن دا
عاشق دی بلغارے تائیں رنگ دیہی ون ون دا

کالی سیاہ زلف میں خوب یمنی لعل سہیل (ستارہ) ستارے کی طرح چمکتی تھی۔ عاشق کی کھال (بلغار) طرح طرح کا رنگ چڑھ جاتا۔

اچا متھا بہت کشادہ شیشے ہار چمکدا
روپ انوپ خدائی دسے اُوس اندر جو تکدا

اُس کی پیشانی اونچی اور کشادہ شیشے کی طرح چمکتی تھی اس کا حُسن جمال قدرت کا عطا کردہ تحفہ دکھائی دیتا جو بھی اُسے دیکھتا تھا۔

لاڈ تکبروں بھر بھروٹے بھروٹے دو کالے
لالی اندر نظری آون چن مبارک والے

پیار اور غرور بھرے صندوق (بھڑوٹے) دو کالی بھنویں ان کی سرخی دو عید مبارک کے چاند دکھائی دیتے تھے۔

متھا سی آسمان حسن دا اُوہ وِچ قوس قزح سن
شام زلف دی لالی اندر کالی گھاٹ طرح سن

اُس کی پیشانی حُسن کا آسمان تھا وہ قوس قزح کی طرح تھے۔ محبوب کی زلف کی سُرخی میں کالی گھٹا کی طرح تھے جیسے کالی گھٹا ہو۔

چہرہ صاف بہشتی صفہ ابرو طاق بنائے
واہ نقاش محمدؒ بخشا جس اُوہ رنگ لگائے

اُس کا چہرہ جنت کی ڈیوڑی کی طرح اور بھنویں محراب کی مانند تھیں۔ اے محمدؒ بخش واہ واہ اس مصور کے جس نے یہ رنگین نقش بنائے تھے۔

مکھ محبوباں دا بیت اللہ اُوہ محراب اوچیرے
کرن نماز نیازاں عاشق سجدے دین چوفیرے

اس کا رُخ محبوبوں کے لیے کعبہ اور وہ اونچے محراب عاشق جس کے چاروں طرف نمازیں ادا کرتے نیازیں دیتے اور سجدہ ریز ہوتے۔ مشرق و مغرب شمال والے کعبہ کی طرف ہی منہ کرتے ہیں۔

زور کماناں کم ہمیشہ ابرو سخت کماناں!
رستم نین سپاہی ظالم گھائل کرن جواناں

اُن کا کام ہمیشہ زور آزمائی کرنا بھنویں سخت کمان کی طرح تھیں ظالم آنکھیں بہادر سپاہی کی مانند جوانوں کو زخمی کرتیں جو بھی دیکھتا دل ہار بیٹھتا تھا۔

پلکیں کانی زہروں پانی ترکھے تیر خدنگدے
بلکے ناگ ایانے چوری نال دلاں نوں ڈنگدے

زہر آلود تیر کی طرح پلکیں خدنگ کے تیز تیر کی طرح تھیں زہریلے تیر نادان ناگ کی طرح چوری سے دلوں کو ڈس لیتی تھیں۔ دِل پر زہر آلود ڈنگ مارتی تھیں۔

اکھیں تیز کٹاراں وانگر کرن چوطرفی ماراں
اکھ مٹکے چور اوچکے چھپ چھپ کردے واراں

اُس کی آنکھیں تیز چھریوں کی طرح چاروں طرف مار کرتی تھیں۔ چور اُچکے چُھپ کر آنکھوں کے وار کرتے (یعنی کے

بھیجا: مغز: کٹک: لشکر۔ بک: ہرنی کا بچہ۔ سمند: سمندر: بحر۔

سچا موتی سل ٹکایا کاری گراں سیاناں
یا اُوہ گرد پتا سہ مصری لذت دار مکھاناں

بڑے ماہر کاریگروں نے سچا موتی بیندھ کر لگا دیا ہو یا وہ پتاشے کی طرح مصری کی مانند میٹھا یا بڑا لذیذ مکھانے کی طرح۔

لعل لباں یا قوت سچے سن شکر مصری ڈلیاں
لالی تے باریکی ولوں گل عباسی کلیاں

اس کے سرخ ہونٹ سچے یاقوت کی طرح تھیں جیسے شکر (چینی) یا مصری کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔ سرخی اور باریکی ایسے جیسے گل عباسی کی کلیاں ہوں۔

پستہ مغز بادام گری سن جس ویلے منہ میٹے
گل کرے ونڈدے چھوہارے ہسے تاں پھل ویٹے

پستہ مغز بادام گری تھیں جس وقت وہ منہ بند کرتی تھی جب بات کرتی جیسے چھوہارے بانٹ رہی ہو اور ہنستی تو ایسے لگتا جیسے پھول نچھاور کر رہی ہو۔

لالی ویکھ لباں دے والی والی مصر شہر دا
مورت اَگے نال ضرورت ہو گیا سی بردا!

اُس کے سرخ ہونٹوں کی سرخی دیکھ کر مصر شہر کا شہزادہ اپنی غرض کے لیے تصویر کے آگے غلام ہو گیا تھا۔ بن خریدے غلام بن گیا تھا۔

دند سفید ہیرے دیاں کنیاں گھنیاں گھنیاں لاراں
استاکار برابر کرکے رکھیاں خوب قطاراں

اُس کے سفید دانت جیسے ہیرے کے ٹکڑے بڑی گھنی گھنی لائنوں میں کسی ماہر کاریگر نے برابر کر کے خوب قطاریں بنائی تھیں۔

یا ان بدھے موتی بدھے گھت قدرت دیاں تاراں
یا اُوہ چنبے کلیاں جڑیاں پنج چوکے ہک یاراں

یا وہ بن سوراخ کے موتی تھے جو قدرت نے تار کے ذریعہ باندھے ہوئے تھے یا وہ چنبے کی کلیاں تھیں جو پانچ دفعہ چار۔ ایک اور گیارہ کی تعداد تھی۔

خوب سنجاف چٹے تے سوہے کنگری چوٹی داراں
گلیاں ہار محمدؒ بخشا سرخ دہن دند لہراں

خوب سجاوٹ سے سفید اور سرخ اور چوٹی پر کنگرے بنائے گئے پھولوں کی طرح اے محمدؒ بخش سرخ لہر میں دانتوں کی سجاوٹ نظر آ رہی تھی۔

طوطے وانگن جیبھ مٹھی سی مینا بولن والی
آکھے میں نہ بولن والی ہر اِک نال سکھالی

طوطے کی طرح میٹھی بولی جیسے بولنے والی میناں ہو اور جیسے کہہ رہی ہو کہ ہر ایک سے آسانی سے بولنے والی نہیں ہوں۔ میں کسی سے بے مقصد بات نہیں کرتی ہوں۔

ٹھوڈی سیو باغ اِرم دا ہی سی رس والی
جھلے لکھ آسیب نہ پہنچے اس دے کول سوالی
چوہا پاک آہا وچ ٹو آ جو بن پانی بھریا
ٹھوڈی ہیٹھ سلاک جڑی سی مچھ حسن دا تریا!

اس کی ٹھوڑی باغ اِرم کے سیب کی سی تھی بیشک لاکھ کوشش کے باوجود بھی سوالی اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ بالکل ناکام رہتا۔ پاک چشمہ حسن کے آب سے بھرپور تھا اور ٹھوڑی کے نیچے ایک سلاخ لگائی ہوئی تھی جیسے حسن کا مگرمچھ تیر رہا ہو۔

پکھنو۔پرندے: جانور۔ دَہن: منہ۔ پرم: پیار، عشق۔ تھیوا: رنگ۔

پری گلاب سندر مکھ والی وِچ گلزار حسن دے
سنگ سیاں رَل کھیڈن پیاں جیوں پھل ہور چمن دے

گلاب کی طرح حسین چہرے والی پری حسن کے باغ میں سہیلیوں کے ساتھ مل کر کھیل رہی تھیں جس طرح چمن کے پھول ہوں۔

شمع پتنگ جلاون والی گرم لقاء پری سی
بہتا جھکے نیواں تکے شرم حیا بھری سی

پری کا چہرہ ایسا ہی تھا یا پری کا دیدار ایسے ہی تھا جیسے پروانوں کو جلانے والی شمع کی روشنی جسے دیکھ کر پروانے اُس پر آ کر اپنی جان جلا ڈالتے ہیں۔شرم سے آنکھیں نیچی رکھتی تھی۔

لڑدے پنکھی ڈھین ہوائیوں جے اِک جھاتی پاون
ویکھن تارے چمکن ہارے ڈگ زمیں پر آون

ہوا میں اُڑتے پرندے زمین پر گرتے اگر ایک نظر وہ اُسے دیکھ لیتے۔اگر اُسے آسمان پر چمکنے والے ستارے دیکھ لیں تو وہ گر کر زمین پر آ پڑیں۔اس کی تاب نہ لا سکتے۔

شوخ آشوب جگت دا فتنہ شور انگیز جہانوں
مٹھی جیبھ ملیح سلونی بہت پیاری جانوں

پری کی شوخ آنکھوں کو دیکھنا ایک جہانی فساد کی طرح ہے جیسے دنیا میں ایک شور برپا کر دینا۔اس کی میٹھی باتیں اُس کی خوبصورت رنگت بہت پیاری لگتی تھی۔

عاشق سوز پتنگاں وانگن روشن لاٹ چراغوں
نو نہال اُتے گلبدناں بک اِرم دے باغوں

عاشق کا کام ہوتا ہے حُسن کی آگ میں جلنا جیسے پروانہ شمع کی روشنی پہ جلتا ہے نئی جوانی پھول جیسا بدن جیسے باغ اِرم سے ہرن کا بچہ ہو۔

جے کجھ صفت پری دی بھائی ٹوراں ہور اگیرے
ڈر لگدا مت عاشق تسے سڑ سڑ مرن چوفیرے

اگر اے بھائی پری کی صفت اور زیادہ کروں آگے لے جاؤں تو مجھے خوف ہے کہ پیاسے عاشق اس کے گرد پروانوں کی طرح جَل کر مَر جائیں جیسے شمع پہ پروانے جَل مرتے ہیں۔

مشاقاں نوں شوق سجن دا سن سن ہوگ سوایا
اگ وچھوڑے والی اُتے تیل جدوں ایہ پایا

چاہنے والوں کو محبوب کا شوق یہ سُن کر اور زیادہ ہو جائے گا یہ ایسے ہی ہو گا جیسے جدائی کی آگ پہ تیل ڈالا جا رہا ہے۔جس سے وہ اور زیادہ بھڑکے گی۔

جوشؔ خروش بھرے دل والے بے سدھ ہوسن ہوشوں
جگر کباب شتاب کرن گے تاب حسن دے جوشوں

جوش محبوب کے دیدار کے پیاسے عقل ہوش کھو بیٹھیں گے اپنے دِل کو جلا لیں گے مانند کباب اُس کے حُسن کی تاب نہ لا سکیں گے۔یہ اُن کی بساط سے باہر بات ہوگی۔

مست نگاہ پری دی اندر خونی نین بہادر
مویاں دلاں نوں زندہ کردے آب حیات برابر

پری کی مَست نظر اور اُس کے قاتل نین (آنکھیں) مردہ دِلوں کو زندہ کرتے ہیں جس طرح آبِ حیات کر دیتا ہے۔اُس کی

ہر: خداوندی تعالیٰ۔بھگوان۔جواہری: جواہرات کے خریدار۔پرکھنے والے۔

ملک ولایت ہور اجاڑاں وسدے شہر لوڑائے
کدھروں خبر نہ لبھی تیری بھ گھریں مڑ آئے
خشکی دی سبھ تھاں ٹورائے کدھروں پتہ نہ لگا
پر اترو کے ماں میری سی کردی ایہہ او سرگا

ملک شہر ویرانے جنگل بڑے چھان مارے۔لیکن کسی جگہ سے بھی تیری کوئی خبر نہ ملی۔تمام خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔
خشکی پر تمام جگہوں پر تلاش کیا اور تمہارا کہیں بھی کوئی پتہ نہ چلا۔
مگر اگلے دِن بھی میری ماں افسوس کر رہی تھی اور تیرے بارے ہی کہہ رہی تھی۔

باپ میرے نوں کہندی آہی آبلک ڈھلاں چھوڑو
وِچ سمندر ٹاپو بندر ملکہ تائیں لوڑو!

میرے باپ سے وہ کہہ رہی تھی یہ سُستی اور دیر نہ کرو۔سمندروں میں جزیروں میں ساحلوں پر ملکہ خاتون کو تلاش کرو۔اسے ہر حال میں تلاش کرو۔

دیواں پریاں دے وَنڈ لشکر ہرٹاپو دل ٹورو
ڈھونڈو ملکہ بیٹی میری نبی سلیمانؑ سورو
کوہ قافاں دریاواں اندر ڈھونڈھ کرو جگ سارے
ملکہ لبھے تاں رہ آوے نہیں اسی ہتیارے
پٹ اولٹ پہاڑ جزیرے ہور لوڑاؤ سبھے
پت ساڈی ہن تاہییں رہندی جے مڑ ملکہ لبھے

دیو اور پریوں کے لشکر بانٹ کر ہر جزیرے کی طرف روانہ کرو۔میری بیٹی ملکہ کو تلاش کرو اور نبی سلیمانؑ کو یاد کرو۔اُن سے فریاد کرو۔
کوہ قافوں میں دریاؤں سارے جہان میں اُسے تلاش کرو ملکہ خاتون ملے تو تب عزت رہتی ہے ورنہ ہم ظالم ہیں ہم قاتل ہیں۔
تمام پہاڑ جزیرے چھان مارو ہر جگہ تلاش کرو۔اب ہماری عزت تب ہی رہ سکتی جب ملکہ خاتون مِل جائے اگر وہ نہ ملی تو ہماری عزت نہیں رہے گی۔

بابل بھی اترو کے آہا ساعت روز تکیندا
طلباں خرچ مہم گھلن دا لشکر تائیں دیندا

میرا باپ بھی آگے ہی دِن کوئی گھڑی کوئی وقت ہی دیکھ رہا تھا لشکر کو ضروریات سفر اور مہم پر خرچ کرنے کیلیے سامان دینے کا فکر کر رہا تھا۔

راکش دیو عفریت ہزاراں کردے سان تیاری
ہن تینوں رب آپ لیاندا لطف ہویا سرکاری
ناں احسان سروت ساڈے نہیں کسی دے بھارے
ہک احسان اوسے دا ایہ بھی جس دے اگلے سارے

بڑے بہادر دِیو اور بھوت پریت ہزاروں کی تعداد میں تیاریکر رہے تھے۔اب تجھ پر خدا نے اپنا ہی کرم کر دیا ہے اور تو آگئی ہے۔
نہ کسی کا کوئی احسان ہے نہ لحاظ اور نہ کسی کا چڑھاوا ہے بس اُسی پر احسان کی اُمید ہے جس نے آگے سارے کیے ہیں۔اسی سے احسان کی اُمید ہے۔

ملکہ کہندی آہو میں تے لطف کیتا رب آپے
لیکن ہک سبب بنائیوس تاں چک گئے سیاپے

ملکہ نے کہا مجھ پر رب تعالیٰ نے احسان اور اپنی رحمت کی ہے لیکن اُس نے ایک سبب ضرور بنایا جس سے یہ تمام مشکلات آسان ہوئیں۔

لوڑائے: تلاش کرائے۔ہتیارے۔ظالم: قاتل۔

ہے سندر مکھ پریئے بھینے ایہ دل میرا کہندا
اک بندہ بیمار چروکا باغ اساڈے رہندا

اَے میری حسین چہرے والی پَری بہن میرا دِل یہ کہہ رہا ہے کہ ایک بڑے عرصے سے بیمار بندہ ہمارے باغ میں رَہ رہا ہے وہ بڑا پرانا مریض ہے۔

اوہ عاجز پردیسی شہدا بہت غریب نماناں
جے آکھیں تاں بھیجاں اس نوں جوٹھا تیرا کھاناں
ایہہ تبرک تیرا کھاسی خیر آزاروں پاسی
لوں لوں نال دُعائیں دیسی دکھ اُوہدا جد جاسی
شاہ پری نے ہس کے کہیا کم مناسب جیہڑا
عقل تیری وِچ چنگا لگا ٹھاکن والا کیہڑا
میرے ولوں دیہہ شتابی جس نوں تیری مرضی
دکھ نہیں کجھ مینوں بھینے جے سکھ پاوے مرضی

وہ بے چارہ بڑا بے بس مسکین ہے اور غریب الوطن ہے۔ اگر تو اجازت دے تو میں تیرا یہ بچا ہوا نہیں کھانا اس کے لیے بھیج دوں۔
یہ تیرا پس خوردہ کھانا کر وہ مرض سے شفا پائے گا اور وہ تجھے دِل سے دعائیں دے گا جب اُسے مرض سے شفا مل جائے گی۔
شاہ پَری نے ہنس کر کہا جو کام تم مناسب سمجھتی ہو وہ کرلو۔ جو تو اپنی عقل سے بہتر سوچتی ہے وہ کرو تمہیں کون روکنے والا ہے۔
میری طرف سے اجازت ہے جسے تو چاہتی ہے اُسے فوراً دے دے۔ مجھے کیا اعتراز ہے اگر اس مریض کو شفا ملتی ہے تو اچھی بات ہے۔

درد منداں دے درد ونجائے جے میرا پس خوردہ
دیہہ طعام شراب شتابی گرم ہووے افسردہ
واہ نصیب غریب بندے دے کئی دناں دے بھکھے
دلبر دا پس خوردہ لبھے امن پورے وِچ لکھے

اگر کسی مریض کو میرے جھوٹے کھانے سے شفاء ملتی ہے تو اسے یہ کھانا اور شراب جلدی دو تا کہ وہ کھا کر شفایاب ہو۔
آفرین ہے مسکین آدمی کئی روز سے بھوکے کے کیسے نصیب ہیں کہ اپنے محبوب کا بچا ہوا کھانا ملے اور اُسے کھا کر اُس کے شکم میں سکون ہو۔

ڈٹھے باجھ پیارا جانی دے اوّل مہمانی
لگے آس نراس بندے نوں دور ہووے حیرانی

بن دیکھے ہی پیارا محبوب اگر پہلی مہمانی دے۔ تو ناامید اِنسان کو اُمید یقین ہو جائے اور اُس کی حیرانی اور پریشانی دور ہو جائے۔

شاہ شمس تبریزی جوٹھا اِک گھٹ سرخ شرابوں
ملاں رومی نوں جیوں دِتا ہویا کرم جنابوں
شالا دولو دمڑی والا جوٹھا اپنا کھاناں
دیوے میں بھکھے نوں تاہمیں رَج رج موجاں ماناں

شاہ شمس تبریزی نے اپنا جھوٹا سرخ شراب کا ایک گھونٹ علام رومی کو جو دیا تھا اور اُس پر رَب تعالیٰ نے اپنا کرم کر دیا تھا۔
شاہ دَولا دمڑی والی سرکار اپنا پَس خوردہ مجھے بھوکے کو دیں تو تب ہی میری بھوک ختم ہو گی اور میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور خوش ہو جاؤں۔

چروکا۔ بڑی دیر کا۔ جوٹھا: پس خوردہ، بچا ہوا۔ آزار۔ بیماری۔ ٹھاکن والا: روکنے والا۔ لکھ۔ پیٹ: شکم۔

سے ملاپ کی اُمید میں لگا بیٹھا تھا۔

غفلت غم دی مرض و نجے گی لوں لوں رَمیسی شادی
جس دم کرسی یاد محمدؒ حضرت شاہ بغدادی

غفلت اور غم کی بیماری سے شفا مل جائے گی اور بال بال خوش ہوگا۔اے محمدؒ جب شاہِ بغداد بندہ ناچیز کو یاد فرمائیں گے۔

واہ واہ شاہنشاہ جیلانی مظہر ذاتِ ربانی
سر چھتر محبوبی والا ولیاں دی سلطانی

واہ سبحان اللہ بادشاہوں کے بادشاہ حضور عبدالقادر جیلانیؒ ذات الٰہی کا ظہور ہیں۔سر پر محبوبی کا تاج ہے اور اولیاء اللہ کے بادشاہ ہیں۔

غوثاں قطباں تے ابدالاں قدم جنہاندے چائے
سے برساں دے موئے جوائے ایسے کرم کمائے

غوث قطب اور ابدال نے اُن کے قدم مبارک اپنے کندھے پر اُٹھائیں ہیں۔ان کے کرم سے سینکڑوں برسوں کے مرے ہوئے زندہ ہوئے۔

مدد دے محتاج جنہاندے مرسل نبی پیارے
ایسے سید مرد سچے توں صفت کریندے وارے

اُن کی مدد کے نبی اور مُرسل بھی محتاج ہیں۔ایسے سچے مرد کامل کی تعریف کرتے قربان ہوتے اُن ہی کے گن گاتے۔

دمدم صفت شاہاندی کہیے اس تھیں کجھ نہ چنگا
سخن تیرے کی لائق اوتھے او گنہار ملنگا

ہر وقت شاہوں کی صفت و ثناء کریں اس سے اور کوئی کام بہتر نہیں ہے۔تیری باتیں اے گنہگار فقیر اس لائق ان کی تعریف کے لائق ہیں۔

نام شریف اُونہاں دا آیا رہ نہ سکیا جگرا
تھوڑے سخن کہے پر اگوں ڈر کھاں ناقص فکرا

جب ان کا نام مبارک آیا ہے تو دِل نہیں رہ سکا میں نے ان کی شان میں چند ہی شعر کہے ہیں اور میری سوچ کو آگے ڈر لگتا ہے۔خوف آرہا ہے۔

مت کوئی گل اولی نکلے رَد ہوویں اس بابوں
بخشش مدد منگ محمدؒ بخشا بے پرواہ جنابوں

شاید کوئی ایسی بات نہ کہہ جاؤں جس کی وجہ سے میں ان کے دروازے سے راندھا نہ جاؤں اے محمدؒ اس بے نیاز سے بخشش کی دُعا مانگو۔اس کی مدد چاہو۔

شالا یاد کرے میں بندے میراں صاحب والی
روڑے تھیں رب ساون لائے بہت ہوئے خوشحالی

خدا کرے میرے جیسے انسان کو بھی میراں شاہِ گیلانی یاد فرمائیں میری بھی مشکل خداوند تعالیٰ آسان کر دے اور مجھے بھی خوشی نصیب ہوجائے۔

ذکر سجن دا چھوڑ نہ سکاں وس نہیں کجھ میرے
شاہزادے دی گل محمدؒ رہ گئی دور پریرے

میں اپنے محبوب کا ذکر چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں لیکن میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔لیکن اے محمدؒ شہزادے کی بات بڑی دور رہ گئی ہے۔اس کا بھی خیال کرو۔

سیف ملوک رہیا وِچ باغے ملکہ خاتوں چلی
مجلس خاص پری دی اندر جا شتابی رلی

سیف ملوک باغ میں رہ گیا اور ملکہ خاتوں جانے لگی وہ چلی گئی اور شاہ پری کی خاص مجلس میں جا کر فوراً شامل ہوگئی۔وہاں جا بیٹھی تھی۔

روڑا: سخت گرمی کا موسم۔

پری پچھیندی دس توں ملکہ کتھے تیک گئی سیں
ایس ترنجن ساڈے وچوں اٹھی کس لئی لسیں

شاہ پَری پوچھنے لگی اے ملکہ خاتون بتاؤ تم کہاں تک گئی تھی۔ اس ہماری مجلس سے کس کے لیے اُٹھ کر چلی گئی تھی۔ کیا کام تھا۔

ملکہ خاتوں نے فرمایا بھید نہ دسن ہارا
باغے وِچ گئی ساں بھینے کم آہا اِک بھارا

ملکہ خاتون نے کہا یہ بتانے والا راز نہیں ہے میں کہاں گئی تھی۔ مجھے ایک بڑا ضروری کام تھا میں اُس کے لیے باغ میں گئی تھی۔

ویکھ ہجوم نہ پچھی اگوں شاہ پری گل کوئی
کی کم سی تدھ باغے اندر پھیرا آپ کیتوئی

اتنی بھیڑ دیکھ کر شاہ پری نے آگے کوئی بات نہ پوچھی کہ تمہیں باغ میں کیا کام تھا جو تو خود وہاں چلی گئی تھی۔ تمہارا وہاں جانا ضروری تھا۔

مجلس تھیں پھر اُٹھ کھلوتی شاہ پری من بھانی
ملکہ بدرہ دی پھڑ انگل بھورے وِچ سدھانی

پھر مَن موہنی شاہ پَری مجلس سے اُٹھ بیٹھی اور ملکہ اور بدرہ کی انگلی پکڑ کر اُس (بھوہرے) خاص حجرے میں چلی گئی۔

بھوہرے دے دروازے دوہرے سنگل قفل چڑھائے
سیاں پرت گیاں پھر اندر بیٹھ رہیاں اُوہ ترائے

اُس حجرے کے دوہرے دروازے تھے اُن کو زنجیر اور تالے لگا دیئے تمام باقی لڑکیاں واپس چلی گئیں اور تینوں ہی وہاں رہ گئیں۔

بھوہرے دی تعریف محمدؒ ساری آکھ نہ سکدا
جنت دا اِک خانہ آہا جھل مل نور چمکدا

محمدؒ اُس (بھوہرے) حجرے کی پوری تعریف نہیں کر سکتا ہے۔ گویا وہ جنت کا ایک خانہ تھا۔ جہاں ہر جگہ نوری چمکیں تھیں۔

نوری برج شمس دا خانہ نالے دو سعدیناں!
شمس پری سعدین پچھانوں ملکہ بدرہ بھیناں

نوری مینار سورج کا گھر اور ساتھ ہی دو برکت والے ستارے۔ سورج شاہ پری کو سمجھیں اور دونوں برکت والے ستارے ملکہ خاتون اور بدرہ دونوں بہنیں تھیں۔

ملکہ اُوہ جس ملک فلک دے بابل دے کھوہ پائے
بدرہ* بدر آکاش حسن دا صفت نہ کیتی جائے

ملکہ وہ تھی جس نے آسمانی فرشتے بابل کے کنوئیں میں ڈالے اور بدرہ آسمانی حسن کا چاند جس کی صفت کی نہیں جا سکتی ہے۔ اتنی حسین تھی۔

اگے بھی اس بھوہرے اندر شاہ پری سی بہندی
ملکہ بدرہ باجھہ سہیلی پاس نہ کوئی رہندی

آگے بھی شاہ پری اِس بھوہرے میں بیٹھا کرتی تھی۔ ملکہ اور بدرہ خاتوں کے علاوہ کوئی بھی سہیلی اور ان کے پاس نہیں ہوتی تھی۔

عاماں دا اُوہ تھاں نہ آہا خاصاں باجھ رفیقاں
اس جائی کوئی مڑدا ناہیوں بن محرم صدیقاں

خاص دوستوں کے علاوہ عام کے لیے وہ جگہ نہیں تھی۔ اِس جگہ خاص آشنا اور سچے دوستوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

بیٹھ رہیاں جد ترائے بھیناں شاہ پری پھر بولی
ملکہ خاتوں نوں فرماندی کر گل ہولی ہولی

جب تینوں بہنیں وہاں بیٹھ گئیں تو پھر شاہ پَری نے کہا۔ ملکہ خاتون سے کہنے لگی کہ اے ملکہ خاتون کوئی بات آہستہ آہستہ کرو۔

آکاش: آسمان۔

سنیاں گلاں تے کی باور باہجوں علم کتابوں
جو عالم دے موہوں سنیئے سوئی کھری حسابوں

سُنی باتوں پر کیا بھروسہ ہے۔ کتابی علم کے علاوہ اور یا جو عالم کے مُنہ سے سُنی جائے وہ حساب میں سچی ہوتی ہے۔ باقی کا کیا اعتبار ہے۔

یا جو سائیں والے آکھن اُوہ سچ من تمامی
پکی جان کلام انہاندی ذرہ نہیں وِچ خامی
توڑے الٹ پلٹ فرماون وِچ قیاس نہ آونے
گوجھی رمز ہوسی سب سچی کون انہاں بن پاوے

یا پھر پیر و مرشد کامل والے کہیں اُن تمام کو سچ مانوں۔ ان کی بات کو عین سچ جانوں اِس میں ذرا بھر بھی خامی نہیں ہوتی ہے۔ بے شک وہ بات کو گھما پھرا کر ہی کیوں نہ کریں جس کا اندازہ بھی نہ لگایا جاسکے سمجھ میں ہی نہ آئے وہ پوشیدہ راز ہوں تمام سچ لیکن ان کے بناں انہیں کون جانیں۔

سائیں والے سدا سکھالے رب دے بالے دیوے
مست الست شراب وصل دے ہر دم رہندے کھیوے

اللہ والے ہمیشہ ہمیشہ سکھی ہوتے ہیں یہ رب کی طرف سے چراغ روشن کیے ہوئے ہیں۔ یہ دیدار کے نشے میں ہی ہر وقت مست رہتے ہیں۔ انہیں اور خیال نہیں ہوتا ہے۔

جیئوں جیئوں لکھیا ویکھن بھائی اکھر لوح قلم دا
والے جتنا فرق نہ پاون دین پتہ ہر کم دا
باور کرو یقین لیاؤ گل انہاں دی اتے
آیت وانگر سچ کر منوں توڑے بچھن ستے

اے بھائی یہ جیسے جیسے لوح وقلم کا لکھا دیکھتے ہیں۔ اِس میں ایک بال برابر بھی فرق نہیں ڈالتے ہیں۔ ہر بات کی خبر دیتے ہیں۔ ان کی بات پر اعتبار کرو یقین سے مانوں یہ بالکل سچ کہتے ہیں اسے آیت کی طرح سچی مانوں چاہے یہ سوتے میں ہی باتیں کرتے ہوں۔

ہائے ہائے گل پری دی بھائی پھر برطرف رہی ہے
شاہ پری نے ملکہ تائیں ایہو بات کہی ہے
ڈِٹھیاں سنیاں گلاں اندر ہوندا فرق بتیرا
اکھیں ڈِٹھی کہیں۔ کہانی ایہو مطلب میرا

افسوس بھائی پری کی بات پھر ایک طرف رہ گئی ہے۔ شاہ پَری نے ملکہ خاتوں کو یہی بات کہی ہے اسے یہی سمجھایا ہے۔ دیکھی اور سُنی سنائی باتوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کرو میرا بھی یہی مطلب ہے جو تم نے خود دیکھی ہے وہ کہانی سناؤ۔

ملکہ خاتوں بی بی بولی نال زبانے مٹھی!
اوہ فصاحت اُتے بلاغت پری نہ اگے ڈِٹھی

ملکہ خاتون نے بڑی رسیلی زبان سے کہا پَری نے آگے وہ خوش کلامی اور خوش بیانی آگے کبھی نہ دیکھی تھی جواب اس کی گفتگو میں جھلک رہی تھی۔

بول رسیلے رنگ رنگیلے علم عقل چترائی
مرلی بینسریوں کجھ اُتے وِچ آواز صفائی

بڑی میٹھی باتیں بڑی معقول گفتگو علم عقل اور ہوشیاری بنسری اور شہنائی سے بھی زیادہ اس کی بول چال میں صفائی تھی ہر لفظ

بچھن ۔ سوتے میں بات کریں۔

بے وفائی کر جاتے ہیں۔

محبوباں دا نیوں لگاون کر کر مکر بھلاون
جاں دلدار ملے گل لاوے جھبدے ہی رَج جاون

محبوب کے ساتھ پیار کرتے ہیں اور اُسے دھوکے فریب سے مائل کر لیتے ہیں جب وہ محبوب انہیں مل جاتا ہے اُنہیں پیار کرتا ہے پھر فوراً ہی آنکھیں بدل لیتے ہیں۔

ٹھگی دغے فریب بتیرے کردے نال سیاں دے
جاں دل وس کرن تاں پاون بھس سروس پیاں دے

یہ لڑکیوں سے بڑے دھوکے فریب دغابازی کرتے ہیں جب دِل بس میں ہوتو کرتے ہیں اور بعد میں اِسی محبوب کے سر میں راکھ ڈالتے اُسے رسوائی کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

پریاں نالوں ہور طرح دا آدمیاں دا چالا
ایہ دو جنساں وکھو وکھی رَلا نہ نسبت والا

پریوں سے اور ہی طرح کا انسانوں کا چال چلن طریقہ ہے یہ دونوں اجناس علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں ان کی آپس میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہ نہیں مل سکتے ہیں۔

پریاں دائم لوک وفائی پالن قول زبانی
جانی نالوں اُتم جانن جس نوں آکھن جانی

پریاں ہمیشہ وفادار ہوتی ہیں۔ اپنی زبان کے کیے وعدے پورے کرتی ہیں۔ اپنی جان سے بھی اُس کو عزیز جانتی ہیں۔ جسے یہ اپنا محبوب کہتی ہیں اس پر جان بھی قربان کر دیتی ہیں۔

ساڈے بھانے آمیاں دی یاری بہت نکاری
عاشق بن بدنام کریندے وِچ ولایت ساری

ہمارے لیے انسانوں کی دوستی بڑی بے کار ہے۔ یہ عاشق بن کر پوری دنیا میں معشوق کو بدنام اور بے عزت کر دیتے ہیں کسی کی عزت کا خیال نہیں کرتے۔

جاں معشوق پیارا لبھے رَج رَج لین کلاوے
اس نعمت دا قدر نہ جانن کوئی وِرلا مل پاوے

جب اِن کو پیارا معشوق ملتا ہے اسے گلے لگا کر بڑا پیار کرتے ہیں یہ اِس نعمت کی قدر نہیں کرتے ہیں کوئی ایک ہوتا ہے جو اِس کی قدر و قیمت جانتا ہے۔

ملکہ خاتوں بدرہ خاتون بدھے ہتھ شتابی
منت کرکے شاہ پری دَل ہویاں پھیر جوابی
تیری ساڈی مہر محبت گوہڑا بھائی چارا!
بہت پیارا مٹھا کڑیئے حدوں بے شمارا!
اساں شہزادے نال پکائے پکے قول اگیرے
اللہ بھاوے میل دیاں گے شاہ پری سنگ تیرے

ملکہ خاتون اور بدرہ خاتون نے فوراً اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ بڑی منت سماجت کے بعد پھر اسے جواب دیا۔
تیری اور ہماری بڑی پیاری محبت اور مضبوط برادرانہ رشتہ ہے۔
بہت ہی پیارا اے لڑکی بڑا میٹھا اور بہت زیادہ قرب ہے۔
ہم نے شہزادے سے پہلے ہی پکے وعدے کیے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوا تو شاہ پری کی تم سے ملاقات کروا دیں گے۔ تمہیں اس سے ملا دیں گے۔

بھس: راکھ۔ جھبدے: فوراً۔ اُتم: پیارا۔ بھاوے: چاہے۔

شاہ پری اُٹھ آکھن لگی ملکہ خاتوں تائیں!
آ اس باغ تیرے دے اندر لئے سیر ہوائیں

پَری اُٹھ کر ملکہ خاتوں سے کہنے لگی آؤ ذرا تمہارے باغ کی سیر کریں اور ہواخوری کریں ذرا باغ میں گھوم پھر کر دیکھیں۔

ملکہ دے دل خوشیاں ہویاں مولیٰ آساں لایاں
ہک دوجی دی انگل پھڑ کے باغے اندر آیاں

ملکہ خاتون کا دِل بڑا خوش کہ رب تعالیٰ نے اُمید لگا دی ہے ایک دوسری کی اُنگلی پکڑ وہ دونوں باغ کی سیر کرنے لگیں۔

ٹر ٹر سیر کرن وِچ باغے پھر پھر لین ہوائیں!
چوک عراق پھوہارے ویکھن چشمے حوض سرائیں

بار بار باغ کے چکر لگا رہی تھیں اور ہواخوری کر رہی تھیں چوک کنارے فوارے چشمے اور حوض اور سرائے دیکھ رہی تھیں۔

رنگ محل چبارے دھولر بھوہرے باراں دریاں
اوس حضوری باغے اندر پر نہ مارن پریاں

رنگ محل چبارے دھولر تہہ خانے اور بارہ دریاں اور اِس حضوری باغ میں پریاں بھی پر نہیں مار سکتی تھیں جس میں وہ پھر رہی تھیں۔

سبزہ وانگ پوشاک خضر دی پاک ہویا جل نہا کے
پھل گلاب سکندر وانگر بیٹھے تخت سہا کے

ہریالی پانی سے دُھل کر حضرت خضرؑ کی پوشاک کی طرح سبز تھی اور گلاب کے پھول سکندر ذوالقرنین کی طرح تخت سجا کر بیٹھے تھے۔

ناز آزاد صحیح سلامت جھولن سرد کھلوتے
کلیاں بنھ قطاراں کھلیاں در یتیم پروتے

بڑے ناز و ادا سے سرو کے پیڑ جھول رہے تھے کلیاں قطاریں باندھ کر کھڑی تھیں جیسے قیمتی موتی کسی لڑی میں پروئے ہوں۔

نرگس مست محبت کیتا شاہ پری دیاں نیناں
عرض کرے سر کڈھ شگوفہ میں بھی درشن لیناں

نرگس کو شاہ پری کی آنکھوں کی محبت نے مست کر دیا تھا اور شگوفہ سر نکال کر کہتا تھا کہ میں نے بھی پری کا دیدار کرنا ہے۔ میں نے بھی اسے دیکھنا ہے۔

ہتھ کھلار چنار کھلوتے زاہد ہار کنارے
کرن دُعائیں مولیٰ سائیں پری وکھا کر مارے

چنار باز و پھیلا کر زاہدوں کی طرح کنارے کھڑے تھے اور دعائیں کر رہے تھے رب تعالیٰ ہمیں پری دکھا کر ہی مارے۔ ایک دفعہ ہمیں پری کا دیدار کرا دے۔

سوہا مکھ کشادہ کر کے بن تن روپ اجالا
وِچلا داغ وچھوڑے والا کھول دسے گل لالہ

سُرخ منہ کھول کر بڑا بَن سنور کر بڑا حسین اور چمک کر اندرونی جدائی کا داغ گل لالہ بھی کھول کر دکھا رہا تھا۔ وہ بھی اپنی جدائی کا حال بیان کر رہا تھا۔

اُٹھ اُٹھ نمدی شاخ چنبے دی جویں گورو دل چیلا
گل عباسی مار اداسی کہے نشے دا ویلا!

اور چنبے کی شاخ اُٹھ کر جھکتی جیسے اپنے گورو کے سامنے اُس کے چیلے (مرید) جھکتے ہیں اور گل عباسی جمائی لے کر کہہ رہا تھا کہ آج ہی نشے کا وقت ہے۔

شاہ پری مکھ دسن لگی بھکھ چکسی سکھ پاساں
تروٹک جاسی نشہ چڑھے گا جاں انگ اس سنگ لاساں

آج شاہ پری دیدار کرانے والی ہے ہماری بھوک ختم ہو گی اور خوش ہوں گے۔ تنگی چلی جائے گی اور نشہ چڑھے جب اِس سے

تروٹک: کمی۔ نمدی: جھکتی۔

شاہزادہ مدھ پی کے بیٹھا بہت شرابوں مستی
دلبر وَل خیال دِلے دا دور کیتی ہور ہستی

شہزادہ شراب پی کر بیٹھا تھا اور اُسے نشے کی خماری آئی ہوئی تھی۔ اس کا خیال صرف اپنے محبوب کی طرف ہی تھا اور تمام بھول گیا تھا۔

نشہ کمال شہزادے چڑھیا لال دسے رنگ رتا
لے قانون وجاون لگا جاں ہویا مُدھ مَتا

شہزادے کا نشہ عروج پر تھا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ جب زیادہ مستی آگئی تو قانون پکڑ کر بجانے لگا اور گانے لگا۔

کلیاں مندریاں بند میلے راس بنائے گھوڑے
ہر ہر تار مقام اپنے تے خوب سراں کر جوڑے

کلیاں مندریاں اور بند ملاتا ان کے اچھی طرح گھوڑے بناتا۔ ہر تار کو اپنی جگہ پر خاص سروں کر کے جوڑتا تھا۔

آپ شاہزادہ گاون لگا نال زبانے مصری
مسکر سازو جائیوس جس دم جانوراں سُدھ وِسری

شہزادہ خود مصری زبان میں گانے لگا۔ جس وقت اس نے مسکر ساز بجایا تو تمام پرندے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔ کسی کو ہوش نہ رہی تھی۔

جس ویلے مضحک وجاوے بول آواز داؤدیٔ
دکھیاں دے دکھ جاون سارے ہسن کر خوشنودی!

جس وقت مضحک بجاتا اور داؤدی آواز میں گاتا تو تمام دکھی لوگ اپنے دکھوں کو بھول کر خوشی سے ہنسنے لگتے۔ دکھ یاد ہی نہ رہتے۔

جدوں منوم سازو وجاندا وانگن مست خماراں!
گوہڑی نیندر نینیں آوے زاہد شب بیداراں

جب نشے میں مست ہونے والوں کی طرح منوم ساز بجاتا تو زاہدوں رات کو جاگنے والوں کو میٹھی نیند آجاتی۔

اڈدے پنکھی ڈھین زمیں تے کُٹھیاں ہار نہ ہلدے
سر دھر اُوہدیاں قدماں اُتے سوندے مرگ جنگل دے

اور اُڑتے ہوئے پرندے زمین پر گر پڑتے اور بالکل حرکت نہ کرتے جیسے ذبح ہوئے ہوں اور اس کے پاؤں پر سر رکھ کر جنگل کے ہرن سو جاتے۔

جستہ ساز جدوں پھر چھیڑے پاوے جان مویاں نوں
دیوے ہوش گھراں ول ٹورے سخت بے ہوش ہویاں نوں

جب وہ جستہ ساز چھیڑتا تو مردوں میں جان آجاتی تھی۔ انہیں ہوش دلا کر گھروں کو روانہ کرتا جو پہلے بے ہوش تھے۔

باقانون کیتا سر قانون ہر ہر تار سنواری
ستاں تاراں دی اسواری خوب وجائے ساری!

باقانون کیا ستر قانون کو اور اس کی ہر تار دُرست کی ساتوں تاروں کو خوب تمام کو ہی بجاتا تھا۔

بھیرو راگ الاپن لگا نال زبان کراری
رام کلی بھباس الاپے نالے دیو قندھاری

بھیرو راگ کا الاپ کرنے لگا بڑی کراری زبان سے اور رام کلی بھباس کا الاپ کرتا اور ساتھ ہی دیو قندھاری بھی الاپتا تھا۔

گاوے پھیر اساوری اگوں پھیر میاں بھراڑے
ٹوڈی رسنا دار الاپے چڑھدی کلاں وہاڑے

پھر اساوری (نام راگ) اور پھر جوابی بھراڑے ٹوڈی اور رسنا کا الاپ کرتا دن چڑھے وقت۔ تمام ہی یہ راگوں کے نام ہیں ان تمام کے بارے میں جاننا بس کی بات نہیں ہے۔

مدھ: شراب نشہ۔ متا: زیادہ۔ وسری: بھول گئی۔

آپ سیاں وِچ رَل کے کھیڈیں ماریں موج نصیباں
کدے تے پچھ غریباں تائیں جو ہوئے صحرائی

خود تو سہیلیوں سے مِل کر کھیلتی ہو تمہارے مقدر میں خوشیاں ہیں کبھی تو ہم غریبوں سے بھی پوچھ کہ ہم ریگستانوں میں کیوں پھر رہے ہیں۔

شکر ویچن والا بنیاں شالا جگ جگ جیوے
کیوں نہیں پچھدا صلح کداہیں طوطی بھکھ سکائی

شکر بیچنے والا تاجر خدا کرے ہمیشہ ہی زندہ رہے۔ وہ کبھی پیار سے کیوں نہیں پوچھتا ہے کہ طوطی تو بھوکی کیوں مر رہی ہے۔ اِسے کیا تکلیف ہے۔

مان حسن دا ٹھاکے تینوں ہے پھل شاخ گلابی
پچھ نہیں گل بلبل کولوں جو تدھ کان سودائی

اے گلابی پھول کی شاخ تجھے تیرے حسن کا غرور منع کرتا ہے تجھے روکتا ہے۔ یہ بات تو بلبل سے نہ پوچھو جو تیرے لیے پاگل ہوئی پھرتی ہے۔ تیری دیوانی ہے۔

نال سیاں دے رَل کے جس دم مَدھ خوشی دا پیویں
کر کھاں یاد مینوں بھی جس نے سکدیاں عمر لنگھائی

جب تم سہیلیوں کے ساتھ مِل کر خوشی سے جام شراب نوش فرماتی ہو اس وقت مجھے بھی یاد کرو جس نے سسکتے ہوئے ہی زندگی گذاردی ہے۔

خبر نہیں کی رنگ اینہاں دا کس سببوں نسدے
گوہڑے نین سیاہ جنہاں دے کردے نہ آشنائی

پتہ نہیں کیا بات ہے وہ ہم سے کیوں دور بھاگتے ہیں ان کے دِل میں کیا خیال ہے جن کی نہایت سیاہ آنکھیں ہم سے دوستی نہیں کرتی ہیں۔ ہمیں نہیں پہچانتی ہیں۔

حسن جمال کمال تیرے وِچ ہور تمامی صفتاں
اِکو عیب وفاء محبت نہیں اندر زیبائی

تمہاری خوبصورتی میں باقی تمام خوبیاں موجود ہیں ایک ہی کمی ہے کہ تیرے حُسن میں پیار اور وفا نہیں ہے۔ اِن کی کمی ہے۔

ہے واؤ جد باغ اِرم وچ جاویں پاس پیارے
ہتھ بنھ عرض گزاریں اوتھے ہو کے میری جائی

اے بادِ صبا جب تو باغ اِرم میں میرے محبوب کے پاس جائے گی وہاں میری طرف سے میری جگہ ہو کر اُن سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔

میں نت درد تیرے دی آتش سینے اندر جالاں
تلیاں وِچ کڑاہ غماں دے جیئوں مچھی جل جائی

کہ میں ہر وقت تمہاری جدائی کی آگ کا درد اپنے سینے میں برداشت کر رہا ہوں میں غموں کی کڑاہی تلا گیا ہوں جس طرح مچھلی جل جاتی ہے۔ تلی جاتی ہے۔

جے جگ دشمن مارن والا توں اِک سجن ہوویں!
موتوں ذرہ نہ ڈرساں کرساں دم دم شکر ادائی

اگر تمام جہاں دشمن بن کر مارنے والا ہے اور پھر تو ہی ایک میرا دوست ہو تو میں موت سے نہیں گھبراؤں گا ہر پل تیرا شکرادا کروں گا۔

جاں جاں عاشق پہنچے ناہیں محبوباں دے در تے
کد خلاصی کردا اس دی ظالم درد جدائی

جب تک عاشق اپنے محبوب کے دروازے پہ نہیں پہنچتا ہے تب تک جدائی کا ظالم درد اس کی خلاصی کہاں کرتا ہے۔ اسے

ٹھاکے: روکے۔ تدھ کان: تیرے لیے۔ مدھ: شراب۔

کا سبق پڑھتا۔

روپ سچے دا عشق کماوے عین سعادت پاوے
سعداں نال کرے اشنائی اکبر سعد کہاوے

حقیقی حسن سے محبت کرتا اور صحیح نیک بختی پاتا۔ نیک بختوں سے واقفیت کرتا اور بڑا نیک بخت کہلاتا۔

کالا چور زحل آسمانی گورا ویکھ شاہزادہ
بنے غلام حلالی حبشی ثابت رکھ ارادہ

آسمانی زُحل کالا چور شہزادے کا گورا رنگ دیکھ کر پکا ارادہ کر کے اس کا حبشی غلام بننا چاہتا کہ میں بھی اس کا خدمت گار بنوں۔

سوہنی بھننی سوہنی صورت سوہناں قد رنگیلا
سوہناں خط اُتے جھنڈ سوہنی خوش آواز رسیلا

خوبصورت ڈیل ڈول حسین صورت خوبصورت حسین رنگین قد خوبصورت خط (داڑھی) اور سر پر خوبصورت زلف اور بڑی خوش رسیلی آواز تھی۔

بن بن پیئے پوشاکی ساری روپ چڑھے ہر ویسوں
خوشبوئی کستوری چلے آون کالے کیسوں

اُس کی سجتنی پوشاک حُسن میں اضافہ کرتی اور اُسے ہر لباس اچھا سجتا اور اس کی سیاہ زُلف سے کستوری کی مہک آتی تھی۔

پہن ہتھیار سوار ہووے جاں چڑھدا طرف شکارے
گولی کھا بندی دی ڈھیندے مرگ جنگل دے سارے

اور ہتھیار پہن کر جب شکار کے لیے سوار ہوتا اور اِس کی بندی کی گولی کھا کر تمام جنگل کے ہرن گر پڑتے۔ بھاگ کر نہ جا سکتے تھے۔

صورت ویکھ شہزادے والی وگدا دہن کھلووے
ڈر سنسار لگے تھر کنباں جاں ہتھیار دھووے

شہزادے کی شکل دیکھ کر بہتا ہوا دریا بھی ٹھہر جاتا اور مگرمچھ خوف سے کانپنے لگتا تھا جب وہ اپنے ہتھیار دھوتا تھا۔

شاہ پری دی نظری آئے نین ایانے روندے
ہر پمن دے والوں موتی ہنجوں ہار پروندے

شاہ پری نے اس کی معصوم آنکھوں کو روتے دیکھا تھا۔ ہر پلک کے بال سے آنسو موتیوں کے ہار پرو رہے تھے۔

چہرے تے پریوں قطرے جوش نجار الم دے
جیونکر پھل گلاباں اُتے سے 100 موتی شبنم دے

اندرونی جوشِ جدائی کے غم کے بخار سے چہرے پر پسینے کے قطرے ایسے تھے جیسے گلاب کے پھول پر شبنم کے سینکڑوں قطرے موتیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

سیئو بہشتی جیئی ٹھوڈی ہوئی گرد آلودی!
درد وں درد رسیلا نکلے آوازہ داؤدی

بہشتی سیب جیسی ٹھوڑی گرد آلود ہوئی تھی۔ اور درد سے رسیلا داؤدی آواز نکل رہا تھا۔ آواز میں بھی وہ درد رچ بس گیا تھا۔

چکڑی سرو جہیا قد بانکا سوہناں ہریا بھریا
چھک غماں دی مار اُڑایا سر دھرتی پر دھریا

چکڑی اور سرو جیسا خوبصورت قد غموں کی کشش نے مار کر جھکا دیا تھا اب اُس نے زمین پر سر رکھا ہوا تھا جدائی کے غم نے جھکا دیا تھا۔

جس ویلے کوئی غزل رباعی دوہڑا بیت الاوے
اڈدے پنچھی ڈھین آسمانوں ہوش وجودوں جاوے

جس وقت کسی غزل یا دوہڑے یا شعر گاتا تو آسمان سے اڑتے پرندے گر پڑتے اور ان کے جسم سے ہوش ختم ہو جاتی۔

سیئو: پھیستہ۔ چکڑی: جس درخت کی لکڑی کنگھیاں بنتی ہیں۔ اڑایا: جھک گیا۔

چھین سکے۔

دیکھ اسیں بھی معلم کریئے ہے ایہ مورت کس دی
ایسی جوبن متی کوئی دھوم پئی جگ جس دی

ہم بھی دیکھ کر معلوم کریں کہ یہ کس کی تصویر ہے ایسی بڑی حسینہ کون ہے جس کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ وہ ایسی کون ہے۔

ملکہ کہندی سن نی بھینے محبوباں وِچ اُچی
شاہزادے دے جثے اندر جان اُوہ مورت سچی

ملکہ نے کہا اے محبوبوں کی سردار بہن میری بات سنو۔ شہزادے کے جسم میں وہی سچی تصویر جان ہے۔ جان کو جسم سے جدا نہ کرو۔

جند اُوہندی نوں مٹیا لوڑیں کیوں نکھیڑیں تن نوں
جندو تننے سمیت بلالے عاشق بے وطن نوں

اسکی جان کو ختم کرنا چاہتی ہو کیوں اس کی جان جسم سے جدا کرنا چاہتی ہو۔ اس بے وطن عاشق کو جان اور جسم سمیت ہی اپنے پاس بلالو۔

شاہ پری نے کہیا ملکہ میں منساں گل تیری
پر توں اَجے نہیں کر کھڑا ہووے حرص گھنیری!

شاہ پری نے کہا اے ملکہ تمہاری بات مان لوں گی۔ لیکن تم ابھی اس بات کی ضد نہ کرو محبت حرص کو تھوڑا اور بڑھنے دو۔

ویکھ رَبے دیاں کماں ولوں کرسی کیہڑے کم کھاں
اس نوں بھی مت سَد ملاں گی ہور کوئی دن جر کھاں

تم بس خدا کے کاموں کی طرف دیکھو وہ کون سے کاموں میں راضی ہے شاید اسے بھی بلالوں گی تم چند دن اور برداشت کرو۔

ملکہ سن کے گل خوشی دی جھبدے جھبدے آئی
جو گذری شاہزادے اگے ساری کھول سنائی

ملکہ یہ خوشی کی بات سن کر فوراً شہزادے کے پاس آئی۔ جتنی بھی بات ہوئی تھی تمام شہزادے کے گوش گزار کر دی۔ اسے بتادیا۔

شاہ پری دا آون جاون جو کجھ بولی ہسی!
نالے مورت منگن والی خواہش بھاری دسی

شاہ پری کا آنا جانا جو اس نے باتیں کیں اس کا ہنسنا اور ساتھ تصویر مانگنے والی خواہش بھی بتائی۔

شاہزادے فرمایا ملکہ مورت تیرے بھانے
اک اِک وال اہدے مُل جانی میں بن قدر نہ جانے

شہزادے نے کہا اے ملکہ تیرے لئے تو یہ ایک تصویر ہی ہے اس کا ایک ایک بال جان کے برابر ہے میرے بغیر اس کی قدر کون جانے گا۔

جے اکھیں تھیں اوہلے ہووے نیر نہ ٹھلن دیدے
وانگ اٹک دے اٹک نہ رہندے ہنجوں درد رسیدے

اگر یہ آنکھ سے پوشیدہ ہو تو آنکھیں آنسوؤں کا پانی نہیں برداشت نہ کرسکتی ہیں۔ دریائے اٹک کی طرح رک نہیں سکتے یہ میرے درد کے آنسو۔

اوہ ڈاہڈی میں لِسا جیکر مورت موڑ نہ دیوے
گھڑی نہ جرساں تے سڑ مرساں جیوں تیلے بن دیوے

وہ زور آور میں کمزور ہوں اگر وہ تصویر واپس نہ کرے تو میں ایک پل برداشت نہیں کروں گا جیسے بن تیل کے دیا اس طرح جل مروں گا۔

تن: جسم: بدن۔ دیدے: آنکھیں۔ دیوے، دیے: چراغ۔

سیف ملوک ہوسی اس ناتواں عاصم شاہ دا جایا
پیو عاصم دا ہے شاہ صفوان جس ہن تخت سہایا

سیف ملوک نامی ایک عاصم شاہ کا بیٹا ہوگا اور عاصم شاہ کا باپ شاہ صفوان ہے۔ جو ابھی تخت و تاج کا مالک ہے۔

اس صورت تے عاشق ہو کے سرگردانی چاسی
اوڑک نال بدیع جمالے اُوہ نکاح پڑھاسی

اس صورت پر عاشق ہو کر وہ زمانے میں پھر کر اسے تلاش کرے گا اور آخر کار بدیع جمال پری کے ساتھ اس کا نکاح ہوگا۔

نبی سلیمانؑ لے کے رکھے ایہ شاہ مہرے دوئے
نالے اطلس تھان حریروں رنگ رنگ رنگے ہوئے

نبی سلیمانؑ نے یہ دونوں شاہ مہرے لے کر رکھ لئے اور ساتھ اطلس جریر کے تھان جو کئی رنگوں میں رنگے ہوئے تھے۔

توشے خانے پیغمبر دے مدت رہے بہتیری!
نکلن دا ڈھو ہویا اوتھوں مولیٰ ساعت پھیری

یہ پیغمبرؑ کے گھر میں بڑی دیر تک پڑے رہے عرصہ گزر گیا۔ ان کا وہاں سے نکلنے کا سبب تب بنا جب رب تعالیٰ نے وقت بدلا۔ جب ان کے نکلنے کی گھڑی آئی۔

اک دن شاہ صفوان بہادر نبی سلیمانؑ جی نوں
تحفے ہدیے بہتے دِتے ہوئی خوشی نبی نوں
خوش ہویا صفوانے اُتے کہندا اُوہ کجھ دیواں
گھر اُس دے جو ہووے نہ اَگے میں شاہ آدم دیواں
اوس ویلے پھر ایہ شاہ مہرے صورت سندر والے
نالے اطلس اُتے حریروں اُوہ سچے پرکالے
اک انگوٹھی ہتھ اپنے دی نالے ایہ دو نقشے
شاہزادے دے داوے تائیں نبی سلیمانؑ بخشے

ایک دن صفوان بادشاہ نے حضرت سلیمانؑ کو تحفے اور ہدیے دیئے اور نبی سلیمانؑ کو بے حد خوشی ہو۔ یہ تحفے بڑے قیمتی اور اعلیٰ تھے۔
جب وہ صفوان پر خوش ہوئے کہا کہ میں صفوان کو وہ کچھ دوں جو اس کے گھر میں پہلے نہ ہو کیونکہ انسانوں اور جنات کا بادشاہ ہوں۔
اس وقت یہ حسین صورت والے شاہ مہرے اور اطلس اور حریر کے وہ سچے تھان جو نبیؑ نے رکھے ہوئے تھے۔
ایک اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اور ساتھ ہی یہ دو نقشے انہوں نے شہزاد کے دادے کو دیئے تھے اس تحفے کے بدلے میں جو شہزادے کے دادا نے انہیں دیئے تھے۔

اِس تھیں بعد لئے شاہ عاصم پھیر اس نوں ہتھ لگے
دیکھن سات ہویا ایہ عاشق اَپہتا تدھ اگے

اس کے بعد عاصم شاہ شہزادے کے باپ کو ملے اور پھر اس کے ہاتھ آئے۔ انہیں دیکھتے یہ اس پر عاشق ہو گیا اور آج تم تک آ پہنچا ہے۔

جدوں بدیع جمال پری نے سنی حقیقت ساری
شیشہ لے لگی منہ دیکھن سنگ مورت کرداری

جب بدیع جمال پری نے یہ تمام حقیقت سنی تو شیشہ لے کر منہ دیکھنے لگی۔ مورت کے کردار کو پرکھنے لگی۔ اور وہ اس حقیقت تک جاننا چاہتی تھی۔

اپنا آپ تکے وِچ شیشے نالے مورت ویکھے
تل بھر فرق نہ کدھرے آوے ہر جائی ہر لیکھے

وہ اپنا چہرہ شیشے میں دیکھتی اور ساتھ ہی تصویر بھی دیکھتی تھی۔ کہیں پر ایک تل بھر فرق کسی حساب سے کسی جگہ بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔

ڈھو: موقعہ۔ اپہتا، پہنچا۔ دیکھن سات: دیکھتے ہی۔

لٹیرا ہے۔

واہ واہ بھاگ نصیب تنہاں دے یار جنہاں تے وکیا
سچے عشق عاشق دے دِل نوں پا مہاراں چھکیا

ان کے بڑے اچھے نصیب ہیں جن کا محبوب ان سے محبت کرتا ہے۔ سچے عشق نے عاشق کے دل کو مہار ڈال کر کھینچ لیا۔

عاشق اُتے عاشق ہووے جو محبوب ہتھیارا
اوڑک بدلہ لئے محمدؒ پرجے کرے سہارا

جو عاشق پر عاشق ہوتا وہ دوست نہیں قاتل ہے آخر اے محمدؒ اسے بدلہ مل جاتا ہے اگر وہ برداشت کرے صبر کرے۔

عاشق کہندے عشق محبت شیشہ ہے روحانی
حال عاشق دیوں دلبر تائیں دسدا کھول نشانی

عاشق کہتے ہیں کہ عشق اور محبت ایک روحانی آئینہ ہے عاشق سے محبوب کو نشانی اور حالت بتادیتا ہے۔ اسے آگاہ کر دیتا ہے۔

عاشق نوں از غیبوں دسدا سندر روپ گمانی
کون مجاز محمدؒ بخشا ہر اِک سر حقانی

عاشق غیب سے ہی حسین خوبصورت لگتا ہے اے محمدؒ کون مجاز ہے ہر ایک حقیقی راز ہے۔ سب حقیقی بھید ہے۔

جاں جاں توڑی دھرتی اَنبر کرسی عرش منارے
لوح قلم تے جنت دوزخ حُور فرشتے سارے

جب تک زمین آسمان کرسی عرش اور مینارے ہیں اور لوح قلم اور جنت دوزخ اور تمام حوریں اور ملائک ہیں۔

تاں تاں تیک نکاح عشق دے نہیں ترٹن ہارے
عاشق تے معشوق محمد دائم نویں پیارے

تب تک عشق کے کئے ہوئے نکاح ٹوٹ نہیں سکتے ہیں۔ عاشق اور معشوق اے محمدؒ ہمیشہ نئے پیارے ہوتے ہیں۔

بدرہ خاتوں ملکہ خاتوں کی ویکھن مڑیاں
کیسر ورگا رنگ پری دا زلفاں گل وِچ پیاں

بدرہ خاتون اور ملکہ خاتون اور لڑکیاں کیا دیکھتی ہیں۔ کہ پری کا رنگ زرد اور زلفیں بکھری ہوئی گلے میں پڑی ہوئی ہیں۔

منہ کملاناں حال پریشاں شوخیاں بُجھ گیاں!
محرم بَید محمدؒ مرضاں ویکھدیاں لبھ لیاں

منہ خشک پریشان حال تمام شوخیاں ناز انداز ختم ہو چکے تھے۔ جو اے محمدؒ راز دان معالج ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہی مرض کا پتہ لگا لیتے ہیں۔

شاید عشق شاہزادے والا چڑھیا گھٹاں بنا کے
لٹ لیوس دل شاہ پری دا بدھوس سنگل پا کے

شاید شہزادے کے عشق نے پری پر اپنا اثر کر لیا تھا۔ اور شاہ پری کا دل لوٹ لیا تھا۔ اور زنجیر ڈال کر باندھ لیا تھا۔

ہولیں ہولیں ملکہ خاتوں پچھن لگی جا کے
بھینے روگ طبیباں کولوں رکھیے نہیں چھپا کے

ملکہ خاتون جا کر اس سے آہستہ آہستہ پوچھنے لگی اے بہن طبیبوں سے مرض چھپا کر نہیں رکھنی چاہئے جو بھی بیماری ہو اسے ظاہر کر دینا چاہئے۔

جے مرضوں چھٹکارا چاہیں دیہ بیداں ہتھ باہاں
بیدن دس اندر دی ساری دردوں منگ پناہاں

اگر مرض سے شفا چاہتی ہو تو طبیب کے ہاتھ میں بازو پکڑا دینا چاہئے اور اندرونی مرض تمام بتا دے اور دکھوں سے پناہ مانگو۔

بید: معالج، حکیم۔ بیدن روگ، مرض، بیماری۔

اس پر قربان ہوگئی۔

کی تکدی شاہزادہ اَگے بیٹھا اِک اِکلّا!
بلدی شمع پتنگ جلیندے عشق کھڑی کر بلّا
پیندا بیٹھ شراب شہزادہ پھڑیا ہتھ پیالا!
لوہو دل دے وانگر سوہا صاف شراب اُجالا

کیا دیکھتی ہے کہ وہ تنہا بیٹھا ہوا ہے شمع روشن ہے پروانے جل رہے ہیں عشق اسے زبردستی لے گیا۔
شہزادہ بیٹھ کر شراب پی رہا ہے اور ہاتھ میں پیالہ پکڑا ہوا ہے۔اور شراب بالکل دل کے خون کی طرح سرخ ہے۔اور صاف ہے۔

کاسہ مست تلی پر رکھے کر بھر پور شرابوں
گاوے گاون درد فراقوں تار ہلا ربابوں

مستی کا پیالہ شراب سے بھرپور تلی پر رکھا ہوا ہے اور رباب کے تار چھیڑ کر جدائی کے گیت گا رہا ہے۔اپنی جدائی کے دکھ بیان کر رہا ہے۔

لمیں رات وچھوڑے والی پَل جھل سکھیاں بھانے
جے کوئی قید عشق دے اندر قدر اُوہو کجھ جانے
کدے کدے ایہ دوہڑے آکھے درد وچھوڑے چایا
شاہزادے دے موہوں ہو کے چاہیئے سخن سنایا
میں پردیسی نوں اَج آئی شالا رات کرم دی
یار سجن دے کوچے اندر جال ہوئی ہر دم دی

جدائی کی لمبی رات سکھی لوگوں کیلئے ایک پل برابر ہے اور اگر کوئی عشق کا قیدی ہے اس کی قدر وہی جانتا ہے۔دوسرے کو کیا خبر ہے۔
کبھی کبھی یہ درد اور جدائی کے دوہڑے کہتا۔میں اسی طرح سناتا ہوں جس طرح شہزادہ گا رہا تھا۔تب ہی مزہ آئے گا۔
مجھ غریب الوطن پر آج رحمت کی رات آئی ہے۔آج مہربانی کی رات آئی ہے۔آج محبوب کے محلے میں ہر پل کی گزر ہوئی ہے۔وقت گزر رہا ہے۔

دل وِچ چاہ نگاہ کر دیکھا صورت اصل صنم دی
دلبر نوں جا کہے محمدؒ کون خبر اس غم دی

محبوب کی اصلی صورت اپنے دل میں نظر ڈال کر دیکھوں اے محمدؒ میرے اس غم کی میرے محبوب کو کون ہے جو جا کر خبر دے۔اسے میرے دکھ سنائے۔

زلفاں منہ اُوہدے دی حرصوں ایہ جیوڑا بیچارا
کفروں فارغ تے اسلاموں بیٹھا پکڑ کنارا
دل آرام آرام دلے دا کھڑیائے لٹ سارا
شالا کدے آرام دیوے گا مل کے یار پیارا
باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری
یار ملے دکھ جان ہزاراں شکر کراں لکھ واری!

اس کے چہرے کو دیکھنے کی غرض سے زلفیں اور یہ بیچارہ دل کفر سے تو فارغ ہوگیا ہے اور اسلام کا ایک کنارا پکڑ کر بیٹھا ہوا ہے۔
دل کا چین دل کا سکون لوٹ کر لے گیا ہے۔انشاءاللہ کبھی تو محبوب مل کر سکون دے گا۔جب اس کا دیدار ہوگا تو سکون ملے گا۔
باغ کی بہاریں اور چمن کے پھول محبوب کے بغیر کس کام کے جب محبوب ملے تو ہزاروں دکھ ختم ہو جائیں لاکھ بار خدا شکر کروں۔

جال: گذر۔رباب، ساز یا جا۔

پہلے دن دی سجھدی آہی جدوں پریت لگائی
شیریں جان مثل فرہا دے صدقہ ہوگ پرم دا

پہلے دن سے ہی یہ بات نظر آ رہی تھی جب میں نے محبت کی تھی۔ میرے پیار کا صدقہ بھی اسی طرح ہوگا۔ جس طرح شیریں کیلئے فرہاد کا ہوا تھا۔

شاہ پری دا نیوں لگایا خاکی بندہ ہو کے
کد میرے سنگ الفت کرسی کی میں اُس دے کم دا

کہ میں شاہ پری سے ایک انسان ہو کر محبت کر بیٹھا ہوں وہ کیسے میرے ساتھ محبت کرے گی کیا میں اس کے لائق ہوں۔ مجھے وہ اس قابل جانے گی۔

وطنوں چھوڑ ہوئیوس پردیسی پاڑن پاڑ اولے
دکھ سہے سکھ پایا ناہیں سڑ یا میں کرم دا

اپنے وطن کو چھوڑ کر بے وطن ہو گیا ہوں میں نے کیسے انوکھے کام کئے ہیں۔ میں ایسا بے نصیب ہوں کہ میرے حصے میں دکھ ہی آئے ہیں سکھ نہیں ہیں۔

جس دی یاری تے جند واری نہ کردی دلداری
کس اگے فریادی جائے کرے نیاں ستم دا

جس کی محبت میں مَیں نے جان کی بازی لگائی ہوئی ہے۔ اسے میرا خیال نہیں ہے۔ میں کس سے فریاد کروں جو اس ظلم زیادتی کا انصاف کرے۔

نگری میری حکم سجن دا حاکم آپ انیائیں!
بے دوسے نوں سولی دے کے ہسدا ویکھ پلم دا

میری زندگی کے شہر میں میرے محبوب کا حکم چلتا ہے اور حاکم خود بے انصاف ہے بے گناہ کو پھانسی پر لٹکا کر خود ہنستا لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔

ہائے افسوس نہ دوس کسے تے لکھے کرم کر آیا
آکھ محمدؒ کون مٹاوے لکھیا لوح قلم دا

مجھے کسی پر کوئی افسوس نہیں ہے میں کیسے نصیب لکھا کر آیا ہوں۔ اے محمد کہو کہ لوح قلم کا لکھا ہوا کون مٹا سکتا ہے۔

اسیں تساں نوں سکدے سجناں تدھ نہیں دل سکدا
آن کھلے در تیرے اُتے کیوں خالی مڑ چلدا

اے محبوب ہم تیرے دیدار کو ترستے اور تم نہیں چاہتا ہے۔ ہم تیرے دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمیں کیوں خالی واپس کرتا ہے۔

جے تلوار میرے سر ماریں ڈھال نہ رکھساں اگے
مت تیرے اعمالنامے وِچ نام میرا بھی لگے

اگر تو میرے سر پر تلوار مارنا چاہتا ہے تو میں آگے ڈھال نہیں کروں گا۔ کہ شاید تیرے اعمال نامے میں میرا بھی نام لکھا جائے۔

جس دے عشق لتاڑ گوایا خاکو نال رلایا
قدم چماں گا نہ عذر کراں گا جے اوہ نظری آیا

جس کے عشق نے ہمیں روند کر خاک میں ملا دیا ہے۔ میں اس کے قدم چوموں گا کوئی شکایت نہیں کروں اگر وہ ایک بار نظر آ جائے۔

میں اوہ عاشق کچا ناہیں ظلم تکاں بھج جاواں
جان منگیاں تاں حاضر کرساں نہ کجھ عذر لیاواں

میں وہ بے وفا عاشق نہیں ہوں ظلم سے تنگ آ کر بھاگ جاؤں اگر تو جان بھی چاہے گا تو دوں گا کوئی بہانہ نہیں کروں گا۔

خوش بخوش رہاں جے رکھیں کدی بیزار نہ تھیندا
در تیرے دی خاک نماناں پیراں ہیٹھ ملیندا

اگر تو مجھے خوش رکھے تو میں خوش رہوں گا کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ تیرے دروازے کی میں خاک ہوں پاؤں تلے روندا جا۔

سجھدی۔نظر آتی۔ پرم۔عشق: محبت۔نیاں: انصاف۔پلم دا۔لٹکتا۔سکدے۔ترستے۔

ملاپ کی بہار آ رہی ہے۔

بلبل ونج گلاں تے بیٹھی بھور لدھے گل لالے
شمع پتنگ اکٹھے ہوئے چن چکورا نالے

بلبل گلاب کے پھولوں پر جا بیٹھی اور بھنورہ گل لالہ پر شمع اور پروانے مل گئے چاند اور چکور بھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ سب کو اپنا مطلب مل گیا تھا۔

عاشق نوں محبوب پیارا آیا نظر اِکلّا
ہر ذرے نوں سورج کردا اس دا نور تجلّا

عاشق کو اس کا محبوب اکیلا نظر آیا اس کے حسن کی چمک ہر ذرے کو سورج کی طرح روشن کئے ہوئے تھی۔ ذرات بھی سورج کی مانند چمک رہے تھے۔

باغ اندر جو پانی آہے نہراں کھوہ پھوہارے
ہر ہر بوند محمدؒ بخشا ندیاں دا دم مارے

باغ میں جو نہروں کنوؤں اور فواروں میں پانی تھا۔ اے محمدؒ بخش اس کی بوند ایک ندی کی طرح دکھائی دیتی تھی۔

سکے ککھ مچیزے جیہڑے پیراں ہیٹھ ملیندے
چلبے تے گل لالے وانگر روشن سبھ دسیندے
روشن رات دسے ہر پاسے کی گل کراں زبانی
موسیٰ دے کوہ طورے والی ہویا باغ نشانی

جو خشک تنکے بے کار تھے جو پاؤں تلے روندے ہوئے تھے۔ وہ چلبے اور گل لالہ کی طرح تمام روشن نظر آ رہے تھے۔ چمک رہے تھے۔ رات بڑی روشن ہر طرف دکھائی دے رہی تھی۔ اسے میں زبانی کس طرح بیان کروں۔ گویا باغ حضرت موسیٰ کے کوہ طور کی ایک نشانی پیش کر رہا تھا۔

جل تھل مشرق مغرب توڑی ہور نہیں کجھ دسدا
جتول ویکھے اوہو صورت جلوہ سارا تس دا

مشرق سے مغرب سب جَل تھل ہی دکھائی دیتا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس طرف بھی دیکھتا وہی صورت نظر آ رہی تھی جس کا تمام جلوہ تھا۔

شاہزادہ شکرانہ پڑھ کے گیا پری دے کولے
ترے واری چوگردے پھر کے طواف کرے جند گھولے
جلوے روپ گھنے دے کولوں طاقت تران نہ رہیا
صورت نقش صحیح پچھاتی چور میری ہے ایہا

شہزادہ خدا کا شکر ادا کر کے پری کے پاس گیا تین دفعہ اس کے چوگرد گھوم کر اس کا طواف کیا اور اس پر اپنی جان وارتا۔ اس کے حسن کا جلوہ دیکھ کر بدن میں طاقت اور حوصلہ نہ رہا تھا۔ اس کی شکل اور نقش بالکل سچ پہچان لیا تھا کہ مجھے لوٹنے والی یہی صورت ہے۔

کر سلام طواف چو پھیرے پھر دو پیر پکڑ کے
تلیاں چم ملے سر اکھیں قدماں -اندر جھڑ کے
خوشیاں کردا میوے ناہیں دونا ہو ہو بہندا
تاں اس ویلے اس مضموں بیت زبانوں کہندا

اسے سلام اور اس کا طواف کر کے پھر اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر تلوے چومتا نہیں سر آنکھوں پر ملتا اس کے قدموں میں گرا ہوا تھا۔ خوشیوں سے مگن ہو گیا تھا پوشاک میں نہیں سمار ہا تھا تب اس وقت اپنی زبان سے یہ شعر کہتا۔ جو میں آپ کو سنا رہا ہوں۔

بھور: بھنورا۔ تس: اس۔ میوے: سمائے۔ بیت: شعر۔

آدمیاں دا عشق محبت قول اقرار زبانی
اچرک توڑی نال نبا ہو جاں جاں نویں جوانی
جاں کوئی روز گزارن کٹھے کرن پریت پرانی
جوش وڈاتے گھاٹا وہلا جیوں کر ہڑ دا پانی

انسانوں کا عشق محبت اور ان کے زبانی قول اقرار اس وقت تک ساتھ دیتے ہیں جب حسن اور جوانی جوبن پر ہو۔نئی جوانی ہو۔ جب کچھ عرصہ اکٹھے گزارتے ہیں پھر محبت پرانی یعنی کم کر دیتے ہیں۔ جوش زیادہ اور گزرگاہ کم جیسے سیلابی پانی کرتا ہے۔اس میں جوش بڑا ہوتا ہے۔

شاہ پری ایہ کرکے گلاں عاشق نوں تمچائے
چلدے گھوڑے نوں جڑ چابک تا اُوہدا ازمائے

شاہ پری ایسی باتیں کر کے اپنے عاشق کو آزمانا چاہتی تھی چلتے گھوڑے کو چابک مار کر اس کی تیزی آزما رہی تھی اس کے اندر کی کیفیت جاننا چاہتی تھی۔

اندر عشق شہزادے والا پیا وگاوے چھریاں
عشق اُوہدا ازمایا لوڑے کر کر رمزاں بریاں

لیکن اس کے اندر شہزادے کا عشق چھریاں چلا رہا تھا۔اس سے غصیلی باتیں کر کے اس کا عشق پرکھنا چاہتی تھی اس کے عشق کی انتہا کو دیکھنا چاہتی تھی۔

دل وچ صبر قرار نہ آیوں شاہزادے پر مردی
عشق چھپائے یار آزمائے دھن ناری دی مردی

اس کے اپنے دل کو کوئی صبر قرار نہیں تھا شہزادے پر مر رہی تھی۔اپنے عشق کو چھپا کر محبوب کو آزما رہی تھی آفرین ہے اس عورت کی دلیری پر۔

کئی طرح دے بولی طعنے شاہزادے نوں مارے
شربت نیوں پکایا لوڑے ماری عشق آزارے

کئی طرح کے سخت الفاظ اور شہزادے کو طعنے دیتی۔محبت کے شربت کو اور زیادہ کاڑھنا (پکانا) چاہتی تھی وہ عشق کی بیماری کی جو مریض تھی۔

چاٹ سلونی عشق چٹائے دلوں شہزادہ مٹھا
تلخ جواب ترش رد کردی پھکا جاوے ڈٹھا

عشق اسے بڑے سبز باغ دکھا رہا تھا اس کے دل کو حسین خواب دکھا رہا تھا شہزادے نے اس کا دل موہ لیا تھا۔اس پر بڑے بدمزہ سوال کرتی تا کہ اس کے دل کی بات جان سکے۔

شاہ پری ایہ گلاں کردی سیف ملوک حیرانی
نموں جھان زمیں وَل ویکھے فکر پیا دل جانی

وہ اس کا دل لینا چاہتی تھی۔شاہ پری باتیں کرتی اور شہزادہ حیران تھا۔بالکل چپ چاپ زمین کی طرف نگاہیں اور دل فکروں میں گھرا ہوا تھا۔

دھرت پھرولے موہوں نہ بولے ہنجوں بھر بھر رووے
اکھ چرا پری وَل تکے جاں کوئی ویلا ہووے

زمین کریدتا لیکن بات نہ کرتا اور آنسو بہائے جا رہا تھا۔اور کبھی کن اکھیوں سے پری کی طرف دیکھتا جب کوئی موقعہ ملتا تھا۔

اچرک۔اس وقت تک۔آزار۔بیماری۔مرض۔

بھاگ کر خود بچ گیا۔

مارے گئے تمامی اوتھے ہور میرے ہمراہی
اوس مصیبت بھاری وچوں رکھیا آپ الٰہی

میرے اور تمام ساتھی وہاں مارے گئے اس بھاری مصیبت سے خدا تعالیٰ نے خود بچالیا تھا۔ ہر اس کا ہی کرم تھا کہ وہ بچائے جارہا تھا۔

پھر جو باشک ناگ پہاڑوں پانی اُتے آیا
دنب اُسدا پھڑ چڑھیا اُتے پھر بھی رب بچایا

پھر جو وہ باشک ناگ پہاڑ سے نیچے پانی پینے کیلئے آیا تھا میں اس کی دم پکڑ کر اس پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں سے بھی رب نے بچالیا تھا۔

پھر جو اوتھوں کیڑے نکلے وڈے کھاون ہارے
میں بچیا اِک ہور جناور اُوہ کیڑے چن مارے

وہ جو وہاں سے بڑے بڑے کھانے والے کیڑے نکلے تھے میں بچ گیا اور ایک جانور ان سب کو چن چن کر کھا گیا اور مجھے پھر رب تعالیٰ نے بچالیا۔

جاں اُوہ پنکھی اڈن لگا پیر اُوہدے میں پکڑے
سے کوہاں دے پنیڈے توڑی ہتھ رکھے کر تکڑے

جب وہ پرندہ اڑنے لگا تو میں نے اس کے مضبوطی سے پاؤں پکڑ لئے اور سینکڑوں کوس کے فاصلے تک پکڑے رکھے۔

اس تھیں بچیوس تاں اِک آفت ہور وڈیری آئی
باشک ناگ اجیہا جس نے جنگل جوہ جلائی

اس سے بچا تو اور بڑی آفت آ گئی تھی ایک ایسا باشک ناگ جس نے تمام جنگل زمین جلادی تھی وہ جدھر منہ کر کے پھونکتا تھا آگ لگ جاتی تھی۔

اس تھیں بھی رب ثابت رکھیا سیک نہ لگا ماسہ
پھیر بلائیں شیراں اندر رہیا جنگل دا واسہ
ہر درندے تھیں رب رکھیا ہر سپّوں ہر شیروں
کتنی جائیں مارن والے کتنے ملے پکھیروں

اس سے بھی رب تعالیٰ نے محفوظ رکھا ذرہ بھر بھی سینک نہیں لگا تھا پھر بلاؤں شیروں میں جنگل میں رہتا تھا۔ وہاں سے بھی بچ گیا تھا۔ ہر درندے ہر سانپ ہر شیر سے رب تعالیٰ نے مجھے خود بچایا۔ اور کتنی جگہوں پر مجھے مارنے والے کتنے پرندے ملے جو مارنا چاہتے تھے وہاں سے بھی مالک نے بچالیا۔

پھیر ایک جو ہے واسہ آیا گرم مثل کربل دے
پانی چھاں نہ لبھے لوڑی وانگ سسی دے تھل دے

پھر ایک ایسی جگہ میں میں تھا جو کربل سے بھی گرم تھی وہاں تلاش کرنے سے بھی پانی اور سایہ نہیں ملتا تھا وہ جگہ سسی کے تھل کے جیسی تھی۔

ظالم بھکھ پیاس ستایا جان لباں پر آئی
ناں مراں نہ جیواں پیاسا تنگ پیوس اس جائی
ناں کوئی دس نہ بجھ تساڈی نہ سمجھے کوئی پاسہ
کھا کٹاری مرن لگا ساں جاں ہویا بے آسہ

ظالم بھوک اور پیاس نے ستایا تھا اور جان لبوں پر آ چکی تھی۔ میں مرتا تھا اور نہ زندہ تھا اور پیاس سے تنگ اس جگہ پڑا تھا۔ نہ کوئی تیرا پتہ نہ نشانی تھی اور نہ کوئی سہارا نظر آ رہا تھا۔ اور وہ جب میں ناامید ہوا تو خنجر مار کر مرنے لگا تھا۔

پنیڈے: سفر۔ تکڑے: مضبوط۔ پکھیرو: پرندے۔

میں ہے میرے بس کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بے بس ہوں۔

آدمیاں دے کم نہ چھُپدے ہوندے باندے باہر
پریاں جن کرن کم جیہڑے کوئی نہ تکدا ظاہر

انسانوں کے کئے کام پوشیدہ نہیں رہ سکتے ظاہر نظر آ جاتے ہیں۔ اور پریاں جو کام کرتی ہیں وہ ظاہر کسی کو نظر نہیں آ سکتے انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے۔

سیف ملوکے دا منہ چم کے شاہ پری فرماوے
اک تدبیر میرے دل آئی جے اُوہ تینوں بھاوے

سیف ملوک کا منہ چوم کر شاہ پری نے کہا کہ ایک سوچ میرے دل میں آئی ہے اگر وہ تجھے بھی اچھی لگے تو بہتر ہے میں تمہیں بتاتی ہوں۔

شارستانی سیمیں اندر رہندی پھوپھی میری
سرو بانو اس نام میرے تے کردی حرص گھنیری

شارستان سیمیں میں میری پھوپھی رہتی ہے اس کا نام سرو بانو ہے۔ اور وہ مجھ سے بہت محبت پیار کرتی ہے۔ میرا بڑا خیال رکھتی ہے۔

دو راوی فرماندے پھوپھی اِک کہندا سی دادی
شارستان کہن اس جائے لعبت باز اُوہ وادی

روایت کرنے :الے دو پھوپھی کہتے ہیں اور ایک دادی کہتا ہے۔ شارستان اس جگہ کو کہتے ہیں جس وادی میں مورتیاں بت یا کھلونے بنائے جاتے ہیں۔

مہر افروز اُوہدا ہے ناواں ایہ راوی فرماندا
کس دی گل تے پھر ادیئے دل فکراں وِچ جاندا

مہر افروز اس کا نام ہے یہ راوی کہتا ہے۔ کس کی بات مانیں اور کس کی بات نہ مانیں دل فکر میں پڑ گیا ہے۔

اوہ دو راوی ایہ اکلا کس دی کراں حمایت
بھلا اکلے دا اپرالہ اس دی لاں روایت

وہ دو راوی ہیں اور یہ اکیلا ہے میں کس کی حمایت کروں کس کی بات مان لوں۔ میرے لئے بہتری اس میں ہے اس اکیلے کی بات مان لوں۔ یہی بہتر ہے۔

کہیا پری نے سنتے پھڑاواں سیف ملوکا مردا
شارستان ملک نوں کہندے ناؤں دم غول شہر دا

پری نے کہا کہ اے جواں مرد سیف ملوک میں تمہیں اس کا پتہ دوں گی۔ اس شہر کا نام شارستان یہ بھوت پریت کا شہر ہے وہاں یہی رہتے ہیں۔

رہندے ہین ہمیشہ اوتھے غول وڈے دو بھارے
پانی وانگن پیون اگے آدم مارن ہارے

وہاں ہمیشہ دو بڑے بھوتوں کے ٹولے رہتے ہیں۔ وہ آگ کو پانی کی طرح پی جاتے ہیں اور انسانوں کے دشمن ہیں انسانوں کو مار دیتے ہیں۔

راکھش آدم کھاون والے ہور عفریت بلائیں
رستہ مارو دوزخ وانگر آتش گرم ہوائیں!

آدم کھانے والی بد روحیں بھوت پریت اور کئی آفات وہاں ہیں۔ وہ دوزخ کی طرح مارنے والا راستہ ہے۔ اور وہاں آگ کی طرح تپتی ہوائیں چلتی ہیں۔

باندے: ظاہر۔ شارستان۔ جہاں مورتیاں بت بنائے جاتے ہیں۔ شارستان: بھوت، پریت کا شہر ہے۔ غول: ٹولہ گروہ۔ راکش۔ بد روحیں۔

آگ کا آلاؤ نہیں بجھ رہا تھا۔

قہر قلور نزول اندر وچ سُول ڈنڈول وچھوڑا
نویں محبت ہڑدا پانی زور نہ کردا تھوڑا!

طیش غصہ کام جیسی بیماری درد جدائی جیسے نیا عشق ومحبت اور سیلابی پانی ان کا زور کم نہیں ہوتا ہے ایک دفعہ پورا زور کرتے ہیں۔

ثابت نیت پریت لگائی موج گھڑی دی مانی
چھپیا مکھ لگے دُکھ بھارے نازک بال ایانی

سچی نیت سے پکی محبت کی اور تھوڑی دیر خوشی کی اور جب اس کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل ہوا تو بالی عمریا کو بڑے بھاری دکھوں نے آ گھیرا۔

منہ پر پلا محرم اللہ اندر درد اولا
ایہ تن نال سجن دے آہا ہن کیوں پیا اِکلا

منہ پردے میں ہے اور اللہ ہی جانتا ہے دل میں عجیب درد ہے کہ یہ جسم تھوڑی دیر پہلے اپنے پیارے کے ساتھ تھا اب کیوں الگ اکیلا ہے۔

ساری رَین پیا سنگ گزری کردی چین نہ سوئی
میٹے نین ہن وَین کریندی ایہ کی غرقی ہوئی

ساری رات محبوب کے ساتھ گزری ہے چین نہ سوئی تھی آنکھیں بند کرتی بین کرتی روتی کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ سب کچھ غرق ہو گیا ہے۔

ربا یار ملائیوئی مینوں صورت چن آسمانی
صدق وفا محبت والا عاشق مرد حقانی

اے باری تعالیٰ تو نے مجھے چاند صورت پیارا ملایا ہے صدق صبر وفا اور وقار اور ایک سچا عاشق مرد جو ایسی خوبیوں کا مالک ہے۔

سوہنا متھا رَج نہ ڈِٹھا پیا فراق شتابی
خبر نہیں پھر کد ملاسیں رَہسی جند عذابی

اس کی حسین جبیں میں نے جی بھر کر نہیں دیکھی ہے۔ اور فوراً جدائی ہو گئی ہے۔ اب پتہ نہیں تو کب ملائے گا تب تک جان عذاب میں رہے گی۔

ساعت سال برابر ہوئی لنگھسی کد دہاڑی
جند نمانی درد وچھوڑے سولی اُتے چاہڑی

ایک پل بھی سال کے برابر ہو گیا ہے دن کب گزرے گا۔ میری جان کو درد اور جدائی نے سولی پر چڑھایا ہوا ہے۔

روشن روز جگت دے بھانے مینوں مول نہ بھاوے
کیویں رات پوے اس روزوں شوہ وَل تتی جاوے

دنیا کے لیے دن روشن ہے لیکن مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا ہے۔ اس دن سے رات ہو جائے تو میں دکھی اپنے محبوب کے پاس جاؤں۔

کدی حیا کھلن پر آوے کدی کرے ستاری
سیف ملوک ملے جند چھٹے جاوے درد قہاری

کبھی تو کہے کہ حیاء ختم کر دوں اور کبھی پردے کا خیال کرتی۔ سیف ملوک ملے تو تب یہ جان عذاب سے چھوٹ سکتی ہے اور یہ درد دکھ دور ہوں۔

موہوں چپ اکھیں پر پردہ بے طاقت تن سارا
لوں لوں اگ پرم دی بھڑکی دل وِچ یاد پیارا

منہ سے بات نہ کرے اور آنکھیں پردے میں اور تمام بے جان جیسے ہو۔ بال بال میں محبت کی لگی ہوئی آگ تھی اور دل میں محبوب کی یاد تھی۔

کھلے وال بیحال پئی سی سخت غماں دی ماری
بیدل دا کس ویدن پایا بُریوں بری بیماری

کھلے بال بے ہوشی طاری غموں سے چور مریض کی مرض کس معالج نے بوجھی مرض بری سے بری ہوتی ہے۔

میٹے: بند کرے۔ پرم: عشق محبت۔

سر اندیپ شہر دا والی ملکہ دا پیو راجا!
شاہزادے دے ڈیرے آیا نال وجے ہر باجا

سراندیب کا سطان ملکہ خاتون کا باپ شہزادے کے ڈیرے پر آیا تھا۔اس کی آمد تھی اور باجے بج رہے تھے۔سر چھتر اور جھنڈے جھول رہے تھے اور

چھتر نشان سرے پر جھلدے نال اکابر خاصے
شاطر ٹوپ جڑاؤ سر پر ہتھ سنہری عاصے

خاص سردار ساتھ تھے سر پر دلیری کا تاج موتیوں سے جڑا ہوا اور ہاتھ میں سنہری عصا تھا۔بڑی شان وشوکت سے تشریف لا رہا تھا۔

میر وزیر کبیر شاہزادے راء امراء تمامی
آئے نال شہزادہ ویکھن کیہا خاصی کیا عامی

سرداروزراءخاص شہزادے رائے راجے امراء تمام اس کے ہمراہ خاص و عام شہزادہ دیکھنے کیلئے آئے تھے وہ شہزادے کا دیدار کرنا چاہتے تھے۔

سیف ملوک شہزادے اَگے سارے حاضر ہوئے
جس جس جائی بہناں آہا بیٹھے کجھ کھلوئے

وہ شہزادہ سیف ملوک کے پاس آ کر حاضر ہوئے جس جس جگہ کسی نے بیٹھنا تھا وہ وہیں بیٹھا اور باقی کھڑے تھے جو جوکسی کا مقام تھا وہ اسے ملا۔

شاہزادے فرمایا جلدی حاضر ہوون کھانے
لے کے حکم باورچی سارے اُٹھ لنگروں دھانے
آن رکاب ٹکائے اَگے قسم قسم دا کھاناں
جو جو طلب کسے نوں آہی کھا لیا من بھاناں

شہزادے نے فرمایا فوراً کھانا حاضر کیا جائے حکم سنتے ہی باورچی تمام لنگر خانے کی طرف دوڑے اور کھانا تیار کرنے لگے۔
طرح طرح کے کھانے لاکر انہوں نے سامنے رکھ دیئے جو جوکسی کی اپنی پسند کے مطابق طلب تھی سب نے کھالیا۔

شاہزادہ تے شاہ نگر دا تخت اِکی پر آہے
رل کے کھانا کھاہدا دوہاں نال دِلے دی چاہے

شہزادہ اور ملک کا بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ افروز تھے۔
دونوں نے دلی چاہت کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

کھانا کھا ہوئے جد ویلھے حکم ہویا درگاہوں
بھر بھر دیون ساقی سوہنے پین پیالے چاہوں

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حکم ہوا کہ مے کا دور چلے گا۔تو ساقی حسین بڑی چاہت سے جام پور کر دے رہے تھے۔

ساعت گھڑی گذار خوشی دی اُٹھیا شاہ نگر دا
سیف ملوک اگیرے آیا رُخصت کردا کردا

خوشی کا کچھ وقت گزار کر ملک کا بادشاہ اٹھا شہزادہ اسے الوداع کہنے آگے تک ساتھ گیا اور اسے رخصت کر دیا۔

رُخصت کر کے پھیر شاہزادہ ڈیرے اپنے آیا
ملکہ بدرہ ماں اُونہاں دی آمڑ پھیرا پایا

انہیں رخصت کر کے پھر شہزادہ اپنے ڈیرے پر آیا بلکہ بدرہ اور ان کی والدہ شہزادے کے پاس آ گئیں۔

شاہزادہ تعظیماں کر کے نیوں نیوں ہویا سلامی
منہ بکل وِچ لے کے بیٹھا جیوں غمناک تمامی

شہزادہ تعظیم کر کے جھک کر سلامی ہوا اور منہ پر چادر اوڑھی ہوئی تھی جیسے بڑا غمگین ہو جیسے بڑا پریشان ہو۔

سراندیپ: خریرہ۔ موجودہ سری لنکا۔

مت کوئی نار نے کھا غصہ کرے چلتر کائی
دُشمن گھیر کسے وِچ پاوے ڈوب دیئیے دانائی
ہور نہیں کوئی زور انہاں سنگ ہادی دے پناہاں
چھڈ مکراں دی گل محمدؐ جھبدے چل اگاہاں

شاید کہ کوئی عورت سن کر ناراض ہو جائے اور کوئی مکر فریب کر لے۔ اور کسی چکر میں ڈال دے اور تمام دانشمندی جاتی رہے۔ ان کے ساتھ اور کوئی زور نہیں ہے خدا پناہ دے۔ اور اے محمدؒ یہ مکروں کی بات چھوڑ اور آگے چلو۔ اپنی کہانی پکڑو۔

دیکھ بدیع جمال انہاں وَل آکھن لگی ہس کے
مائیے بھینوں خفا نہ ہوؤ جا جاساں منہ وس کے
کی کراں میں کتول جاواں تساں واڑ چھکائی
جو گل تساں نکالی موہوں سِر پر منتی آئی

بدیع جمال انکی طرف دیکھ کر ہنس کر بولی اے ماں اور بہنوں غصہ نہ ہونا منہ دکھا کر ہی جاؤں گی۔ اسے دیدار دے کر ہی جاؤں گی۔ کیا کروں میں کس طرف جاؤں تم لوگوں نے بھی آزمائش میں ڈال رکھا ہے جو بات تم لوگوں نے منہ سے نکالی ہے اور ہر صورت وہ ماننی پڑے گی۔

الٹی سدھی تساں منائی میں راضی ہو منیں
پر جے میں بھی پکڑی کوئی ہون نہ دیساں کنی
خاطر بہت تساڈی آہی وڈی زمیں آسمانوں
خواہ مخواہ منیں گل تائیں جانوں دلوں زبانوں

جو الٹی سیدھی تم نے جو منائی ہے میں نے راضی ہو کر مانی ہے اور اگر میں نے جو کچھ بھی کہا پھر میں پلو نہ چھڑانے دوں گی۔ تمہاری میرے دل میں سب سے زیادہ قدر و قیمت ہے آپ لوگ جو دل میں سوچیں اور زبان سے کہیں گے۔ اس نے جان بوجھ کر ہماری بات نہیں مانی ہے۔

مائی نے فرمایا دھیئے جیوں توں راضی رہسیں
کون تیرے تھیں چنگا سانوں کرساں جیکجھ کہسیں
ایہ گل شاہ پری دی سن کے سبھناں ہوئی شادی
جھبدے جا شاہزادے تائیں دیہن مبارکبادی!
خوشیں خوشیں چائیں چائیں ملکہ آئی بھنّی
سیف ملوکا ہووی مبارک شاہ پری گل منیں!

ماں نے کہا اے بیٹی جیسے تم راضی ہو۔ ہمیں کچھ بھی تمہارے سے اچھا نہیں ہے۔ یعنی کریں گے جو تم کہے گی۔ شاہ پری کی یہ بات سن کر سب کو دلی خوشی ہوئی۔ انہوں نے فوراً جا کر شہزادے کو یہ خوشی کی بات بتائی اور مبارک باد دی۔ بڑی خوشی اور بڑے شوق سے ملکہ خاتون بھاگی آئی اور سیف ملوک سے کہا کہ اے سیف ملوک تجھے مبارک ہو پری نے ہماری بات مان لی ہے۔

درشن تینوں دُنیا کیتوس کر احسان اساں تے
دکھ گئے سکھ بخشے مولیٰ کیتے کرم تساں تے

اس نے تجھے دیدار دینے کا ہم سے وعدہ کرلیا ہے اور ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور دکھوں کا وقت گیا اور خوشی کا وقت آ گیا ہے خدا نے کرم کر دیا ہے۔

اس گلے وِچ بل بل پوون پچھلی خبر نہ کائی
ساری راتیں رہے اکٹھے یاری پریت پکائی

اس بات پر بڑی اچھل رہی تھیں انہیں پچھلی رات کی کوئی خبر نہ تھی کہ دونوں نے رات اکٹھی گزاری ہے اور محبت کے وعدے

نار: عورت، آگ، آتش۔ چلتر: فریب، مکر۔ ہادی، ہدایت دینے والا۔

لین پیار سجن دے موہوں اس ویلے کی لاہا
ملدا ہی چا رخصت کیتا برم نہ لتھا آہا
ڈیرے آ ڈِٹھا شاہزادے صاعد بیٹھا اگے
آہ چلاوے تے دُکھ گاوے ہنجوں بھر بھر وگے

منہ چوماں بوسے لئے اور دل بہت زیادہ پریشان ہوگیا۔
محبوب کا منہ چومنا بوسے لینا اس وقت اس سے کیا حاصل ملتے ہی جدائی ہوگئی۔ابھی تو دل کی پریشانی بھی نہیں دور ہوئی تھی۔
اپنے ڈیرے پر آ کر شہزادے نے صاعد کو بیٹھے دیکھا آہیں بھر رہا تھا اور غم کے نغمے گا رہا تھا اور آنکھوں سے برسات کی طرح آنسو جاری تھے۔

طاقت تاب اتے آب نہ دیہی ہویا بے ترانا
سیف ملوکے پچھیا بھائی کی تدھ حال وہاناں

جسم میں طاقت اور چہرے پر وہ چمک دھمک نہیں رہی تھی بے ہمت ہو چکا تھا۔سیف ملوک نے پوچھا بھائی تم پر کیا گزر رہی ہے۔کیسا حال بنا رکھا ہے۔

دس مینوں کی ہویا تینوں کس تھیں گریہ زاری
راتیں خیریں مہریں گھلیوں ہن دسیں آزاری
صاعد نے فرمایا اگوں اے صاحب شاہزادہ
ساری رات پیا سنگ گزری اُلفت نال زیادہ
یار سنگوں ایہ ہن ساں کریا وچھڑن دی حیرانی
صبح نہیں کوئی ظالم آیا کیتوس شہر ویرانی

مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے تمہیں کونسی پریشانی ہے۔رات کو تو بڑا خوش باش تھا خوش آیا تھا اور اب تمہیں کیا مرض لاحق ہوگئی ہے۔
صاعد نے کہا اے میرے صاحب شہزادے کہ تمام رات تو اپنے پیارے کے ساتھ بڑی محبت سے گزری تھی اور اب اس سے جدا ہوں۔
اپنی محبوبہ سے ابھی علیحدہ ہوا ہوں اسی جدائی کی حیرانی ہے۔یہ صبح نہیں کوئی ظالم بے رحم آیا جس نے ہماری خوشیوں کا شہر ویران کر دیا ہے۔

صاعد درد رنجانے تائیں شاہ دِتیاں دلبریاں
رکھ دھیان میرے ول بھائی جس سودا سنگ پریاں

صاعد غم جدائی سے پریشان کو شہزادے نے دلاسہ دیا اسے تسلی دی۔اے میرے بھائی میری طرف خیال کرو جس کا واسطہ پریوں کے ساتھ ہے۔

اُوہ جے ناری لوک نیارے آدم نال نہ مِلدے
آس ربے دی سفر سدھا واں رکھ تحمل دل دے

وہ تو آگ کی پیدائش لوگ الگ الگ ہی ہیں جو انسانوں سے نہیں ملتے ہیں۔میں خداوند تعالیٰ پر آس امید رکھ کر جا رہا ہوں دل میں برداشت پیدا کرو۔

یاری تیری نال انسانے جنس جنس نوں چاہے
نالے گھر سجن دے بیٹھوں مل رہسی ہر راہے

تمہاری محبت تو ایک انسان سے ہے اور ہم جنس ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔اور پھر تم اپنی پیاری کے گھر میں رہ رہے ہو۔وہ تو تمہیں ہر راہ گزرتی ملتی رہے گی۔

میں جس بھاری مشکل سر تے اُوہ بھی جھٹ گزاراں
اَج بھلکے اڈ جاسن پریاں جا لبھن گھر باراں

میری طرف دیکھو جو مشکل میں ہوں اور پھر بھی وقت گزار رہا ہوں۔

برم: ارمان۔لاع: فائدہ،نفع۔پران: طاقت۔سود: واسطہ۔

میں ہن مجلس کس دی بھساں سنگ کس دے مدھ پیساں
تدھ بن سیف ملوک پیارے کس نوں تک تک جیساں

میں اب کس کی محفل میں بیٹھوں گا کس کے ساتھ مل کرمے نوش کیا کروں گا۔اے سیف ملوک میرے پیارے میں تیرے بنا کس کو دیکھ دیکھ کر جیوں گا۔

کون میری دلداری کرسی کون لئے گا خبراں
کس نوں دکھڑے پھول سناساں پڑھ پڑھ زیراں زبراں
کس دی انگل پھڑ کے ٹرساں کون سناسی باتاں
روز قیامت نالوں مینوں آیاں لمیاں راتاں!

کون میرا خیرخواہ ہوگا کون میری خبرگیری کرے گا میں اپنے دکھ کسے سناؤں گا کسے اپنادکھ درد بتایا کروں گا۔
میں کس کی انگلی پکڑ کر چلوں گا کون مجھے کہانیاں سنایا کرے گا۔
میرے لئے تو روزقیامت سے بھی طویل راتیں آ گئی ہیں۔

کس اَگے احوال کہاں گا کون کرے غم خواری
کون کریسی صرفے میرے شفقت خدمتگاری
جوڑی ساڈی رب تروڑی دوس دیاں سرکس دے
ٹریا گھت فراق عمر دا جس بن گھڑی نہ وِسدے

میں کس سے اپنا حال بیان کروں گا میرا کون غمخوار ہوگا۔کون میرا خیال رکھے اور کون مجھ پر مہربان ہوگا کون مجھ پر ترس کھائے گا۔
ہمیں خداوند تعالیٰ نے جدا کر دیا ہے میں کسے الزام دوں۔وہ مجھے عمر کی جدائی دے کر جارہا ہے جس کے بغیر میں ایک پل نہیں رہ سکتا ہوں۔

اکھیں وِچ ببول ہجر دے سوئیاں وانگر پڑسن!
چت اوداس تیرے وَل رہسی پلکاں پلک نہ جڑسن

آنکھوں میں جدائی کے کانٹے سوئیوں کی طرح چبھتے رہیں گے اور تمہارے غم میں دل اداس رہے گا ایک پل بھی آنکھوں میں نیند نہیں آئے گی۔

کی احوال بندے دا ہوسی باہجھ تیرے دلدارا
رکھیں یاد محمدؒ بخشا چلیوں چھوڑ بیچارا

اے میرے پیارے تمہارے بغیر اس بندے کا حال ہوگا۔
اے محمد بخش جس بے چارے کو چھوڑ کر جارہا ہے اسے یاد رکھنا کہیں بھول ہی نہ جانا۔

سنگ بناں دلتنگ ہووے گا وانگ کلنگ اکلے
سیف ملوک نہ کوک سنے گا پھاتھی جان کوَلے

ساتھی کے بغیر دل پریشان ہوگا جیسے اکیلی کونج کا حال ہوتا ہے اور سیف ملوک میری آواز نہیں سن سکے گا بری طرح میری جان پھنس چکی ہے۔

کس پیغام اساڈے کھڑنے کون لیاسی تیرے
سیف ملوک پیارا ٹریا بھاگ ڈبے اَج میرے

کون میرا پیغام تیرے پاس اور تیرا پیغام مجھے لاکر دے گا۔
میرا پیارا سیف ملوک جارہا ہے اور میرے نصیب ڈوب گئے ہیں۔میرے مقدر میں جدائی ہے۔

صاعد دے سن ہاڑے ترلے شاہزادے دِل سڑیا
دوہاں وَلاں تھیں مشکل ڈھکی جیئو غضب نوں پھڑیا

صاعد کے دردناک الفاظ سن کر شہزادے کا دل بڑا دکھی ہوگیا تھا۔دونوں طرف سے مشکل آبنی تھی دل دکھوں میں گھر گیا تھا۔

وِسدے: جدا رہتے۔ببول، کانٹے۔کلنگ، کونج۔بھاگ: نصیب۔

نظر نہیں آتی ہے۔

ناں ہتھ تیرے مہندی رنگے نہ سرمہ وچ نیناں
سجرا سیس نہیں گند گھلیا ملکہ بدرہ بھیناں

نہ تمہارے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ ہے اور نہ ہی تمہاری آنکھوں میں کاجل۔ اور تمہاری ملکہ بدرہ بہنوں نے بال تازہ سنوار کر نہیں بھیجا ہے۔

مائی ناں کر کھیڑا میرا کہیا بدیع جمالے
میں تاں آپ پیاں سر بھارے یاد رہے کس چالے

اے ماں مجھ سے زیادہ پوچھ گچھ نہ کرو بدیع جمال پری نے کہا۔ میں تو خود بیمار ہوں یہ باتیں کسے یاد ہیں۔ کسے ایسے کاموں کی پڑی ہے۔

مہندی لاون سرمہ پاون سجرے سیس گنداون
سکھاں اندر ہوندے مائے دُکھاں وچ نہ بھاون

کہ مہندی لگانی آنکھوں میں کاجل ڈالنا اور تازے بال سنوارنے۔ یہ تمام باتیں میری ماں سکھ کی حالت میں تندرستی میں ہوتی ہیں دکھی انسان کو اچھی نہیں لگتی ہیں۔

حال میرا اج پچھ نہ مائے ہون دیہو گل بیہی
پاج اساڈے کجیں ناہیں تاں توں ماں کویہی

آج میرے حال کے بارے میں مَت پوچھو ذرا بات کو پرانا ہونے دو کہ میری خامیوں پر پردہ نہیں ڈالتی ہے۔ تو کیسی ماں ہے۔

جو ہونا سو ہویا مائے جو ہوسی سو دس سی
توں ہیں درد میرے دی ضامن تدھ بن صرفہ کس سی

جو ہونا تھا وہ ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہوگا۔ تو ہی میری ہمدرد ہے تیرے بغیر میرا خیال کون کرے گا تیرے بغیر کس کو اپنے دکھ سناؤں گی۔

بیٹی دی سن گل نمانی چپ رہی کرمائی!
جا گھراں وچ داخل ہویاں بھید نہ لبھا کائی

بیٹی کی بات جب بیچاری ماں نے سنی تو پریشان ہو کر خاموش ہو گئی۔ اپنے گھر میں چلے گئے لیکن کوئی راز معلوم نہ ہو سکا کوئی بات ظاہر نہ ہوئی۔

چت اوداس پری دا رہندا نین حیران ڈولانے
اٹھے پہر دھیان سجن دل ہوسی کس ٹکانے

ہر وقت پری کی بھرائی ہوئی آنکھیں دل ہر وقت پریشان رہتا۔ ہر وقت اپنے پیارے کی طرف خیال رہتا کہ اب وہ کس جگہ پر ہوگا کیسے ہوگا کس حال میں ہوگا۔

سنگ سیاندے ہسن کھیڈن چین گئے بھل سارے
گھڑیاں گِندی دا دن گزرے رات گنیدیاں تارے
کھاون تھیں ہتھ چاون لگی چھٹ گیا سکھ سوناں
سونا چاندی چاہندی ناہیں چاہندی چھپ کے روناں

اپنی سہیلیوں سے ہنسنا کھیلنا پری کو تمام سکون بھول گیا۔ اس کا لمحے گنتے ہوئے ہی دن گزارنا اور رات تارے گنتے گزر جاتی تھی۔
کھانا پینا بھول چکی تھی اور چین سے سونا بھی نصیب نہیں رہا تھا۔ اسے سونے چاندی زیورات کی پرواہ نہیں تھی وہ تو بس

بیہی: پرانی۔ پاج: پردہ۔ چت: دل۔

لیکن آء اگیرے چلئیے ملیئے جس وَل آئے
مطلب اپنے دی گل کرئیے جے اِس رب کرائے

لیکن آؤ آگے چلیں جس کیلئے آئے ہیں اسے ملیں اس سے اپنے مطلب کی بات کریں اگر خدا اس کے دل میں مہر ڈالے تو۔

جاں باغے وچ گئے اگیرے بنگلہ نظری آیا!
بنگلے اندر بنگلہ سوہنا اَنت نہ جاندا پایا
لاجوردوں تے یاقوتوں اِٹ وَٹے سبھ لگے
رنگا رنگ جڑاؤ ایسا نظر نہ آیا اگے

جب وہ باغ میں آئے ایک بنگلہ نظر آیا اس بنگلے کے اندر ایک نہایت ہی خوبصورت بنگلہ تھا اس کی خوبصورتی کا کوئی حساب نہیں تھا۔ لاجورد اور یاقوت سے بنی اس کی تمام اینٹیں تھیں۔ رنگ رنگ کی جڑت ہوئی تھی ایسا آگے کبھی نہیں دیکھتا تھا۔

اندر اس دے ویکھ لئیو نے سندر تخت شہانہ
آتشینوں لعلوں گھڑیا گوہر سی یک دانہ
ہور جواہر نال لٹکدے شب چراغ نورانی
تخت اُتے اِک پَری پراتم شان رکھے سلطانی

انہوں نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک شہانہ تخت ہے۔ آتشینوں لعلوں سے تراشا ہوا ایک موتی تھا۔ اور اس کے ساتھ جواہر لٹک رہے تھے جو رات کو چراغ کی جگہ روشنی دینے والے تھے۔ اور تخت پر شہانہ شان و شوکت رکھنے والی ایک پری براجمان تھی۔

سیف ملوک کھلوتا باہر دِیو اندر وَنج وَڑیا
جا پری وَل ہویا سلامی سجدے اندر جھڑیا!
شاہ پری جو دتے آہے سکھ سُنیہیے سارے
مہر افروز اَگے عفریتے سبھے وَنج گزارے

سیف ملوک باہر کھڑا رہا اور دیو اندر چلا گیا تھا۔ جا کر پری کو سلام کیا اور اسے سجدہ کیا۔ اس کا نہایت عزت و احترام کیا۔ شاہ پری نے جو سکھ کے پیغام دیئے تھے۔ مہر افروز کے سامنے عفریت نے جا کر بیان کر دیئے جو پری نے کہا تھا سب صاف صاف بتا دیا تھا۔

شاہزادے دی لائق داری قوت سپہ سلاری
اشرفائی تے وڈیائی دانش بے شماری!
حسن جوانی عقل نورانی خوبیں نیک انسانی
عالی ہمت بھلیاں صفتاں پچھلے گھر سلطانی
علم آداب جو اب سچاویں خوب آواز صفائی
صفت ثناء سپاہ گری دی رُستم نال پہنچائی

شہزادے کی تمام خوبیاں طاقت فنِ سپہ گری اس کی شرافت خوبیاں اور اس کی بے حد دانشمندی کی تمام کہانی بیان کر دی۔ حسین نوجوان عقل و دانش کا مالک اچھی خصلتیں اور ایک نیک انسان بہادر از حد اچھی خوبیاں اور بادشاہی گھرانے سے تعلق۔ اس کے علم ادب کے بارے اور کھرے سچ جوابات سریلی آواز اور بڑی صاف۔ سپہ سالاری کی داستان اچھی صفات رستم کے برابر کر کے بتا دی۔

ہتھ سخاوت مغز تراوت شیری زور دلیری
مہر افروز اَگے اس دسی کرکے صفت بتیری!

ہاتھ کا سخی تیز دماغ شیر کی طاقت اور دلیر مہر افروز کے سامنے اس کی بڑی صفت کی تھی۔ تمام خوبیاں گن گن کر بیان کیں۔

اِٹ: اینٹ۔ وَٹے: روڑے، پتھر۔ پراتم: براجمان۔ رُستم: ایک بہادر تھا۔

بچائے گی۔

جس دن دی میں پیدا ہوئی تتی واء نہ لگی
ہن از غیبوں بھانبڑ بلیا ساڑ ستی اس اُگی

جب سے میں نے جنم لیا ہے میں نے کوئی دکھ کوئی غم نہیں دیکھا ہے۔ اب غیب سے یہ الاؤ جل اٹھا ہے جس کی آگ نے مجھے جلا دیا ہے۔

ایہ جوان شہزادہ سچا مصر شہر دا والی
صورت میری دی تک مورت چائیوس خستہ حالی

یہ نوجوان شہزادہ بالکل سچا ہے۔ یہ مصر شہر کا والی ہے۔ میری شکل کی تصویر دیکھ کر اسی کے عشق میں اس خستہ حال کو پہنچا ہے۔

کئی قضیے سر پر سہہ کے آن میرے تک پُوہتا
مینوں بھی تک صورت اس دی عشق لگا دل بہتا

کئی کئی مصیبتیں سر پر جھیل کر یہ اب میرے تک آ پہنچا ہے۔ مجھے بھی اس کی صورت دیکھ کر اس سے عشق ہو گیا ہے۔

مت اس گلوں غیرت آوے غصہ چڑھے تسانوں
کرنی رب سچے دی ہوئی دوس نہیں کجھ سانوں

شاید اس بات سے تو ناراض ہو جائے غصے میں آ جائے۔ یہ سب اس سچے مالک کا کیا ہوا ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔

بھاری مرض محبت والی لگنیم نال قصادے
اتوں ضرباں مار وچھوڑا دم دم ہرج پہنچائے

یہ لاعلاج عشق کی مرض مجھے اسی کی طرف سے لگی ہے اور اوپر سے جدائی کی چوٹیں جو میرا پل پل نقصان کر رہی ہیں۔

لوں لوں گھاؤ تتی نوں ہویا بنی مصیبت ڈاڈھی
مرہم ہے ہتھ تیرے دادی توں میری چھلیا بڈی

میرا بال بال بے نصیب کا زخمی ہو گیا ہے بڑی بھاری مصیبت بن گئی ہے۔ اے دادی میری مرہم تیرے ہی ہاتھ میں ہے بس تو ہی میری معالج ہے۔

جیکر حال اندر دا ویکھیں جو میرے پر ہوندا
ہووے محبت اگلی میں تے پتیں کھل پروندا

اگر تو میرے اندر کا حال دیکھ لے جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے مجھے پہلے والا پیار محبت دیا جائے اب مجھے تمہاری محبت اور مدد کی ضرورت ہے۔

جی کجھ جال بیچارا تکدا جال اندر وچ جاندا
جال سٹے غم ماچھی تائیں جے اُوہ تکے واندا

جو کچھ حال بیچارا جال دیکھتا ہے وہ پانی میں جاتا ہے تو وہ مچھیرے کو جلا کر رکھ دے اگر وہ ظاہر مچھیرا دیکھ لے بس یہ جال ہی برداشت کرتا ہے۔

شاہزادے دے درد وچھوڑے کیتی جان ازائیں
نک وچ آئے ساس پیارے جھبدے پھیر ملائیں

شہزادے کی جدائی کے غم نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔ ناک میں سانس آ چکے ہیں میرے پیارے کو فوراً ملاؤ۔ جتنی جلدی کر سکتی ہو کرو۔

لگنیم مجھے لگی۔ ہرج: نقصان۔ گھاؤ: زخم۔ چھلیا بڈی: ہمدرد طبیب۔ جال: جلا۔ واندہ: ظاہر۔ جھبدے: جلد: فوراً۔

الگ ہو جائے گا۔

مائی جی دے شکمے اندر ہوگ اَجے پس پردہ
دین اپنے نوں ظاہر کرسی زور تروڑ کفر دا!

ابھی وہ والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی ہوں گے ابھی پردے میں ہی ہوں گے۔ تو وہ اپنے دین کو ظاہر کریں گے اور کفر کا زور ٹوٹ جائے گا۔

اَجے وجود شریف اُنہاندا پیٹوں ہوگ نہ ظاہر
مائی دائی نام اُوہدے دا پڑھسن کلمہ طاہر

ابھی ان کا جسم اطہر ماں کے شکم سے ظہور پذیر نہیں ہوا ہوگا اور دائی اور مائی ہر کو اس کے نام کا پاک کلمہ پڑھیں گی۔

اُوہ محبوب الٰہی خاصہ سر افسر لولاکی !
قدم مبارک اس دے چمسن نوری ناری خاکی

وہ خاص محبوب الٰہی ہوں گے اور تمام لولاک کے سردار ہوں گے۔ ان کے مبارک قدم نوری ناری اور خاکی تمام چومیں گے۔

سائے اُسدے ہیٹھ ہوون گے دھرت انبر جگ سارے
سایہ نال شریک نہ ہوسی نوری بدن پیارے

ان کے سائے کے نیچے تمام آسمان زمین اور تمام جہان ہوں گے ان کے نوری جسم کا سایہ ان کے ساتھ شریک نہیں ہو گا۔ یعنی ان کے بدن مبارک سایہ نہیں ہوگا۔

لکھ یوسفؑ اس وال نہ جیہا ہوگ جوان اَجیہا
دن دن روپ زیادہ چڑھسی کدے نہ تھیسی بیہا

لاکھوں یوسفؑ بھی ان کے ایک بال کے برابر نہیں ہوں گے۔ وہ ایسے حسین جوان ہوں گے۔ ہر دن ان کا حسن زیادہ ہوگا کبھی پرانا نہیں ہوگا۔

حور فرشتے عاشق ہوسن صورت ویکھ پیاری
سبھ تھیں بے پرواہ ہوے گا نال ربے دی یاری

ان کی پیاری صورت دیکھ کر ان پر حور وملائک عاشق ہوں گے وہ خدا کی محبت میں سب سے بے نیاز ہوں گے۔

سورج ساہواں مول نہ تکسی سیس نوا کے چلسی
بدلی وچ رہے گا چھپیا ہر گز جھال نہ جھلسی

سورج بھی انہیں برابر نہیں دیکھ سکے گا جھک کر چلے گا بدلی میں چھپا رہے گا ان کے حسن کا سامنا نہیں کر سکے گا۔

اللہ اس نوں کول بلاسی عرشوں چاہڑ اگیرے
یاراں ہار کلام کرے گا تم میرے ہم تیرے

خداوند تعالیٰ انہیں اپنے پاس بلائے گا۔ عرش سے بھی آگے لے جائے گا' اور دوستوں کی طرح باتیں کرے گا کہ آپ میرے اور میں آپ کا ہوں۔

متھے داغ غلامی والا چوہدویں دا لاسی
آ ملسی دوٹکڑے لے کے خدمت گار کہاسی

چودھویں کا چاند ان کی غلامی کا داغ اپنے ماتھے پر لگائے گا اور دو ٹکڑے ہو کر آ ملے گا اور خدمت گار کہلائے گا۔

دوہیں جہانیں خوشیاں ہوسن حوراں منگل گاسن
کرسن ملک مبارک بادی صدقے ہو ہو جاسن

دونوں جہاں میں خوشیاں ہوں گی حوریں چرچا کے گیت گائیں گی۔ اور ملائک مبارکیں دیں گی اور ان پر قربان ہوں گے۔

وجود: جسم۔ بدن۔ لولاک۔ مخلوقات۔ دھرت انبر۔ زمین آسمان۔ نوری ناری خاکی۔ فلائک۔ جنات۔ انسان۔ منگل: خوشی کے گیت۔

باغ بہار ہوسی کل عالم وَس سن رحمت باراں
سبھ پیدائش اس نعمت دا کرسن شکر ہزاراں

تمام جہان کے باغوں میں بہار آئے گی اور کائنات پر رحمت کی برسات برسے گی اور تمام مخلوقات اس عطا کا ہزار بار شکریہ ادا کریں گے۔

جو کوئی تابعداری کرسی سو مقبول ہووے گا
جو منکر اس پاک جنابوں سو مقتول ہووے گا

ان کی اطاعت کی تابعداری کرے گا وہ مقبول ہو گا اور اس پاک جناب کا منکر ہوگا وہ جہنمی مردار ہوگا۔ سومقتول ہووے گا۔

دوہیں جہانیں نامی کرسی چارے یار پیارے
پنج جثے اک جندوں ہوسن رحمت نال سنوارے

دونوں جہاں میں نام ہو گا ان کے چار پیارے دوست ہوں گے پانچ جسم اور ایک جان ہوں گے اور رب کی رحمت سے نوازے ہوئے ہوں گے۔

اک صدیق اک عادل ہوسی اک سخی لکھ داتا
چوتھا شاہ مرداں دا ہوسی نال عشق مدھ ماتا
غالب شیر اللہ دا ہوسی بھائی پاک نبیؐ دا
گنتر وچ نہ آوے ہر گز رتبہ شاہ علیؓ دا

ایک سچا دوسرا انصاف کرنے والا ایک بڑا سخی ہو گا لاکھ داتا ہو گا اور چوتھا شاہ مردان ہو گا ان کے عشق کے نشے میں مست۔ وہ غالب شیرِ خدا نبی اللہ کا بھائی ہو گا۔ ان کا شان بیان کرنا مشکل ہے۔ ان کی شان خداوند کو ہی معلم ہے۔

نام اُوہدا سن زور گھٹے گا دیوتیاں عفریتاں
نعرہ سنکے کوٹ گرن گے پوسی بھاج پلیتاں

ان کا نام سن کر دیوتے طاقت کھوئیں گے ان کا نعرہ سن کر کفر کے قلعے گریں گے اور پلید کفار کی دوڑیں لگ جائیں گی۔

دلدل دا اسوار ہووے گا خیبر دلدل کرسی!
دل دل سٹسی لکھ کفاراں جت پاسے منہ دھرسی

دلدل کا اسوار ہو گا اور خیبر کو توڑ کر چور کرے گا۔ جس جانب اپنا رخ کرے گا لاکھوں کفاروں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اس کا سامنا کوئی نہ کر سکے گا۔

چوٹ اُوہدی کوئی کوٹ نہ جھلسی دشمن مَلسن مَنجا
سے رستم لکھ بہمن ثانی جھل نہ سکن پنجہ

اس کی ضرب کوئی قلعہ بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ دشمن گردنیں ملتے رہ جائیں گے۔ سینکڑوں بہمن رستم ثانی بھی اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں ڈال سکیں گی۔

زور اُہدا کوئی ہور نہ جھلسی فتحیا ہر میدانوں
دین اسلام کرے گا پکا کڈھسی کفر جہانوں

ان کی طاقت کا مقابلہ کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ ہر میدان سے فتح حاصل کرے گا۔ اور دین اسلام کی بنیاد مضبوط کرے گا۔ کفر کو جہان سے مٹا دے گا۔

حیدر صفدر شیر بہادر شاہ دلیر سپاہی
سے سورج تھیں روشن ہوسی کرسی دُور سیاہی

بڑا بہادر شیر ہو گا بڑا شاہ زور اور دلیر ہو گا۔ سینکڑوں آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گا۔ ظلم کی سیاہی کو مٹا دے گا۔

گھٹے گا کم ہو گا۔ کوٹ: قلعے۔ منجا: گردن۔ پلیت: پلید، ناپاک۔

جن دیواں عفریتاں ملی گئی کوہاں تک دھرتی
ہوئے ہجوم اجیہے گویا روز قیامت ورتی
وچہ ہوا نہ مٹدے پنکھی تڑف تڑف کئی مردے
جنت دے دروازے کھلے دوزخ ہوئے سردے

دیو اور جنات نے کئی کوسوں تک زمین گھیر رکھی تھی۔ اتنا ہجوم اکٹھا ہوگیا تھا کہ شاید آج روز قیامت برپا ہوگیا ہے۔ ہوا میں پرندے نہیں سمارہے تھے اور کئی تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے۔ جنت کے دروازے کھل چکے تھے اور دوزخ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

غل پیا آسماناں توڑی دھر دھر کجھ نہ رہیا
حضرت دی سن صفت مبارک ہر کوئی آکھے ایہا
اول آخر تیک جنہاں دا شان نہ تھیندا ایہا
صلی اللہ علیہ وسلم دھن حبیب اجیہا

آسمانوں تک شوروغل پڑ گیا تھا کوئی حساب نہیں رہا تھا۔ حضورؐ پاک کی صفت وثنا سن کر ہر ایک کہہ رہا تھا بس یہی ہے۔ ازل سے ابد تک جن کا شان ہمیشہ تازہ رہے گا۔ کبھی پرانا نہیں ہوگا۔ ان پر لاکھوں درود و سلام وہ ایسے خدا کے پیارے محبوب ہیں۔

جیئوں جیئوں پڑھدا نام نبیؐ دا سیف ملوک شہزادہ
تیئوں تیئوں ہووے آواز صفائی جوش خروش زیادہ
صفت نبیؐ دی پڑھے شہزادہ دھر کے خاص ارادہ
ہوندے جاون بول رسیلے روشن صاف زیادہ
پریاں جن پکھیرو وحشی سب اکٹھے ہوئے
کیتا اثر کلام تماماں ہنجوں بھر بھر روئے
چھجیں کھاریں رنی بی بی ہنجوں جھولیں بھریاں
ہائے ہائے کرکے رنیاں اوتھے ہور تمامی پریاں
جاں پھر سیف ملوک شہزادے کیتی چپ کلاموں
ہر اک دا جیئو جائی آیا کی خاصوں کی عاموں

جوں جوں شہزادہ نبیؐ پاک کا نام پکارتا اتنی ہی زیادہ آواز میں صفائی اور مٹھاس اور جوش زیادہ آتا جارہا تھا۔ شہزاد خاص ارادہ رکھ کر نبیؐ پاک کی شان مبارک بیان کر رہا تھا۔ اتنے ہی بول رسیلے واضع اور صاف ہوتے جارہے تھے۔ پریاں، جنات، حیوان، پرندے تمام اکٹھے ہوئے تھے۔ اور تمام پر کلام نے ایسا اثر کیا تھا کہ تمام ہی زاروقطار رونے لگے۔ بی بی مہر افروز بے حساب روئی اور آنسوؤں سے دامن تر ہوگیا تھا۔ اور وہاں موجود تمام پریاں آہوں اور سسکیوں سے رو رہی تھیں۔ اور جب سیف ملوک نے کلام پڑھنے کے بعد خاموشی اختیار کی تو کیا خاص کیا عام تمام کا دل اپنی جگہ پر آیا۔ سب نے ہوش سنبھالی۔

بی بی نے فرمایا بیٹا غرض تیری ہن ایہا
شاہ پری ہتھ لگے کیویں بنے سبب اجیہا

بی بی نے فرمایا اے بیٹا اب تمہاری مراد یہی ہے تاکہ شاہ پری میرے ہاتھ لگ جائے۔ کوئی ایسا ذریعہ کہ سبب بن جائے۔

ٹھنڈا: ہوتا۔ بہیا، باسا۔ جیوں: جیسے۔ جائی: جگہ۔

چیتا دیئیں جواب نہ اس نوں جے توں دادی میری
جے اکوار جواب دتوئی مر کے ہوسی ڈھیری

اگر تو میری دادی ہے تو اسے جواب نہ دینا انکار نہ کرنا اگر تو نے اسے ایک بار جواب دے دیا تو وہ اسی وقت مر کر ڈھیر ہو جائے گا۔ اپنی زندگی ختم کر لے گا۔

اگے ہی ایہ ہے دکھیارا پُر پُر سلیا درداں
اندر اس دا پرزے پرزے باہر دا عیہ مرداں!

آگے ہی وہ بڑا دکھی ہے اس کا بال بال دکھوں نے زخمی کر دیا ہوا ہے۔ اس کا اندر پرزے ہو چکا ہے۔ اندر سے ٹوٹ چکا ہے اور ظاہر مردوں والا حوصلہ ہے۔

اتوں توں نہ بلدی اُتے پائیں تیل جوابوں
ساعت ڈھل نہ لگسی اونویں مرسی ایس عذابوں

اور اوپر سے تو جواب دے کر جلتی پہ تیل نہ ڈالنا۔ وہ ایک پل بھی دیر نہیں لگائے اس عذاب سے مر جائے گا اس میں انکار سننے کی طاقت نہیں ہے۔

ایہ مریا تاں میں بھی مرساں گھڑی نہ پچھے رہساں
جے تدھ ایہ احسان نہ کیتا مہر تیری کی کہساں

اگر یہ مر گیا تو پھر میں بھی مر جاؤں گی ایک پل بھی پیچھے نہیں رہوں گی۔ اگر تو نے یہ احسان نہ کیا تو ہم تیری مہر کے بارے کیا کہیں گے۔ کہیں تیری مہر ہو گی۔

کر کے آس تیرے در گھلیا موڑیں نہیں نراسا
بیدل نوں دلبری نبھائیں دے کے غور دلاسا !

بڑی امید لگا کر تیرے دروازے پر بھیجا ہے۔ اسے ناامید نہ لوٹانا۔ اس کے پریشان دل کو دلیری دینا اور اسے دلاسہ دینا۔ اس کا خیال کرنا۔

جاں جاں جان میرے تن ایہو خاصہ دل دا جانی
جے جھڑکیں مر جاسی عاشق میں بھی ہوساں فانی

جب تک میرے جسم میں جان ہے بس یہی میرے دل کا جانی ہے۔ اگر تو نے جھڑک دی تو وہ عاشق مر جائے گا۔ اور میں بھی مر جاؤں گی۔

اکھیں ڈٹھے باجھوں اس نے کیتی اڈ اَشنائی!
دنیا اُتے کوئی کوئی ہوسی ایسا مرد وفائی

ان دیکھے اس نے اتنی محبت کی ہے اتنی مشکل برداشت کی ہے۔ اس دنیا میں کوئی کوئی ہی ایسا وفادار انسان ہو گا۔ جتنی وفاداری اس نے کی ہے۔

آدم جن پری وچ کیہڑا اتنی ہمت والا
جو اس سفر قضیے کٹے پین پر نگت شالا

انسان جن اور پری میں اتنے حوصلے والا کون اتنی ہمت والا کون ہے۔ جس نے سفر مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ خدا کرے انہیں قبولیت حاصل ہو جائے۔

نام نشان مقام ذریت صورت رنگ جوانی
گھلیاں لکھ بدیع جمالے صفتاں نیک انسانی

نام پتہ ملک شہر شکل وصورت ذہانت رنگ روپ اور جوانی بدیع جمال نے نیک انسان کی تمام صفات لکھ کر بھیج دی تھیں۔

چیتیا: جلدی سے۔ داعیہ: ہمت۔ نراسا: امید، ناامید۔ پین پر نگت: قبول ہوں۔

نقش نگار عجائب سوہنے ہر ہر طرح نیارے
ویکھ نقاش خیال اُوہدے دے ہوش گئے بھل سارے

ان کے نقش ونگار بیل بوٹے بہت خوبصورت اور پیارے لگ رہے تھے۔ وہ نقش دیکھ کر اس کے اپنے خیال کے تمام ہوش اڑ گئے۔

تک معمار ادراکے والا کند ہویا تدبیروں
حکمت کاریگر دی دسے چتر کار منیروں

عقل کا معمار دیکھ کر اس کی تمام تدبیریں مان گئیں کاریگری کی حکمت دانائی اس کی چتر کاری کی چمک سے نظر آ رہی تھی۔

ہر حیوان انسان پری دی صورت نقش بنائی
بہت کمال نہایت سوہنی زیور لاء سہائی

ہر حیوان انسان جن پری کی تصویر نقش کی ہوئی تھی۔ بڑی کمال خوبصورت زیور پہنا کر سنگاری ہوئی تھیں۔

ہر پاسے خوشبو پھلاں دی مغز معطر کردی
ہر میوے تھیں باس بہشتی قوت دے جگر دی

ہر طرف پھولوں کی مہک تھی جو دماغ کو تازہ کر رہی تھی اور ہر پھل سے جنت کی خوشبو آ رہی تھی جو جگر کی طاقت بڑھا رہی تھی۔

شاہزادہ تک باغ اِرم دا ہو تعجب رہیا
دل وِچ کہے بہشت اصلیا ہوسی کد اجہیا

شہزادہ باغ ارم کو دیکھ کر بڑا حیران ہو گیا تھا۔ اور دل میں سوچتا کہ اصل جنت کب اس جیسا ہوگا۔

بندر تے کوہ قافاں اندر باغیں تے صحرائیں
ایہہ عجائب رُکھ نہ ڈِٹھے ناخوش آب ہوائیں

میں نے تمام ساحلوں کوہ قافوں باغوں اور سراؤں میں کہیں بھی ایسے درخت نہیں دیکھے ہیں۔ اور نہ ہی ایسی خوش آب و ہوا دیکھی ہے۔

جنت اعلیٰ کہندے جس نوں ہوگ متے اُوہ ایہا
دنیا اُتے کتھوں ہووے سندر باغ اجیہا

جس کو اعلیٰ جنت کہتے ہیں شاید وہ یہی ہوگی۔ ورنہ دنیا میں ایسا خوبصورت باغ کہاں ہوتا ہے۔ اصل جنت یہ ہی ہو سکتی ہے۔

کرکے سیر بہار چمن دا پھر چشمے پر آیا!
جس پر آہو خاطف آہا اوّل آن بہایا!

چمن کی بہار کا سیر کر کے پھر واپس اسی خیمے کی طرف آیا۔ جس پر آہو خاطف نے پہلے لا کر بٹھایا تھا۔ جس پر وہ پہلے آ کر اترا تھا۔

خوش ہوا نہایت مٹھی بہت سکھاون والی
سے برساں دام ماندہ ماڑا کرے نرواحالی!

ہوا بڑی پر سکون چل رہی تھی شہزادہ بڑا خوش ہوا۔ سینکڑوں برسوں کا علیل کمزور تندرست تازہ کر رہی تھی۔

وگن نہراں لہر بہ لہراں سچے تھاں کنارے
ٹھنڈیاں چھاواں گوڑے گوڑے سبزے فرش کھلارے

پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں تمام اچھی جگہیں اور کنارے ٹھنڈے سائے کے نیچے سبزے نے نرم نرم فرش بچھایا ہوا تھا۔

نارونی دا رُکھ گھنیرا چشمے اُتے ہے سی!
دریائی دی چھتری ساوی ہوگ نہ سوہنی ایسی

نارونی کا ایک بڑا برچھ چشمے کے کنارے پر تھا۔ جیسے ریشمی کپڑے کی سبز چھتری ایسی اچھی تھی۔ اس کا سایہ چھتری کی طرح تھا۔

جھلی واء ہلن وِچ شاخاں کرن اشارت راہیاں
آہو ہین تساڈے کارن خوب وچھائیاں ڈاہیاں

ہوا چلی تو شاخیں جھولنے لگیں اور مسافروں کو اشارے کر رہی تھیں کہ آؤ تمہارے لیے خوب بچھونے بچھائے ہوئے ہیں۔ آؤ

متے: شاید۔ برچھ: درخت۔

بیٹھو آرام کرو۔

چشمے وچوں آ پیاسے ٹھنڈا پانی پیو!
چھاں گھنی آرام کرو تے گھڑی آسودے تھیو!

چشمے سے پیاسے آ کر ٹھنڈا پانی پیو اور بڑی گھنی ٹھنڈی چھاؤں میں کچھ وقت آرام کرو اور تمہاری تھکاوٹ دور ہو جائے اور پھر تازہ دم ہو کر چلنا۔

نارونی دی چھانویں جا کے ہویا دراز شہزادہ
باغ ارم دی واؤ سکھائی مستی چڑھی زیادہ

نارونی کے سائے میں جا کر شہزادہ لیٹ گیا۔ باغ ارم کی ہوا اسے بڑی موافق آئی اور وہ بڑا مست ہو گیا۔ وہ گہری نیند سو گیا تھا۔

مدت دا نندرایا آہا نیندر گھل مل آئی
ستا ہو بے ہوش شہزادہ دشمن وار چلائی

بڑی دیر سے سویا نہیں تھا اور اسے بڑی گہری نیند آ گئی۔ شہزادہ بڑا بے ہوش ہو کر سو گیا اور دشمن نے اپنا وار چلا دیا۔

سے برساں دی زُہدی کر کے جاں روح منزل پہتا
اک گھڑی دی غفلت خوشیوں دُور ہٹے مڑ بہتا

سینکڑوں برس کی زہد و عبات کرنے کے بعد جب روح منزل پر پہنچا اور ایک پل کی لاپرواہی خوشیوں کو بڑی دور لے گئی۔

نفس موئے دانگی شیطان آن کرے اپرالے
باغ حقیقی وچوں پھڑ کے قید مجازی ڈالے

اس مردار نفس کا ساتھی شیطان آ کر کام دکھا دیتا ہے حقیقی باغ سے پکڑ کر مجازی قید میں ڈال دیتا ہے۔ قید کرا دیتا ہے۔

سٹوں سخت ہوون پھر ہتاں کہن حکیم سیانے
اس قیدوں چھٹکارا اوکھا کڈھے یار دھگانے

چوٹوں سے ضربوں سے زیادہ سخت طعنے اور جدائی ہوتی ہے ایسی قید سے رہائی بڑی مشکل ہوتی ہے کوئی جانی دوست ہی زور سے نکال سکتا ہے۔

ویری دشمن موئے گئے ساہ وساہ نہ کریئے
سپ موئے دا کنڈا چبھے پھر بھی دردیں مریئے

دشمن مرے ہوئے کا بھی اعتبار بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر سانپ مرے ہوئے کا کانٹا بھی چبھ جائے تب بھی درد برا حال کر دیتی ہے۔

کر کر زہد ریاضت بھائی جاں میلے پر آیا
خوشی غرورت غفلت کیتی روح بندی مڑ پایا

اے بھائی زہد و عبادت کر کے جب دیدار کا وقت میل کا وقت آیا۔ خوشی غرور لاپرواہی کی اور روح کو پھر قید میں ڈال دیا گیا۔

تنگ پیا دل آہن ساقی بھر کے دیہ پیالہ
دشمن دے وس پیوس اِکلّا ہے تیرا اپرالا

اے ساقی اب دل تنگ پڑ گیا ہے ایک جام بھر دو کہ اکیلا دشمن کے قابو میں آ گیا ہے اب تیرا ہی بندوبست ہے۔

قیدے اندر رہاں امیدی پی کے جام صبر دا
من رضا محمدؐ ڈاڈھا جو چاہے سو کردا

کہ میں قید میں بھی جام پی کر امید رکھوں کہ صبر سے کام لوں۔ اے محمدؐ تسلیم کر لو کہ وہ طاقتور ہے جو وہ چاہے کرتا ہے۔

اسودے۔ یا آرام بے فکر۔ وساہ: بھروسہ، اعتبار۔ اپرالہ: بندوبست۔ دھگانے: زبردستی۔

قدرت ویکھ خداوند والی کردا کیڈ تماشے
پنجے وچوں تتر چھڈے رحم کیتے جد باشے

کہ دیکھئے قدرت کاملہ کے کیسے الگ ہی فیصلے ہوتے ہیں۔جب وہ مالک رحم کرے تو باز کے پنجے سے تیتر کو چھڑا دیتا ہے۔

مارن لگے شیر دُنبے نوں گرگ کرے اپرالا
بھے چڑی دا راکھا بن کے پاشک ناگ ڈنگالا

جب شیر دنبے کو مارنے لگے تو بھیڑیا اس کا ساتھ دیکر چھڑا دیتا ہے۔اور باشک ناگ چڑیا کا محافظ بن کر بیٹھ جاتا ہے۔

کھاون لگا باز کبوتر پنجہ مار غضب دا !
لگڑاس تھیں چھڑکا کے رکھے فضل پچھانوں ربدا

باز کبوتر کو اپنے غضب کا پنجہ مار کر کھانے لگا تو لگڑ اس کو چھڑا کر بچا لے بس اس خدا کا فضل دیکھئے وہ کیا کر سکتا ہے۔

ہاشم شاہ اَگے جلادے اس دم عرض پکاری
شاہا تیز تیرے اقبالوں واہڈ میری تلواری

اس وقت ہاشم شاہ کی خدمت میں جلاد نے ایک عرض کی کہ بادشاہ سلامت تیرے ستارے کی بدولت میری تلوار کی کاٹ کتنی تیز ہے۔

ہمت تیری نال نروآ زور مینوں وچ باہاں
دو جادم نہ لیندے مڑکے تیغ جنہاں تے واہاں

تیری حمایت سے میں کتنا طاقتور ہوں میرے بازوؤں میں کتنا زور ہے۔کوئی بھی دوسرا سانس نہیں لیتا ہے۔جن پر میں تلوار چلاتا ہوں۔

اج دم تیک نہ بچیا کوئی جو میرے تک پُہنچے
کرگ شفاعت کون بندے دی پاپ کمائے بہتے

آج دن تک کوئی بھی نہیں بچ سکا ہے جو بھی مجھ تک پہنچا ہے۔اس گنہگار بندے کی کوئی شفاعت کرے گا میں نے بڑے ظلم کئے ہیں۔

شالا خیر تساڈی دائم مانوں خوشیاں لاکھاں
دوتن سخن میرے دل آئے جند بخشو تاں آکھاں

خداوند تعالیٰ ہمیشہ آپ کا راج قائم رکھے اور لاکھوں خوشیاں دے دو تین باتیں میرے دل میں آئی ہیں اگر خطا معاف ہو میں کہہ دوں۔

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی
نیک صلاح سبھس دی سنیئے کھائیے نہیں خطائی

ہاشم شاہ نے فرمایا جو بھی تیرے دل میں ہے تم کہہ سکتے ہو۔ہم نیک مشورہ سب کا سنتے ہیں کسی کا بھی برا نہیں مناتے ہیں۔

نیک نصیحت ہر دی منیے عار نہ کریئے ماسہ
جو آمناں دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

سب کی نیک نصیحت مان لیتے ہیں اس میں بالکل شرمندگی محسوس نہیں کرتے جو صحیح ہو مان لینا چاہیے اس کا وسوسہ ختم ہو گیا۔

ہاشم شاہ اَگے جلاوے عرض بنا سنائی
شاہ وڈا شاہپاں اُچیرا نبی سلیمانؑ جائی

ہاشم شاہ کو جلاد نے اپنے دل کی بات سنائی کہ اے بادشاہ سلامت شاہ شاہپاں بڑا بادشاہ وہ حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر ہے۔

اپرالہ۔ دبندوبست۔ ڈنگالا: ڈنگ مارنے والا۔

اینہاں گلاں تھیں ہے کی لبھدا عیب کسیدا کرناں
اپنا آپ سنبھال محمدؐ جو کرناں سو بھرناں

ان باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کسی کے عیب ظاہر کرنا۔ اے محمدؐ تم اپنے آپ کو سنبھالو جو کوئی کرے گا وہی وہ بھرے گا۔

عرض کرے جلاد بیچارہ مڑ مڑ نال تاکیداں
نام جلاد تے کم شفاعت راہ دسے بے دیداں

جلاد بیچارہ اپنی بات کرتا اور ساتھ ساتھ تاکید بھی کرتا۔ اس کا نام تو جلاد تھا لیکن کام شفاعت کرنا تھا اور اندھوں کو راستہ دکھاتا تھا۔

کہندا آہی خبر تساں نوں بھی بہرام جوانے
آدمیاں دے ہتھوں مرنا اوڑک اکس زمانے

آپ کو بہرام کے بارے میں خبر بھی تھی کہ انسان کے ہاتھوں مرے گا۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ انسان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

جیونکر توڑوں لکھی آہی سر پراوہو ہوئی
نہیں تاں اُوس بہادر دیوے مار نہ سکدا کوئی

جس طرح ازل سے لکھی ہوئی تھی ہر حال میں وہی ہوئی ہے۔ ورنہ اسے ایسے بہادر دیو کو کون مار سکتا تھا کس کی ہمت تھی کہ اس کا مقابلہ کرتا۔

ایسا رستم دستاں آہا دیو پریاں وچ نادر
جیئوں اجڑ وچ شیر تیویں سی لشکر وچ بہادر

اتنا بہادر دلیر دیو اور پریوں میں انوکھا ہی تھا۔ یہ ایسا نایاب تھا۔ جیسے بھیڑوں کے گلے میں شیر اس طرح ہی لشکر میں یہ بہادر تھا۔

دس ہزار نَر دیو جنگی چہل (۴۰) ہزار عفریتے
اکسے حملے نال ہلائے مار گوا پڑ جیتے!

دس ہزار نر دیو اور چالیس ہزار پریاں اور دیو اس نے ایک ہی حملے میں ہلا کر رکھ دیئے تھے اور اکیلے نے ہی میدان جیت لیا تھا اور وہ بھاگ گئے تھے۔

ایہہ کمزور جوان بیچارا کیہہ آہا اس اگے؟
پرجاں گھڑی برابر ہووے ساعت ڈھل نہ لگے

یہ ایک بے چارا کمزور سا انسان اس کے سامنے کیا چیز تھا۔ لیکن جب کسی کی زندگی کا وقت پورا ہو جائے پھر ایک پل بھی دیر نہیں لگتی ہے۔

کرو قیاس دلے وچ آپے کیہہ کجھ اس دا باور
نال اُوہدے کی قدرت دھر دا توڑے لکھ بہادر

اپنے دل سے خود ہی غور کرو کہ اس کی کیا ہمت ہے کہ اس کے ساتھ کیا لڑنا چاہے گا یہ کتنا ہی بہادر تھا یہ کتنا ہی دلیر تھا۔ اس کی کیا جرأت تھی۔

جو کجھ وچ کتاباں لکھی ہونی سی سُو ہوئی
سر پر من رضا ربے دی دوس نہیں اس کوئی

جو بات کتابوں میں لکھی تھی وہ ہو کر ہی رہنی تھی اور وہ ہو گئی ہے۔ اب خدا کی رضا کو مان لو قبول کر لو اس کا اس میں کیا قصور ہے اس بیچارے کا۔

دوجا ہور سنو گل میری ترکھے کم شیطانی
اگے بھی تدھ نالوں وڈے ہوئے شاہ جہانی

اور دوسری میری بات سنو جلدی کے کام شیطان کے ہوتے ہیں ان میں شیطان کی مرضی شامل ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے

باور: جرأت، طاقت، بہادری۔ سُو: وہ۔ توڑے: بیشک۔

پیا خیال اساڈے ویری کس نوں کوک سنائیے
ظالم ستم ہمیشہ کردا کت پاسے نس جائیے

یہ دشمن ہمارے خیال پڑ گیا دشمن بن گیا ہے کس کے سامنے فریاد کریں ہر ظالم ہمیشہ ظلم کرتا ہے کہاں بھاگ جائیں۔ کیا کریں۔

اول لاء امید بھلے دی قید بری وچ پاندا
کھڑ خورشید دوپہراں اُتے دھرتی وَت ڈوباندا
دن دن واہدا گھٹ چنے دا کر چوہدیں نوں پورا
پھیر اُٹھائیں راتیں توڑی کر چھڈوا بے نورا

پہلے بھلے کی امید لگا کر اور پھر ایک بری قید میں ڈال دیتا ہے۔
سورج کو دوپہر پر لے جا کر پھر زمین میں غروب کر دیتا ہے۔
ہر دن چاند کو کم زیادہ کرتا رہتا ہے اور آخر چودھویں کو پورا کر کے پھر اٹھائیس راتوں تک اسے بے نور کر دیتا ہے۔ روشنی چھین لیتا ہے۔

کوک دوہائی کرے لوکائی دورائی آسمانوں
نت کھوہے وچ سٹدا پھڑ کے روشن چن جہیانوں
باغ دلاں دے اندر چروا بک لڈ کا پھڑ کے
بگھیاڑاں دے ہتھ پھڑاندا ونڈ ونڈ کھاؤ کھڑ کے
ننگے سر پہاڑ چکائے جنہاں پھل نہ چایا
ویکھو پھل گلاب چو طرفوں سیخاں دے منہ آیا

خلقت پکار دہائی دیتی ہے کہ دھن یہ آسمان ہے کہ ہمیشہ چاند جیسی صورتوں کو پکڑ کر کنویں میں ڈال دیتا ہے۔
دلوں کے باغ چرتا ہوا بڑا پیارا سا ہرن کا بچہ بھیڑیوں کے ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ بانٹ کر کھاؤ۔ اسے بھیڑیوں کو کھلا دیتا۔
جنہوں نے کبھی پھول نہ اٹھایا ہوا ان سے ننگے سر پہاڑ اٹھواتا ہے کہ پھول گلاب کو ہی دیکھئے چاروں طرف سے خاروں نے گھیرا ہوا ہے۔

باغیں سیر کریندی بلبل پکڑ پنجر وچ پاوے
سیف ملوک جیہے تن نازک ایسے دُکھ سہاوے

باغوں میں سیر کرتی ہوئی بلبل کو پکڑ کر پنجرے میں قید کر دیتا ہے۔ سیف ملوک جیسے نازک بدن شہزادوں کو ایسی تکلیفیں برداشت کراتا ہے۔

جاں اس بتے باز آسمانے سٹیا دَرگ شہزادہ
تروٹے پھٹ پرانے مڑ کے ہویا درد زیادہ

جب اس دھوکے باز آسمان نے شہزادے کو کنویں میں پھینک دیا۔ اور وہ تمام پرانے زخم تازے ہو گئے اور ان کا بہت زیادہ درد ہوا۔

زار و زار روئے وچ در گے رتو تیر اوچھلے
بھارے سنگل کاٹھ پیئے سن کجھ ہتھ پیر نہ ہلے

کنویں میں زار و قطار روتا اور خون کے آنسو بہاتا تھا۔ بھاری سنگلوں میں جکڑا ہوا ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ بڑی مشکل میں پڑا ہوا تھا۔

رَین دناں کجھ چین نہ رہیا وین کرے دُکھیارے
فکر دھیان نہ جان اپنی دا دل وچ سان پیارے

دن رات اُسے کوئی چین نہیں اور بڑے دکھی بین کرتا تھا۔ اسے اپنی جان اور جسم کا اور دکھ تکلیف کا کوئی خیال نہیں اس کے دل

ویری: دشمن۔ بگ: ہرن کا بچہ۔ لڈ کا۔ لاڈلا۔ بتے باز: دھوکے باز۔ درگ: کنواں۔ رین دناں: رات دن۔ وین: بین۔

یاد نہ کیا ہو۔

غم تیرے وِچ گئی جوانی جان چلی ہن ایتھے
سی اقرار ملن دا پریئے دس ہن ملسیں کتھے

تیرے ہی غم میں میری جوانی گزر گئی ہے اور جان اب یہاں جا رہی ہے۔ اور تمہارا تو ملنے کا وعدہ تھا بتاؤ اب کہاں ملو گی۔

یاری لا کے چایئوئی اوّل سٹیوئی وِچ خواری
ایہ بد ظن نہ آہا تدھ تے جد میں لائی یاری

دوستی لگا کر پہلے اٹھایا پھر خواری میں بدحالی میں ڈال دیا۔ تجھ پر یہ امید نہ تھی کہ جب میں نے تجھ سے محبت کی تو ایسا بھی کرے گی۔

ویکھاں کیڈ سوگنداں چایاں کیسے نیہوں لگائے
ہن تدھ منوں بھلایا مینوں اُوہ دن یاد نہ آئے

تم نے کتنی قسمیں اٹھاتی تھیں تو نے دوستی کی کس طرح عشق کیا۔ اور اب تو نے مجھے دل سے ہی بھلا دیا ہے تجھے وہ وقت نہیں یاد آیا ہے۔

توڑے عاشق کجھ نہ کہسی مینوں عیب نہ لاسی
ہور بھی خلقت دُنیا اُگے کد ایہ گل پچاسی

بیشک عاشق تجھے کچھ بھی نہیں کہے گا تجھے کوئی الزام نہیں دے گا اس دنیا میں اور بھی لوگ ہیں وہ اس بات کو کیسے برداشت کریں گے۔

طعنے لوک دیوے گا سارا کچرک اندر وڑسیں
بیوفا کہے گی خلقت کس کس دا منہ پھڑسیں

تمام زمانہ تجھے طعنہ دے گا کب تک ان سے چھپے گی کیسے بچے گی۔ تمہیں خلقت بے وفا کہے گی تو کس کس کا منہ بند کرے گی، کیسے منع کرے گی۔

کہسن واہ یرانہ تیرا یاد نہ کیتوئی جانی
یار بنا مڑ سار نہ لیو مار کرائیوئی فانی

کہیں گے واہ کیسی تیری دوستی ہے۔ کبھی تو نے اپنے دلبر کو یاد ہی نہیں کیا ہے۔ اسے بھلا دیا ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں لی ہے کس حال میں ہے اور مروا دیا ہے۔

توڑے مَیں نہ تکساں جا کے خلقت ہور تکیسی
جگ بدنام کرے گا تینوں بولی لوک مریسی

بیشک میں تو جا کر نہیں دیکھوں گا لیکن اور دُنیا تو دیکھے گی اور زمانہ تجھے دیکھے گا لوگ تجھے طعنے دیں گے۔ آوازیں کسیں گے۔

کس مذہب وِچ جائز آیا بھجن قول قراروں
اُوْفُوْا بِعَهْدِیْ پریئے مکھ نہ موڑیں یاروں

کس مذہب میں یہ جائز ہے کہ وعدہ کر کے مکر جانا وعدہ وفا نہ کرنا۔ اے پری منہ نہ موڑ لینا تم اپنے کئے وعدے کو پورا کرنا۔

ویکھاں یار قرار چمن دا کی گُلاں پھَل پائے
نازک بدن اُتے اُٹھ خاراں تیرے آن لگائے

دیکھو چمن کی دوستی کہ پھولوں نے اس سے کیا حاصل کیا ہے ان کے نازک جسم پر کانٹے تیروں کی طرح زخم لگاتے ہیں۔ لیکن وہ پھر چمن میں کھلتے ہیں۔

سوگند: قسم۔ نیہوں۔ عشق: محبت، پیار، یرانہ، دوستی۔

ویکھ شراب شرابی تاہیں سٹ سٹ کے منہ بھندا
تاہیں نام حرام دھرائیوس پاک شئیں دا بندا

شراب کو دیکھو وہ شرابی کو گرا کر اس کا منہ توڑ دیتا ہے زخمی کر دیتا ہے تب ہی اس کا نام حرام ہے حالانکہ وہ پاک اور حلال چیزوں کا بنتا ہے۔

ویکھاں رات پیالہ چن دا جس ویلے بھَن سٹدی
عالم تے منہ کالکھ لیندی کی روشنائی گھٹدی

اسے دیکھ رات جب چاند کا پیالہ توڑ دیتی ہے۔دنیا میں روسیاہ ہوتی ہے کہ اس کی روشنی کم ہو جاتی ہے۔منہ کالک لیتی ہے۔

کی امید تیرے سنگ رکھاں کس ہیکھے خوش ہوواں
عمر چلی تدھ قول نہ پالے پیا نصیبے روواں

میں تجھ سے کونسی امید رکھوں کس حساب سے خوشی مناؤں کہ میری عمر گزری جا رہی ہے تم نے وعدے پورے نہیں کئے اور میں اپنے مقدر کو روتا ہوں۔

ایسا مرد نہیں مَیں کچا تیری بے پرواہئیوں
یاد تیری تھیں غافل ہوواں نساں تینگوں واہیوں
عشق تیرے دے رستے اندر جے لکھ سختی سہساں
رنج ہو کے اِک قدم نہ ہٹساں پھیر اوتھے وَل ڈھیساں

میں ایسا کچا انسان نہیں ہوں کہ تیری محبت سے غافل ہو جاؤں کہ میں تیری یاد دل سے بھلا دوں اور اپنے وعدے سے منحرف ہو جاؤں۔ تمہارے عشق کے راستے میں اگر لاکھوں سختیاں بھی آئیں تو میں برداشت کروں گا۔اور ناراض ہو کر ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا آگے ہی چلوں گا۔

کون تکے اس ویلے آ کے حالت میرے مَن دی
اِک فراق دوجا تن گھائل قید ہویا وچ بُندی
ناں منہ یار کہاون جوگا کراں سنگار جی لاکھاں
ناں دل ایہ گواہی دیندا بے وفا تدھ آکھاں

اب کون آ کر میرے دل کی حالت دیکھے کہ دل سے کیا گزر رہی ہے۔ایک جدائی اور بدن زخمی اور قید میں پڑا ہوا ہوں۔ میری تو صورت تمہارے محبوب کہلانے کی نہیں ہے۔ بیشک میں لاکھوں بناؤ سنگھار کروں۔نہ ہی دل یہ گواہی دیتا ہے کہ تجھے میں بے وفا کہوں۔

عاجز کیتا خو تیری نے نام تیرا کی دھریئے
ناں جانی نہ دشمن جانی دوئے کہندے ڈریئے

تیری عادت نے مجھے بے بس کر دیا ہے میں اب تجھے کیا کہوں۔نہ تو میں تمہیں اپنا محبوب نہ ہی اپنا دشمن کہہ سکتا ہوں ایسے کہنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔

جے لکھ ظلم کرو پھر رکھساں جانی نال تساں نوں
نام بدیع جمال جنہاندا خون حلال تنہاں نوں

اگر لاکھ ظلم بھی کرو گی پھر بھی میں تمہیں اپنی جان سے پیارا جانوں گا۔جس کا نام بدیع جمال ہے اس کو میرا خون بھی معاف ہے۔ اس کیلئے سب معاف ہے۔

خوب شکل محبوب اجہیا مشکل تروڑن یاری
سو سو واری راہ اُوہدے تے بہتر ہے جند واری

ایسے حسین محبوب سے دوستی توڑنا مشکل ہے۔اس کے نام پر اس کے راستے پر سینکڑوں بار زندگی قربان ہے۔

سہساں: برداشت کروں گا۔ بندی: قیدی

راستے بند۔جلاضی کی کوئی امید نہ تھی۔

نال تیمم کرے عبادت پڑھدا نفل نمازاں
مکن کد غماں دیاں راتیں ہویاں دُور درازاں

وہ تیمم کرکے عبادت کرتا اور نوافل نمازیں ادا کرتا اور سوچتا کہ کب یہ غموں کی راتیں ختم ہوں گی یہ بہت لمبی ہوگئی ہیں۔انکی کب انتہا ہوگی۔

کالی رات وچھوڑے والی ڈھکی وِچ دُرگے
ہتھیں پیریں سنگل بیڑی کٹن عاشق لگے

جدائی کی سیاہ رات کنویں میں آ گئی۔ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں اور بیڑیاں عاشق اکیلے ہی برداشت کرتے ہیں۔اسے یہ سب برداشت کرنا تھا۔

کون سنے تے کیہڑا پچھے جے سو کرے ککارا
صبروں باجھ علاج نہ کوئی صبر کرے بیچارا

وہ لاکھ بھی شور پکار کرتا اسے کس نے پوچھنا تھا اور کس نے سننا تھا۔اور صبر کے بغیر کوئی چارا نہ تھا آخر بیچارا صبر کرتا۔

کوکے موت نہیں مَیں جوگی کس دی آئی لیلاں
جاگدیاں نت کٹے لیلاں جیوں مجنوں بن لیلاں

اور فریاد کرتا کہ میرے لئے موت نہیں ہے میں کسی کی موت ہی لے لوں۔کس کی موت ہی مجھے مل جائے۔جاگتے ہوئے ہی راتیں گزارتا جیسے مجنوں، لیلیٰ کے بغیر گزارتا تھا۔

آئی رات اِک رحمت والی وانگر لیل قدر دے
انبر سبز بغیچہ کیتا تازہ نور بدر دے

لیلۃ القدر کی طرح رحمتوں والی رات آئی۔چودھویں کے چاند کی روشنی نے آسمان کو سبز باغیچے کی طرح کر دیا۔آسمان ایک سبز باغ تھا۔

نیلے چھتر آسمان کھلارے چھپے لاء سنہری
فرش فلک دے اُتے تارے نچن وِچ کچہری

آسمان نے نیلے سائباں تان دیئے تھے سنہرے دھبے لگا دیئے تھے۔آسمانی فرش پر ستارے محفل سجا کر ستارے رقص کر رہے تھے۔

نسدا پھرے شیطان دُوراڈا کھاوے خوف شہابی
لَا حَوْلَ وَلَا پکارن چوکیدار جنابی

شہاب سے ڈرتا ہوا ابلیس بھاگا بھاگا مارا مارا پھر رہا تھا۔اور مالک کے چوکیدار لاحول ولا پکار رہے تھے۔

رات کیتی کستوری حلے سبھ ہوا جہانی
لعلاں وانگر چن چمکدا صاف زمین نورانی

جہاں کی ہوا نے رات میں کستوری کی خوشبوؤں کے جھونکے پھیلا دیئے تھے۔لعلوں کی طرح چاند چمک رہا تھا اور زمین صاف روشن تھی۔

باغاں اندر چھاں رکھاں دی نقش نگار بنائی
کالی چھاں چٹا وِچ چانن خوش مرگان وچھائی

باغوں میں درختوں کے سائے بڑے نقش نگار بنائے ہوئے ہیں۔سیاہ سائے میں سفید روشنی بڑی اچھی جیسے ہرنوں کی کھال بچھائی ہوئی ہے۔

درگ: کنواں۔ لگے: تنہا: اکیلے۔ بدر: چودھویں کا چاند۔ تیمم: مٹی سے وضو کرنا جب پانی نہ ہے۔

توہیں نور مثال حضوری خوشی کریندیاں یاراں
سب کوئی چاکر تیرا ایہی توں وانگر سرداراں

تو ہی مثل نور حضوری ہے خوش باش دوستوں کیلئے یہ سب تیرے ہی نوکر ہیں اور تو ہی ان کا سردار ہے تو ہی ان سب کا سربراہ ہے۔

لطف سخاوت کم ہمیشہ سرداراں دی خوبی
کر کھاں لطف میری ہن بیڑی لا بنے کڈھ ڈبی

مہربانی اور سخاوت ہمیشہ سرداروں کی خوبی ہے یہ بھی اب مہربانی کرو اور میری بھی ڈوبی کشتی کو کنارے لگا دو۔ میری بھی مشکل آسان کردو۔

سنئیں ہتھ تیرے وِچ کنجی ہر مشکل دے دردی
بارھیں گھریں تیرا ہے پھیرا مختاری ہر گھر دی

سنا ہے ہر مشکل کے دروازے کی تیرے ہی ہاتھ میں چابی ہے اور بارہ گھروں میں تیرا آنا جانا ہے اور تو ہر گھر کا مختار ہے۔ ان گھروں میں تیری ہی بات چلتی ہے۔

سَت سُراں خوش گاون والے تان تیرے تھیں پاندے
خلقت عطر عبیر تیرے تھیں منگ ہمیشہ لاندے
چھاپ شہانی دا توں تھیوا عیشاں دے گھر رانی
ساجن جند میری دَا دَارو خبر اوہدی اَج آنی

خوشی کی سات سُریں گانے والے تجھی سے تان لیتے ہیں اور مخلوق عطر خوشبو وغیرہ تجھی سے ہی مانگ کر لگاتی ہے۔ بادشاہوں کی انگوٹھی کا تو نگینہ ہے گھر کے عیش وآرام کی ملکہ ہے میرا محبوب میری زندگی کی دوا ہے آج اس کی خبر لاؤ۔

زہرہ لنگھ رہی پھر لگا مشتریوں چمکارا!
اس اَگے مڑ عرض کریندا سیف ملوک بیچارا

زہرہ آگے گزر گیا اور پھر مشتری کا چمکارا پڑا اور پھر سیف ملوک بے چارہ اس کے آگے منت زری کرنے لگا۔ اس سے گزارش کرتا۔

مشتریئے سعد اکبر تینوں آکھے سب لوکائی
سچے سبھو وعدے تیرے ناں وِچ کجھ خطائی!
نظر کریں تاں جان دوہاویں جگ پر سکہ تیرا
ہوون بخت بلند تیرے تھیں زور پھڑے دل میرا

اے مشتری تمام دنیا تجھے بڑا مبارک ستارہ کہتی ہیں۔ تیرے تمام وعدے سچے ہوتے ہیں ان میں ذرہ برابر بھی خطائیں نہ ہوتی ہیں۔ اگر تو نظر کرے تو میری جان بچا دے دنیا میں تیرا ہی سکہ چلتا ہے۔ تیرے سے ہی نصیب بلند ہو جاتے ہیں اور میرے دل کی تسلی ہو جائے۔

منشی خوشخط لکھن والا لکھیں خط عنایت
ہر میدان تیری ہے فتحا والی خوب ولایت

تو ہی خوش نویس کاتب ہے تو ہی عطاؤں کے خط لکھتا ہے، ہر میدان میں تجھے فتح ملتی ہے تو ہی ملک کا والی ہے۔ تیری ہی حکومت ہے۔

تدھ کولوں ہے راس براسا امن قرار جگت دا
مائل نال صلاح تیری دے کاروبار جگت دا

تیرے سے دنیا اور جہان کا سکون امن و امان وابستہ ہے۔ تیری مرضی پر ہی جہان کاروبار چلتا ہے تو لوگوں کے بڑے کام

چھاپ: مندری، انگوٹھی۔ تھیوا: نگ۔ بخت: نصیب، مقدر۔ جگت: جہان۔

عالم الغیوب ہے۔

علم تیرا ہے پڑھنوں اَگے کسے نہ پڑھیا سارا
بھی دریا احسان تیرے دا بے حد اَنت شمارا

تیرا علم تمام کی پہنچ سے باہر ہے کوئی تیرا سارا علم نہیں جان سکا ہے تیری رحمتوں کا دریا بے کنار ہے اس کی کوئی حد شمار نہیں ہے۔

توں مقصوداں دے بند کھولیں دیویں آپ مراداں
اُچے تدھ اُچے کیتے شاد کریں ناشاداں

تو ہی تمام مقاصد پورے کرتا ہے اور سب کی مرادیں تو ہی پوری کرتا ہے۔ بڑے بھی تو نے ہی بڑے کئے ہیں اور غمگینوں کو بھی تو ہی خوش کرتا ہے۔

بند آزاد تیرے سب بندے ہور نہ رب کسے دا
لوح قلم تے انبر دھرتی توں رب سب کسے دا

قید اور آزاد تمام تیرے ہی بندے ہیں کسی کا کوئی اور خدا نہیں ہے لوح قلم آسمان اور زمین تو ہی سب کا خدا ہے۔ تیرے بنا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

لہندا چڑھدا دکھن پربت ہور نمان اچاناں
زور تیرے دے اَگے رہا ہر اِک ہے شراناں
جو دانشور اکھیں والا ونج تیرے تک پہتا
اَنھاں ڈورا ہویا شتابی حسن ڈٹھوس جاں بہتا

مغرب مشرق جنوب شمال اور تمام اونچ نیچ والے باری تعالیٰ تیری قدرت کے آگے بے بس ہیں تو ہی جو چاہے کرسکتا ہے۔ جو بھی دانشمند آنکھوں والا تیرا کامل بندہ تیرے تک پہنچا جس نے بھی تیرا قرب حاصل کیا ہے۔ جس نے تیرے حُسن کا جلوہ دیکھ لیا تو وہ فوراً اندھے بہرے بن گئے خاموش ہو گئے۔

جو کتے در تیرے اُتے اوہناں ذاتاں پاکاں
تینوں جس پچھاتا ناہیں سر اُسدے تے خاکاں

جو تیرے دروازے کے کتے بھی ہیں ان کی بھی ذات پاک ہے۔ جو تجھے نہیں پہچان سکا اس کے سَر میں بس خاک ہی ہے اسے دنیا میں روسیاہی ملی ہے۔

خاکی بدن میرا رب سایاں گل کے آب ہویا ہے
ویکھاں حال غریب بندے دا کیڈ خراب ہویا ہے

اے رب تعالیٰ میرا خاک کا جسم اب گل کر پانی ہو گیا ہے بدحال ہے تو خود دیکھ رہا ہے تیرے ناچار بندے کا کتنا برا حال ہو گیا ہے۔

سٹ نہ مینوں عاجز ہویوس تدھ بن کون غریباں
رحمت کنوں وانج نہ مولے چاء نواز نصیباں!

اے میرے رب تعالیٰ اب مجھے معاف کردے میں ناچار ہو چکا ہوں تیرے بغیر میرے غریب کا کون مددگار ہے۔ تو ہی میرا مالک ہے۔

مینہ وساء عنایت والا کالکھ ساری دھووے
کالی رات ہجر دی میری جھبدے روشن ہووے

مجھ پر اپنی رحمت کی برسات برسا تا کہ تمام سیاہی ڈھل جائے۔ اور میری جدائی کی سیاہ رات فوراً روشن ہو جائے۔

پربت: پہاڑ۔ شمال۔ شراناں: کمزور بے بس۔ جھبدے: فوراً۔

نہ لگی تھیں۔

غصے ہو عفریتے تائیں جھڑکاں دے دبکایا
مارن لگی ساں اس دیوے جیہڑا چا لیایا

میں نے غصے میں آ کر دیو کو بہت ڈانٹا بھی تھا اسے بڑی جھڑکیاں دیں۔میں اس دیو کو مارنے لگی تھی جو اسے اٹھا کر لایا تھا۔

جاں اس صفت ثناء سنائی ۔دِتی عقل گواہی
ویکھ لیئے اوہ آدم زادہ کیسا مرد سپاہی

جب اس نے اس کی صفت و ثناء سنائی تو میں نے اس کی باتوں پر غور کیا کہ دیکھ تو لیا جائے وہ انسان کیسا ہے وہ کیسا دلیر جوان ہے۔

مجلس سنے اسانوں لگی ویکھدیاں حیرانی!
ودھ ڈِٹھی سو حصہ صورت جوسی سنی زبانی

مجھے اور تمام مجلس کو دیکھتے ہی حیرانی ہوئی ہم ششدر رہ گئے جو اس نے اس کی شکل وصورت بتائی تھی دیکھی تو اس سے سات گنا زیادہ تھی۔

سیرت عقل آواز ہدایت بھتی زور جوانی
آدم کی اِک نظری آیا مظہر روپ حقانی

اس کی خوبیاں آواز ہدایت اور اس کی اٹھتی ہوئی جوانی انسان تو کیا ایک خدا کا روپ نظر آیا۔کہ خدا نے ایسا بھی انسان پیدا کیا ہے۔

آدم پری فرشتہ کوئی ایسا نظر نہ آیا
مجلس تے اقبال اوہدے دا پھریا سارے سایا

کوئی انسان پری یا فرشتہ کوئی ایسا نہیں دیکھا ہے مجلس پر اس کے رعب کا جیسے سایہ چھا گیا ہو۔

صفتاں عمر تکاں تد میرا تک تک جیوڑا لوہے
ایہ بدیع جمال میری دا کنت ہوئے تد سوہے

جب میں اس کی صفات کا خیال کرتی اور اس کی عمر دیکھتی تو میرا دل جلتا کہ یہ بدیع جمال پری کا جیون ساتھی ہو تو تب بات بنتی ہے۔

ہردا کابل نظری آیا اڈے ملتاں پائے
مت یاری لاہور کسے دی اُٹھ پشورے جائے

ہر ہنر میں پورا نظر آیا تب ہی تو اس کی اتنی قدر و قیمت اتنا مرتبہ ہے شاید کسی سے لاہور دوستی ہو اور پشاور چلا جائے۔

اس جیہا کوئی تارا کڈھے مول نہ انبر سردا
کد جموں گی بیٹا ایسا ثانی ہار گہر دا!

آسمان میں اتنی ہمت اتنی پہنچ نہیں ہے ایسا ستارہ نکالے کب کوئی ایسا بیٹا جنے گی جو گوہر کی مثل ہو۔جو گوہر کا ثانی ہو۔

اسے نال دیا ہیے بیٹی لائق ایہ اس گل دے
تول برابر کیتے موتی کنڈے چاہڑ عقل دے

اسی کے ساتھ بیٹی بیاہیں یہ صرف اس بات کے لائق ہے۔میں نے دونوں موتی عقل کے ترازوں میں تول کر برابر کئے ہیں۔

میں ہن اپنی عقلوں جوڑی انہاں دوہاں دی جوڑی
اکھیں ویکھ آزماؤ اوّل بہتر ہے گل لوڑی!

اب میں نے اپنی عقل سے ان دونوں کی جوڑی جوڑ دی ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اسے پرکھو آزماؤ۔بات تلاش

انبر: آسمان۔گہر: موتی۔

ہے۔

أگ جنھاں وِچ پئی زیادہ ناری انہاں کہایا
خاک جنہاں وچ وافر آئی خاکی نام دھرایا
اینہاں دوہاں وِچ ناطہ ہووے جے قسمت دے زوروں
آدم اوچ نہیں کجھ وٹا عیب ٹھگوں یا چوروں

جن میں آگ زیادہ پڑ گئی وہ ناری کہلائے اور جن میں مٹی زیادہ ہوئی انہیں خاکی انسان کہا گیا۔
ان دونوں میں اگر نصیبوں کے زور سے رشتہ ہو جائے۔ اِس میں کوئی تہمت نہیں کوئی عیب نہیں عیب تو چوروں یا ٹھگوں سے ہوتا ہے۔

ساک بدیع جمال پری دا دے شاہزادے تائیں
نہیں تاں بہت افسوس کریں گا جاسی وقت أزائیں
سیف ملوک بدیع جمالے جی تدھ ناں پرنایا
پچھوں تائیں پھیر نہ پائیں ویلا وقت وہایا

اپنی بیٹی بدیع جمال پری کا رشتہ اس شہزادے کو دو۔ نہیں تو بڑا افسوس کرے گا وقت ضائع ہو جائے گا۔ پھر ہاتھ نہیں لگے گا۔
اگر بدیع جمال کی شادی تو نے سیف ملوک سے نہ کی تو جب وقت گزر گیا تو پھر تو بڑا پچھتائے گا اور پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

خاطر جمع جمعیت کرکے لاہ اندیشہ لایا!
اُوہ مہمان خدا دا گھلیا جو در تیرے آیا!

اپنے دل کی تسلی کر کے تو یہ جو تو فکر کر رہا ہے اسے چھوڑ دے اسے بھول جا۔ وہ خداوند تعالیٰ کا بھیجا ہوا مہمان تمہارے دروازے پر آیا ہے۔

اپنے کول بلا کے اس نوں کر کے غور دلاسا
مدھ پلا کے پرکھ شرافت کیا تولہ کیا ماسہ
جے معلوم اصیل کیتوئی ناطہ دے نوازیں!
دوہاں دلاں سکندیاں تائیں میل موافق سازیں
مت انکار کریں اس کموں دونا دینا آوی!
ڈاہڈا ہے سلطان عشق دا سخت سزا سہاوی

اس کو اپنے پاس بلا کر اس کو غور دلاسہ دو اسے شراب کا جام پلا کر آزماؤ کہ وہ تولہ ہے یا ماشہ ہے تمہیں خود ہی پتہ چل جائیگا۔
اگر تم نے اسے نیک جانا تو اسے رشتہ دے کر نواز دینا دونوں ترستے ہوئے دلوں کو ملانے کی تدبیر کرنا۔
شاید تو اس کام سے انکار کر دے تو اس کا خمیازہ تجھے بھگتنا پڑ جائے۔ کیونکہ عشق کا بادشاہ زور آور ہے سخت سزا نہ برداشت کرنی پڑے۔

پیش آوے کوئی ہور خرابی بھاپوے بدنامی
شہرت ہوئے جہانے اندر ہسن خاصی عامی
عشق زور آور شیر شکاری اس دا ہاڑ نہ خالی
چھیڑ کھہیڑ نہ کریئے مارے انگل جس دسالی

کہ اور کوئی خرابی نہ آگے آ جائے اور بدنامی نہ برداشت کرنی پڑ جائے کہ زمانے میں شرمندگی ہو اور عام خاص ہنسیں۔
اور عشق ایک ایسا زور آور شیر شکاری ہے اس کا وار خالی نہیں جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی چھیڑ چھاڑ کرے جو اسے انگلی دکھائے اسے مارتا ہے۔

جمعیت: اکٹھ۔ تسلی۔ سکیندیا۔ ترستے ہوئے۔

اس ویلے مڑ پیش نہ جاسی لکھ ہاہڑا سو حیلہ
نال افسوس حیران ہوئے گا پان جہیا رنگ پیلہ

اس وقت پھر کوئی چارہ نہیں چل سکے گا اُس وقت کوئی منت کام نہیں آئے گی۔ اور پھر پان جیسا سرخ رنگ زرد ہو جائے گا افسوس کرے گا پچھتائے گا۔

فرزنداں دے دُکھ نہ مٹدے آکھیں آپ زبانوں
سُنیاں جدوں بدیع جمالے کرسی کوچ جہانوں

اور تو خود اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ بیٹوں کے غم ختم نہیں ہوتے ہیں لیکن جب تمہاری بدیع جمال سنے گی تو وہ اس جہان فانی سے کوچ کر جائے گی۔

کن آواز پیوس جس ویلے سیف ملوک نہ مڑدا
مر ویسی جی جیوڑا اس دا اَگے اَنت ہو سڑدا

جب اس کے کان میں آواز گی کہ اب سیف واپس نہیں آئے گا تو وہ آگے ہی بڑی اداس ہے اسی وقت اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔ وہ زندہ نہیں رہے گی۔

یوسفؑ ثانی لائیوس کانی ہے فریاد کریندی
اس دے عشق زلیخا کیتی دم دم یاد کریندی

اس یوسفؑ ثانی حسین نے اس کا دل زخمی کر دیا ہے وہ تو فریاد کر رہی ہے اور اسی کے عشق نے اس کی زلیخا جیسی حالت کر دی ہے وہ ہر سانس میں یاد کرتی ہے۔

حال بدیع جمال پری دا سارا کھول سنایا
بیٹی تیری دا شاہپالا ساس لباں پر آیا!

اس نے بدیع جمال پری کی تمام حالت اس کے سامنے کھول کر بیان کر دی کہ اے شاہ پال تمہاری بیٹی کا سانس لبوں پر آیا ہوا ہے۔ بس پرواز کرنے ہی والا ہے۔

کن بلبل پوے گی اس نوں جاں بدخبر سجن دی
تلخ غموں جند شیریں دیسی وانگر کوہ شکن دی

جب اس کے محبوب کی یہ بری خبر کی آواز اس کے کان میں پڑے گی ان برے غموں کی وجہ سے پیاری جان فرہاد کی طرح دے دے گی۔ جیسے فرہاد نے کیا تھا۔

ایہو نیک صلاح تسانوں کرو شتاب تیاری
سیف ملوک مڑاؤ خیریں کرکے ہمت یاری

تمہارے لئے یہی نیک مشورہ ہے کہ جلدی تیاری کرو۔ بہت کوشش کر کے سیف ملوک کو واپس لاؤ۔ حوصلہ رکھو ہمت نہ ہارو۔

ترکھے کم شیطانی ہوندے کہن حکیم سیانے
ڈھل مناسب اوتھے جتھے کجھ زیان نہ آنے

دانشمند لوگ کہتے ہیں کہ جلد بازی میں شیطان کی مرضی شامل ہو جاتی ہے لیکن دیر وہاں کرنی چاہئے جہاں کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو۔

جاں اُٹھ اَگ گھراں نوں لگے جلدی جل نہ پائیے
جلدی مال متاع تمامی آپوں بھی جل جائیے

جب اپنے گھروں کو آگ لگ جائے اگر اس وقت بھی پانی جلدی نہ ڈالا جائے تو بہت جلد تمام ساز و سامان اور خود جل

ہوسڑدا: اُداس ہے۔ کوہ شکن۔ تیشہ زن کے عاشق فرہاد کا لقب ہے۔ بلبل: بلاؤ، آواز۔ زیان: نقصان۔

جائیں گے۔

ایہو گلاں کردے آہے مائی پت فکر وچہ
آیا کوئی سنیہا لے کے آن کھلوتا در وچہ

دونوں ماں بیٹا اسی فکر میں باتیں کر رہے تھے کہ کوئی پیغام لے کر آیا اور دروازے میں آ کر کھڑا ہوگیا وہ دروازے میں ہی رک گیا۔

شاہپالے وَل ہو سلامی کر کے صفت دعائیں
کہندا حکم ہووے جند بخشو تاں مَیں عرض سنائیں

شاہپال کی طرف سلام کیا اور دعائیں دینے لگا اور کہنے لگا کہ جان بخشو حکم ہو تو میں بات کروں آپ اجازت دیں تو میں کہوں۔

شاہ شاہپال اشارت کیتی دس تیرا کم کہیا
کیہوس مَیں بدیع جمالے گھلیا دے سنہیا

شاہپال نے اشارہ کیا بتاؤ تمہارا کیا کام ہے اس نے کہا مجھے بدیع جمال نے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اس کا پیغام لایا ہوں۔

پھوپھی وَل روانہ کیتوس مینوں اندر خانے
سرو بانو نوں دیہ سنہیا گل اُوہدی شاہ مانے

اس نے اپنی پھوپھی کی طرف مجھے اندر گھر میں بھیجا تھا اس نے کہا تھا کہ میرا پیغام جا کر سرو بانوں کو دو شاہ اس کی بات مانتا ہے۔

آن لدھے ایہ بی بی ہوریں وچ حضور شہانے
جے آکھن تاں دیاں سنیہے نہیں تاں چلن خانے

اور بی بی صاحبہ یہاں آئے ہوئے ہیں آپ کے حضور ہیں۔ اگر کہیں تو میں بات کروں یا پھر گھر میں چلیں وہاں چل کر بات سن لیں۔

سرو بانو نے کہیا اگوں میں معلوم سنیہا
دس اتھے کوئی غیر نہ سُندا اکو ٹبر ایہا

سرو بانو نے آگے سے کہا مجھے پتہ ہے کونسا پیغام ہے۔ یہاں ہی بتاؤ اور غیر کوئی نہیں ہے ہم سب ایک ہی قبیلہ ہیں۔

ایلچی کہیا سنہیا ایہو ظاہر آکھ سناواں
کہیا بدیع جمال پری نے رو رو کے وَل ماواں

ایلچی نے کہا پیغام بھیجا ہے میں ظاہر ہی کہہ دیتا ہوں پری بدیع جمال نے اپنی ماؤں کی طرف رو کر کہا ہے۔

حیف مینوں جے اُوہ شاہزادہ زندہ پرت نہ آیا
مرساں کھا کٹاری مَیں بھی ظاہر آکھ سنایا

مجھے افسوس ہے کہ اگر وہ شہزادہ زندہ واپس نہ آیا تو میں چھری مار کر مر جاؤں گی اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے میں زندہ نہیں رہوں گی۔

اوس بندے نے میرے پچھے جھلے ایڈ کُشالے
اکھیں ڈٹھے باجھ پیارے قول روحاں دے پالے

اس انسان نے میرے لئے اتنے دکھ مصیبتیں برداشت کی ہیں اس پیارے نے بن دیکھے ہی روحوں کے وعدے وفا کیئے ہیں۔

میرے پچھے جان ونجائیوس جے کُٹھا پھڑ دیواں
ایسے مرد وفائی پچھے مَیں کیوں جند نہ دیواں

اس نے میرے پیچھے اپنی جان دی ہے اگر اسے دیوؤں نے مار دیا تو ایسے وفادار انسان کیلئے میں اپنی جان کیوں نہ دوں۔

ٹبر: قبیلہ، خاندان۔ پرت: واپس۔

ہر پمن دے والوں کردے ہنجوں موتی گُلیاں
جس راہ ٹُردی ستدی جاندی سے لڑیاں املیاں

ہر پمنی کے بال سے آنسو موتیوں کی طرح گر رہے تھے اور جس راہ پر چلتی جاتی آنسوؤں کے موتیوں کی لڑیاں راستے میں پھینکتی جاتی تھی۔

وچہ بازاراں گلیاں وَتے کھلے وال دیوانی
اندر تتا مندا چتا سر گھٹا منہ پانی

بازاروں اور گلیوں میں دیوانوں کی پھرتی اور بال کھلے گلے میں پڑے تھے۔اندر غم دل پریشان سر میں خاک اور منہ میں پانی۔

کرے وَچھاپ ملاپ سجن دے اُچی سد سناوے
دوہڑے بیت الاوے غزلاں سد سراں کر گاوے

محبوب کے ملاپ کیلئے کرلاپ کرتی اور اونچی آواز میں پکارتی تھی۔دوہڑے بیت غزلیں اونچی سروں گاتی روتی کرلاپ کرتی چلاتی تھی۔

حال بدیع جمال پری دا جو ویکھے سو سڑدا
جوبن شان گمان محمدؒ نس گیا لاہ پڑدا

بدیع جمال پری کو جو بھی ایسی حالت میں دیکھتا اس کا دل جلتا تھا۔اس کا حسن اور شان و شوکت اور فخر پردہ اتار کر بھاگ گیا تھا۔وہ رنگینیاں غائب ہو چکی تھیں۔

عشقے آن کیتا گھر خالی نفسیوں پھیر بہاری
نقش سجن دا ثابت ہویا بیٹھی دھوڑ غباری

عشق نے آ کر گھر صاف کر دیا تھا۔سکون فائدہ اس نے جھاڑو پھیر کر صاف کر دیا تھا۔اب تمام دھوڑ گرد و غبار بیٹھ چکا تھا اب محبوب کا نقش ظاہر ہو گیا تھا۔

درد غماں دے بھانبڑ بھڑکے اگ لگی جیوں ناری
ظاہر ہوئی محمد بخشا جگ پر دھواں دھاری

درد اور غموں کے شعلے نکل رہے تھے جیسے عورت کو آگ لگی ہوئی ہو پری جل رہی ہو۔اے محمدؒ بخش جہاں پہ اس نارِ عشق کی دھواں دھاری ظاہر ہو چکی تھی زمانے کو خبر ہو چکی تھی۔

چھپدے کد دلاں دے سَودے ہوندی خبر دَلالاں
باندا ہویا بھید ملک تے تک تک بُریاں چالاں

پَردوں میں دلوں کے بیوپار کب پوشیدہ رہتے ہیں دلالوں کو خبر ہو ہی جاتی، پَری کی ایسی بری حالت دیکھ کر اس کے عشق کا راز زمانے پر ظاہر ہو گیا تھا۔

مُلکاں وِچ کہانی ہوئی گھر گھر گلاں ٹریاں
جے سو بھید چھپایا لوڑن عشق دَسے کر کھریاں

تمام ملک میں باتیں پھیل گئی تھیں اور ہر گھر میں اس کی باتیں ہوتی تھیں۔اگر سینکڑوں کوششیں کریں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھا جائے لیکن عشق خود بھاگ بھاگ کر بتاتا ہے۔

جھولی پاء انگار محمدؒ کوئی بچا نہ سکے
عشقاں مشکاں تے دریاواں کون چھپائے ڈکے

اے محمدؒ اپنی جھولی میں انگارے ڈال کر کون بچا سکتا ہے عشق خوشبو اور دریاؤں کو کون روک سکتا ہے یہ چھپائے نہیں جاسکتے نہ

پمنیاں: پلکیں۔وَتے: پھرے گھومے۔وچھاپ: بین

سے بھرا تھا۔

منشی تیز نویس شتابی پوہتا وچ حضورے
زریں رقم جھیا خوش کاتب حرف اُوہدا تک جھورے

بہت تیز کاتب بادشاہ کے حضور حاضر ہو گیا سنہری تحریر لکھنے والا خوش نویس بھی اس کے حروف دیکھ کر اس کی تحریر دیکھ کر پچھتانے لگ جاتا تھا۔

کاغذ اُتے کالی کانی کیتی اُوس روانی
لکھے سخن کھرے جو دسے شاہ شاہپال زبانی

کاغذ پر اس نے کانی قلم سے لکھنا شروع کیا اور تیزی سے تحریر کر رہا تھا اس نے جو شاہپال جو بات زبانی بتا رہا تھا وہی حروف تحریر کئے تھے۔

لکھیا خط عجائب پتلی سوہنی صاف نوشتوں
حرفاں دی پھلواڑ بنائی باغ بہار بہشتوں

خط ایک خاص نمونہ بنا کر لکھا تھا اور بڑی خوشخط تحریر تھی۔ حروف کے پھول کھلا دیئے تھے جیسے جنت کے باغ میں بہار ہو۔

ہر ہر سخن میانوں باہر فولادی تلواراں
سخنوں سخت زبان محمدؐ کردی ماراں ماراں

اس کا ہر سخن اس طرح تھا جیسے تلوار میان سے باہر ننگی ہو۔ اے محمد سخن سے زیادہ زبان سخت تھی جو مار مار کر رہی تھی۔

خط تیار ہویا جس ویلے لگی مُہر شہانی
اوہو آہو خاطف ٹریا جس تن رڑکی کانی

جب خط تیار ہو گیا تو اس پر بادشاہی مہر لگا دی گئی۔ وہی آہو خاطف جو پہلے ہی پریشان تھا دکھی تھا وہی خط لے کر روانہ ہوا۔

سے (۱۰۰) کوہاں دا پینڈا کر کے قلزم اندر آیا
ہاشم دے دربارے جا کے ایلچی سیس نوایا

وہ سینکڑوں کوس کا فاصلہ طے کر کے قلزم پہنچا اور دیو ہاشم شاہ کے دربار میں اس ایلچی نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اسے سلام کیا۔

ادب سلام بجا لیاندے جیونکر ایلچی کردے
تھیلی کھول رکھے لے منشی پڑھ پڑھ کنبن ڈردے

آداب سلام بجا لایا جس طرح ایلچی کا طریقہ ہوتا ہے اور منشی تھیلی کھول کر رکھی اور پڑھ کر ڈرتے ہوئے کانپ رہے تھے۔

آ ساقی بھر دیہہ پیالہ اُوہ جمشیدے والا
کالی راتیں چانن لگے واہ خورشیدے والا

اے ساقی آ اور جمشید والا جام بھر کر دو جو اس کو پلایا تھا۔ اور سیاہ رات میں سورج کی طرح روشنی ہو جائے۔

ایسا مدھ جدھے چمکاروں ایہ شب کاگوں کالی
بن کے خاص عقیقی تارا گگن چڑھے فی الحالی

ایسی مدھ دو کہ جس کی چمک سے یہ کالے کوے کی طرح سیاہ رات میں خاص حقیقی ستارا بن کر آسمان پر فوراً چمکنے لگوں۔

نامہ شاہپال بہادر بطرف ہاشم

اوّل نام ربے دا لکھاں نامے دا سرنامہ
ننگا روح بندے دا کجیوس بخش جثے دا جامہ

خط کے آغاز سے پہلے اللہ کا نام لکھتا ہوں جو خط کا سرنامہ ہے۔ انسان کے ننگے روح کو اس نے جسم کا پردہ دے کر ڈھانپ

پُوہتا۔ پہنچا۔ رقم: تحریر۔ نوشت: تحریر۔ پینڈا: سفر۔ جامہ: لباس۔

دیا ہے۔

ہر دانش تھیں بخرا دتوس نالے دین ایمانوں
روزی دیندا حل کریندا مشکل سخت کمانوں

اس نے انسان کو ہر عقل سے حصہ دیا اور ساتھ ہی دین اور ایمان بھی دیا۔ روزی دیتا ہے اور ہر مشکل آسان کرتا ہے اور مشکل کام بھی آسان کرتا ہے۔

اسماناں دی رونق کردا روشن تارے لا کے
دھرتی آدم نال سہاوے آدم نوں حب پا کے

روشن ستارے نکال کر آسمانوں کی رونق بڑھا دیتا ہے۔ انسان میں محبت ڈال دی ہے زمین کو انسانوں سے سجا دیا ہے۔

دانا بینا زور آور ہے نالے بخشن ہارا
ہر دم مدد روحاں نوں دیندا عقلاں نوں چمکارا

دانا ہے دیکھنے والا ہے طاقتور ہے اور بخشنے والا بھی ہے ہر وقت روحوں کی مدد کرتا ہے اور عقل سے روشنی دیتا رہتا ہے۔

میرے جیہاں احمق بندیاں بے عقلاں بے ہوشاں
سخن وری دی خلعت بخشی پاء طبع وچ جوشاں

میرے جیسے احمق اور بے عقل اور بے ہوش لوگوں کو اس نے شعر لکھنے کی قدرت دی ہے اور طبیعت میں اتنا جوش دیا ہے۔

اکناں نوں ایہ تنگی دیندا روٹی باجھوں مردا
اکناں نوں ان منے خزانے غیبوں اگے دھردا

کسی کو یہ تنگی یعنی تنگ دستی دیتا ہے وہ روٹی کیلئے مرتے ہیں کسی کے آگے بغیر ماپ تول کے خزانے غیب سے دے دیتا ہے۔

ناں جس کم کمایاں کیتیاں اوسے دولت کھٹیاں
نہ جس عیب گناہ کمائے اوسے رنجاں کٹیاں

جس نے کمائی نہیں کی ہے وہ ایسے مال و دولت دے دیتا ہے اور جس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اسے دکھ برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

جو چاہندا سو کردا آپوں کوئی نہ حاکم اس دا
جان دیوے تاں زندہ بندہ کڈھ لئے تاں کسدا

جو بھی چاہتا ہے کر دیتا ہے وہ خود حاکم ہے اس کا کوئی حاکم نہیں ہے جب وہ کسی میں جان ڈالے تو انسان زندہ جب نکال لے تو مردہ ہو جاتا ہے۔

والے جتنا سیس نہ چائیے حکم اوہدے وچہ ہوئیے
اس بن ہور نہ حاکم کوئی جس درجا کھلوئیے

اس کے سامنے بال بھر بھی سر نہ اٹھائیں ہر وقت اس کی حاکمیت میں رہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی حاکم نہیں ہے جس کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوں۔

شابش رحمت اس بندے نوں جس نیواں در پھڑیا
اڑیا کھڑیا پڑ اس جیہڑا جھڑیاں اگے جھڑیا

اس انسان کیلئے شاباش ہے جو اس کے دروازے پر جھک گیا ہے اس نے ہر طرح میدان مار لیا جو اس کے دروازے پر گر گیا جو اس کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔

کی حاصل اس قوموں جیہڑے نہ حق قدر پچھانن
آفرین جنہاں نوں کہیے گالیں وانگر جانن

ایسی قوم سے کیا حاصل ہے جو حق کی قدر نہیں پہچانتے ہیں جنہیں آفرین کہیں وہ گالی کی طرح جانتے ہیں۔

بخرا: حصہ۔ حب: محبت۔ خلعت: شاہی دربار سے ملنے والا انعام۔

بھیج دو۔

تینوں مار کراں گا ایسی یا مریں یا نس سیں
میرے نال کھہیڑ غریباں کد قلزم وِچ وس سیں

میں تجھے ایسا سبق سکھاؤں گا یا تو مرے گا یا پھر بھاگے گا۔ میرے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے اے بیچارے تو قلزم میں کیسے رہ سکے گا۔

مینوں قسم زبور کتابوں تے داوَدؑ نبیوں
جے چڑھیا تاں قلزمیاندا مول نہ چھڈساں بیوں

مجھے مقدس کتاب زبور داوٗدؑ نبی کی قسم ہے اگر میں نے چڑھائی کی تو قلزم والوں کا بیج یعنی ان کا تخم بھی نہیں چھوڑوں گا۔

کیا قلزم کیا قلزم والے جے مَیں لشکر چاہڑاں
موم ہوون تک اگ غضب دی کِتے نہ دِسن لتاڑاں
توڑے توں بھی لکھ فولادی کر ہتھیار لیاندے
قوم ہوون تک اَگ غضب دی کتے نہ دِسن جاندے
تیر انداز نہ تکے اَگے تَد تُدھ تُندی چائی!
ہون لگوں سر صدقے آپوں مل مت رب بچائی

اگر میں لشکر کشی کروں تو کیا قلزم اور کیا قلزم والے اس کے لشکر فوج سمیت ہی میں اسے روند ڈالوں اور برباد کر دوں۔
بیشک تو نے لاکھوں فولادی ہتھیار لائے ہیں اور وہ غضب کی آگ دیکھ موم کی طرح نرم ہو جائیں گے اور کہیں جاتے نظر نہیں آئیں گے۔
تو نے آگے تیر انداز نہیں دیکھے ہیں تب ہی تو نے تیزی مچائی ہوئی اور تو خود ہی اپنا سر صدقہ کرنے لگا ہے مجھے آ کر ملو شاید تمہیں خدا بچالے۔

بھن کماناں اگ وِچ سٹ کے تیراں دے پر ٹکے
لاہ زرہ لاء ململ آء مل پاء گلے وِچ ٹکے
نہیں تاں ایسے کن پھڑاسا جانیں گا مَیں کی ساں
ٹھنڈا ویکھ نہ ہووِیں گیرا تپیا تاں رت پیساں
ہوندے زور جراں میں قوت صلحوں مکھ نہ موڑاں
حاضر ہووے چیز اساڈی جو کجھ منگاں لوڑاں

کمانیں توڑ کر آگ میں ڈالو اور تیروں کو پھینک دو زرہ اتار دو۔ ململ پہن کر اور گلے میں پٹکے ڈال کر مجھے آملو۔
نہیں تو ایسے کان پکڑاؤں گا تو جانے گا کہ میں کیا تھا مجھے ٹھنڈا دیکھ کر اتنا خود اعتماد نہ بنو اگر گرم ہوا تو پھر خون پیوں گا۔
میں طاقت ہوتے ہوئے بھی برداشت کرتا ہوں اور صلح سے منہ نہیں پھیرتا ہوں اور میں جو مانگ رہا ہوں وہ چیز حاضر کی جائے۔

سیف ملوکے نوں پھڑ بانہوں لے آ پاس اَساڈے
توں نہیں پتیو دادا تیرا مڈھوں داس اساڈے

سیف ملوک کو بازو سے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ تو تمہیں تمہارا باپ دادا شروع سے ہمارے خدمت گار ہیں۔ ہمارے خادم ہیں۔

تندی تیزی نت نہ پچدی کرلے رات دہاڑی
کس تھیں لہے کمان اساڈی رب او تیرے چاہڑی

جلدی ہمیشہ ہضم نہیں ہوتی ہے رات دن کر لو کسی سے ہماری کمان کیسے اتر سکتی ہے یہ رب تعالیٰ نے اونچی کی ہے۔ اسے

بیوں: تخم، بیج۔ داس: خادم، خدمتگار۔ پچدی: ہضم ہوتی۔

کرے گا دیکھا جائے گا۔

جاں خط پڑھ سنایا منشی تیل اگی پر پایا
جلد جواب ایہدا مڑ لکھو ہاشم شاہ فرمایا!

جب منشی نے خط پڑھ کر سنایا جیسے آگ پر تیل ڈال دیا گیا ہو ہاشم شاہ نے کہا کہ اس کو فوراً واپس جواب تحریر کرو۔

لے کانی مسوانی منشی نال طبیعت دانی
لکھ جواب شتاب ٹکایا سن سن سخن زبانی!

کاتب نے قلم پکڑی اپنی سوچ اور عقل سے فوراً جواب تیار کر دیا جو وہ زبانی بتاتا جاتا تھا کاتب نے کاغذ پر رقم کر دیا۔

پاء لفافے تھیلی اندر ڈال رقعہ بند کیتا
آہو خاطف دے ہتھ دِتا لے کے گیا چوپیتا

اسے لفافے اور تھیلی میں ڈالا اور خط بند کیا اور وہی دیو آہو خاطف ایلچی جو خط لایا تھا اسے دیا اور وہ خاموشی سے واپس لے آیا۔

شاہپالے وَل ہو سلامی تھیلی چاء گزرانی
منشی کھول وکھاندا جاندا سخن پروتے گانی

شاہپال کو اس نے سلام کیا اجازت لی اور وہ تھیلی اس کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور منشی پڑھ کر سناتا جاتا تھا تمام باتیں ہار کی طرح پروئی ہوئی تھیں۔

گھڑی تروٹک جھب دیہ ساقی درد منداں دارو
دیہ شراب اجیہا جس دی مستی ودھ شماروں

اے ساقی ابھی پیاس کا وقت ہے درد مندوں کی وہ دور جلدی دو۔ ایسی شراب دو جس کی مستی حساب سے باہر ہو۔ نہایت نشیلی ہو۔

اس پانی دے زوروں میں بھی اگدی پوجا چاواں
گورو گوراں دا جو فرماوے سبھ بجا لیاواں

اس پانی کے زور سے میں آتش کی پرستش کیلئے جاؤں گروؤں کا گرو جو فرمان جاری کرے میں اس کے حکم کی تعمیل کروں۔

جواب نامہ ہاشم شاہ بطرف شاہ شہپال و برخاستن جنگ از غضب کمال

سر مُنہ اکھیں پر خط منیاں سر خط دا جواناواں
شالا اُوسے نام سچے توں میں بھی صدقے جاواں

تمہارا خط سر آنکھوں پر مان لیا اس کا جو نام ہے خدا کرے میں بھی اسی سچے نام پر قربان ہو جاؤں۔

مٹی وچوں کڈھ دکھاندا سوہنے پھل ہزاراں
خاکوں چاء اچیرے کردا سرو بلند چناراں

مٹی سے ہزاروں پھول خوبصورت نکال کر دکھا دیتا ہے خاک سے اٹھا کر سرو اور چناروں کو اونچا کر دیتا ہے۔

ویکھو کیڈ بلندی دتیوس اِڈ آسمان بلنداں
نور اپنے تھیں روشن کیتوس دیدے دانشمنداں

دیکھو اتنے اونچے آسمانوں کو کتنی اونچائی دی ۔ اور اپنے نور سے عقل مندوں کی آنکھیں روشن کر دی ہیں انہیں بینائی

رقم: تحریر۔ دارو: دوا، شراب۔ گورو: گُر بتانے والا، مرشد، استاد۔ دیدے: آنکھیں۔

کر سکے گا۔

ہاشم نال دلیری کہندا اک بگھیاڑ شکاری
بہتیاں بھیڈاں تھیں کد ڈردا سُو مثال ہماری

ہاشم نے بڑی دلیری سے کہا کہ ایک شکاری بھیڑیا زیادہ بھیڑوں سے کب ڈرتا ہے وہی مثال ہماری ہے ہم اس سے کیسے ڈریں گے۔

ہاشم دی سن ایڈ دلیری تکڑے ہوئے سپاہی
غل پیا سبھ قلزم اندر ٹر آئی ہے شاہی

ہاشم شاہ کی اتنی بڑی دلیری دیکھ کر فوج کے سپاہی بڑے دلیر ہو گئے۔ اور تمام قلزم میں شور پڑ گیا اور تمام بادشاہی کے لوگ چل آئے۔ اکٹھے ہو گئے۔

ہاشم قلزم دے سلطانے پتہ پیا اس گل دا
اس بھی فوج اکٹھی کیتی حکم جتھے تک چلدا!

قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ کو اس بات کا پتہ چلا کہ شاہپال جنگ چاہتا ہے اس نے بھی اپنی فوج اکٹھی کی جہاں تک اس کا حکم اور بس چلتا تھا۔

لشکر جمع ہویا جس ویلے شاہے لیا الیماں
منشی اَنت سنبھالن لگے چڑھیئے طرف غنیماں

جس وقت لشکر اکٹھے ہو گئے تو بادشاہ نے حساب لیا اور منشی ان کا حساب لگانے لگا اور ہم لٹیرے دیوؤں کی طرف چلتے ہیں۔ جو بڑے لڑاکا دیو تھے۔

لکھ پری وِچ گنتر آئی چہل (۴۰) ہزار عفریتاں
کیتوس سبھ اسباب اکٹھا کر جھگڑے دیاں نیتاں

ایک لاکھ پری اور چالیس ہزار بہادر دیو گنتی میں آئے اور ملک کیلیے جو بھی ضروریات تھیں ان کا بندوبست کیا اور جنگ کا پکا ارادہ کر لیا۔

سنگلا دیپوں نکل ،ہاشم آن لتھا وِچ پڑدے
تر شاہپال بہادر اودھروں چڑھیا گھوڑے چڑدے

سنگلا دیپ سے نکل کر ہاشم میدان جنگ میں آ گیا تھا اور شاہپال بہادر بھی چل کر ادھر سے چل کر ضد کے گھوڑے چڑھا ہوا تھا۔

دوئے گھٹاں برابر ہویاں آہموں ساہمنے ڈیرے
ہاشم دی جندوڑ وڑ نکلے منہ کیویں ہن پھیرے

دونوں گھٹائیں برابر آ گئیں تھیں ایک دوسرے کے برابر ڈیرے تھے اور اب ہاشم شاہ کی جان پر بنی ہوئی تھی اب کیسے منہ موڑ سکتا تھا۔

میر وزیر سبھو رَل بیٹھے پچھدا شاہ صلاحاں
تسیں اساڈے بیڑے اندر ہر اِک مثل ملاحاں
دسو کی تدبیر کچیوے مشکل بنیاں کاراں
چڑھ آیا شاہپال بہادر کردا ماراں ماراں

امیر وزیر تمام رَل بیٹھے اور شاہ ان سے مشورہ کرنے لگا کہ آپ لوگ بیڑے کے ملاحوں کی طرح ہیں اَب ان کیا کیا جائے۔ آپ لوگ بتاؤ کہ اب کیا تدبیر کی جائے کہ بڑا مشکل وقت آ گیا ہے شاہپال بہادر بھی پوری تیاری کے ساتھ آ گیا ہے۔

نو: وہ، وہی۔ الیماں: بندوبست۔ پڑ: میدان۔ چڑ: ضد۔ کچیوے: کی جائے۔

دکھاؤ۔ دلیری رکھو۔

ایلچی گھل کے پتہ کراؤ کس مطلب شاہ آیا
جے اس سیف ملوکے کارن ایہ ہنگامہ چایا
اکھ گھلو اوہ آوندیاں ہی قتل کیتا بن خبروں
جے توں طلب کریں اَج شاہا کیونکر کڈھیئے قبروں

ایک ایلچی بھیج کر پتہ لگاؤ کہ بادشاہ کس مقصد کیلئے آیا ہے اور اگر اس نے صرف سیف ملوک کیلئے یہ تمام ہنگامہ برپا کیا ہے اس کے لئے لڑنا چاہتا ہے کہ اسے پیغام بھجوادو کہ اسے ہم نے آتے ہی بے خبری میں مار دیا تھا اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اگر اے بادشاہ تو اسے آج مانگتا ہے اسے کیسے قبر سے نکالیں۔

جے شاہپال اسے کم چڑھیا لاہ امید مڑے گا
عذر تواضع ایسں کراں گے کیوں تا جنگ جوڑے گا

اگر شاہپال اسی غرض سے آیا ہے تو نا امید ہو کر واپس چلا جائے گا اور اس کیلئے اس سے ہم عذر خاطر کریں گے پھر کیسے جنگ ہو گا۔

جے کجھ ہور انہاں دل غصہ تاں بھی دس گھلن گے
اپنا آہر ایسں بھی کرساں جی کجھ وس چلن گے

اگر ان کے دل میں اور کوئی غصہ ہو تو تب بھی وہ لکھ بھیجیں گے پتہ چل جائے گا اور پھر ہم بھی اپنا بس لگائیں گے جو کچھ ہم سے بن پڑے گا۔

ایلچی ہتھ منگاؤ خبراں ایویں بھلا نہ چڑھناں
صلح ہووے تاں واہ بھلیرا جنگ ہووے تاں لڑناں

ایلچی کے ہاتھ پتہ لگاؤ ایسے چڑھائی کرنی اچھی نہیں ہے صلح ہو جائے بڑی اچھی بات ہے اگر پھر لڑائی ہو تو پھر لڑیں گے پھر ڈر کیسا۔

ہاشم شاہ نے ایلچی بھیجے وَل شہپال بہادر
کیت سببوں لشکر لے کے آیا شاہ اکابر

ہاشم نے شاہپال کی طرف ایلچی بھیجا کہ کس مقصد کیلئے شاہ بہادر آئے ہیں وہ بات ہمیں بھی بتائی جائے آپ کا چڑھائی کر کے آنے کا مقصد کیا ہے۔

جیکر طلب ولایت والی آپ ہوویں انصافی
ایڈے ملکوں میں اک کوچہ توں شاہی کوہ قافی

کہ اگر آپ کو ملک کی غرض ہے تو آپ خود ہی انصاف کرو کہ اتنے بڑے ملک سے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوں اور تمہاری کوہ قافوں تک بادشاہت ہے۔

میں بیٹھا اِک ٹاپو اندر صبر قناعت کر کے
نال تیرے کوئی شرکت ناہیں توں بھی بہو کھاں جر کے

میں تو ایک جزیرے میں بیٹھا ہوں اس پر صبر قناعت کرتا ہوں تیرے ساتھ میرا کوئی مقابلہ نہیں ہے آپ بھی برداشت کر کے بیٹھیں۔

حضرت نبی سلیمانؑ والی ہاتھ تیرے سبھ شاہی
مَیں اِک گوشہ ملیا جیونکر لیئے جگیر سپاہی

حضرت نبی سلیمانؑ والی تمہارے ہاتھ میں شاہی ہے میں نے تو ایک کونہ سنبھالا ہوا ہے جس طرح ایک سپاہی کو جاگیر ملی

بھلیرا: بھلا، بہتر۔ ولایت: بادشاہی، حکومت۔

میں بھیڑے نوں نظر نہ آیا کامل شوق تکن دا
وچہ فراق اُوہدے ہن مرساں نہیں سواد بچن دا

کہ میرے جیسے برے کو اس کا دیدار نصیب نہ ہوا مجھے اسے دیکھنے کا بڑا شوق تھا اب میں اس کی جدائی میں مروں گا اب جینے کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

لشکر فوج سمیت مراں گا ہاشم دے سنگ لڑ کے
سیف ملوک اُتوں سبھ وارے کی کرنے گھر کھڑ کے

اپنی فوج اور لشکر کے ساتھ ہاشم سے لڑ کر مروں گا۔ سبھ سیف ملوک سے قربان کئے اب واپس گھر لے جا کر کیا کرنے ہیں اسی پر قربان کر دوں گا۔

پھر سوگند اُٹھائیوس بھاری غصے جان جلائی
قسم مینوں اس رب سچے دی جس وِچ غلط نہ کائی

غصے نے اس کی جان جلا دی تھی اور اس نے بڑی قسم اٹھائی۔ مجھے اس میرے رب سچے کی قسم ہے جس کی ذات گناہوں سے پاک ہے۔

اس جائیوں مڑ جاساں ناہیں جب لگ دم حیاتی
قلزم ملک ویران کراں گا مار دیواں دی ذاتی

جب تک میری زندگی کے سانس باقی ہیں اس جگہ سے واپس نہیں جاؤں گا اور اس قلزم ملک کو نیست و نابود کر دوں گا اور دیوؤں کی نسل کو مار دوں گا۔

بچہ کچا اس جنسے دا پٹاں تخم زمینوں
چھڈساں نہ اِک بال اُنہاندا قسم اسلاموں دینوں

اِس کی نسل کا تمام بچہ کچا سب ختم کر کے زمین سے بیج ہی ختم کر دوں گا اِن کا بچہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے دین اسلام کی قسم ہے۔

کر گلاں شہپال شہزادے ایلچی رُخصت کیتے
دتا حکم چڑھو سبھ لشکر بیٹھے کیوں چو پیتے

اور پھر شاہپال بہادر نے ہاشم کے ایلچی رخصت کئے اور تمام افواج کو حکم دیا کہ ان پر چڑھ دوڑو آپ کیوں خاموش بیٹھے ہو حملہ آور ہو جاؤ۔

طالع روز ستارے سوہدے گھڑی مبارک تکی
فالاں نیک پیاں جس ویلے ساعت آئی زکی

اپنے مقدر کے نیک ستارے دیکھے اور جب مبارک وقت دیکھا جس وقت نیک فالیں پڑیں اور اچھی گھڑی دیکھی اور عقل و سوچ سے غور کیا۔

چاوا گاں شاہپال بہادر چڑھیا جنگ کرن نوں
لک بدھی تلوار فولادی زرہ لگائی تن نوں

اور شاہپال بہادر نے جنگ کرنے کی ٹھان لی جنگ کیلئے تمام تیاری کر لی اپنی کمر سے فولادی تلوار باندھی اور جسم پر زرہ لگالی۔

اوہ تلوار اُوہدی سی کنجی سب ملکاں دے دردی
سنگلدیپ جیہاں در بنداں فتح ہمیشہ کردی

اس کی وہ تلوار تمام ملکوں کے دروازوں کی چابی تھی اور سنگلدیپ جیسے بند دروازوں کو ہمیشہ فتح کرتی آئی تھی اس نے اس ایسے کئی معرکے سر کئے تھے۔

سوگند: قسم۔ تخم: بیج۔ سنگلدیپ: جزیرہ۔ دَر: دروازہ۔

کجھ مقدور کسے دا ناہیں انگل کرے اچیری!
جو سر کڈھے تیغا وڈھے چاہے جنگ ہنیری
نیزے سل سل ٹانگے لاون سینہ سلن سانگاں
مردے ہاڑ لگی وچ رن دے لوہو چڑھیاں کانگاں

کسی کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ انگلی بھی اونچی کرے جو بھی سر نکالتا تلوار اسے کاٹ دیتی تھی جنگ کیا ایک اندھیر مچ گیا تھا۔ نیزے جسموں کو اس طرح بیندھ کر ڈھیر لگا رہے تھے میدان میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور خون کا سیلاب آیا ہوا تھا۔

بھلے بھلے تن سلے بھالے بھلے ٹبر ٹیراں
چھُریاں چیز نکالے پتے مغز سراں چوں تیراں

اچھے اچھے جسم بَرچھی نے زخمی کیے تھے اور وہ اپنا قبیلہ خاندان بلکہ اپنی شناخت بھی کھو بیٹھے تھے اور چھریوں نے چیر کر پتے نکال دیئے تھے اور سر سے مغز تیروں نے نکال دیا تھا۔

پیش قبض دی قبض چروکی کھلی اوس دہاڑے
ماری بوک لہو دی پڑوچہ پیٹ پنجر پڑ پاڑے
چلی سیف صفائی صفائیوں صفن صاف کریندی
چیر لوے کوہ قافاں تائیں سچی لاف مریندی
موجاں مار چلے ہڑ خونی دم دم وچ چڑھاواں
تھم تھم کے تھم جھنڈیاں والے رکھن کھلے تڑانواں

اور قبض کی قبض بڑی دیر کی تھی لیکن اب کشا ہوگئی تھی اور میدان میں خون کی بوک ماری پیٹ پنجر اور پڑ پھاڑ دیئے تھے۔ ایسی صفائی سے تلوار چلی کہ سب صفایا کرتی گئی۔ وہ سچی شیخی بگھارتی تھی کہ کوہ قاف کو بھی چیر دے گی۔ لہریں مارتے ہوئے خون کے دریا چل نکلے اور پل پل طغیانی آ رہی تھی سنبھال سنبھال کر جھنڈوں والے ستون تھامیں رکھتے اور رتاویں کھینچتی ہوئی تھی۔

مہر محابا رہیا نہ قطرہ ناں غم خطرہ جانوں!
امن امان خلاصی نٹھی واسے چھوڑ جہانوں!
چھم چھم وسن تیر خدنگی جیوں رتھ پھاگن والے
چھک کماناں پئی جواناں ہتھیں پڑ پڑ چھالے

ترس اور محبت ذرہ بھی نہ آ رہی اور نہ جان جانے کا غم رہا تھا امن سکون جہان کی سکونت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ خدنگی تیر چھم چھم ماہ پھاگن کے بادلوں کی بارش کی طرح برس رہے تھے اور کمانوں کو کھینچ کھینچ کر جوانوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔

ایسی گرم لڑائی گوہڑی دوہاں پہاڑاں چائی
نعلاں وچوں ڈھین اواڑے اگ دسے ہر جائی
ادھروں ہاشم شاہ مریندا پھر دا وچ سپاہے
گجدا مار نہ رجدا خونوں وانگر شیر سیاہے
شارستانی مارن کارن لاوے زور جوانی
لمیں ہتھ کرے پڑہتھی بنیا بہمن ثانی!

ایسی جنگ دونوں پہاڑوں نے چائی تھی کہ گھوڑوں کی کھریوں سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہر جگہ دکھائی دے رہی تھیں۔ اور ادھر ہاشم شاہ سپاہ میں قتل عام کرتا پھرتا تھا۔ گرجتا اور قتل عام سے اُس کا جی نہیں بھرتا تھا جس طرح شیر اور خرگوش میں ہوتا ہے۔ وہ شارستانیوں کو مارنے کیلئے اپنی جوانی کی طاقت لگا رہا تھا۔ وہ لمبے ہاتھ کر کے بھڑ ہتھے مار رہا تھا وہ بہمن بنا ہوا تھا۔

محابا: محبت۔ اواڑ: چنگاریاں۔ رجدا: سیر ہوتا۔ بھڑ ہتھے۔ دونوں ہاتھوں سے۔

ہاشم نے فرمایا اگوں ڈریو نہیں دلیرو!
کٹھا ہو پوؤ سبھ لشکر شاہپالے نوں گھیرو

ہاشم نے آگے سے فرمایا دلیر جوانوں ڈرو نہیں کہ تمام لشکر ایک ساتھ مل کر حملہ کرو اور شاہپال کو گھیر لو اس کا خاتمہ کرو اسے قابو کرلو۔

گھیرا پا چو طرفوں فوجاں آن پیاں شاہپالے
کر کر چھٹ سٹاں وٹ مارن کس کس دے پھٹ ٹالے

چاروں جانب سے فوجوں نے شاہپال کے گرد گھیرا ڈال لیا اس پر تمام طرف سے حملہ آور ہوتے وہ کس کس کے وار روکتا کس کا وار بچائے۔

جاں شاہپال ڈِٹھا اُوہ غوغا للکریاں تد فوجاں
جوش خروش کریندے پھتے جیوں دریاویں موجاں
آخر فوج اکٹھی ہوئی جیوں کیڑے یا مکڑی
ہوندا جائے جنگ لڑائی پل پل اندر تکڑی

جب شاہپال نے یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنی فوج کو للکارا اور دریا کی موجوں کی طرح جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔
آخر کار فوج اکٹھی ہوگئی کہ جس طرح کیڑے اور مکڑی ہے اور ہر پل لڑائی تیز ہوتی جاتی تھی لڑائی میں تیزی آ رہی تھی۔

شمشیراں فولادی چمکن چلن تیر خدنگی
اک کیڑے دے چلن جوگی زمیں نہ لبھے ننگی

فولادی تلواریں اور فرنگی تیر چمک رہے تھے اور چیونٹی کے گزرنے کے لئے بھی خالی جگہ نہیں مل رہی تھی اتنی بھیڑ ہوگئی تھی۔

سر پر چھاؤں کیتی ہتھیاراں سورج اکھ چھپائی
مچھر نوں پر مارن جوگی تھاں نہ وِچ ہوائی!
زہری پین زنبوراں وانگن کر کر ہتھ کرارے
پھٹے گڈے ہون اگیرے چھوڑ پچھیرے مارے

سر پر اس طرح ہتھیاروں نے سایہ کیا ہوا تھا کہ سورج بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور مچھر کو اڑنے کے لیے ہوا میں جگہ نہیں ملتی تھی۔
زہری شہد کی مکھیوں کی طرح پڑ رہے تھے اور خوب جوش سے حملہ آور ہو رہے تھے اور پھر زخمی گرتے اٹھتے آگے بڑھ رہے تھے پچھلے مرے ہوؤں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔

پنبے اڈدے جان تناں دے جیوں تیلی روں تُنبے
نیزے برچھے جا جا رگڑن انبر اُتے سُنبے

جانیں اور جسم دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ رہے تھے جس طرح تیلی روئی کی حالت کرتا ہے نیزے اور برچھیوں کے سُنبے آسمان پر جا کر رگڑتے تھے۔

والوں والوں مڑھکا آیا ڈریا دھول وبالوں
ہتھیاراں دے کنڈے چبھن انبر اڑیا چالوں!

ہر بال سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اس مصیبت سے دھرتی کا راجہ بھی خوفزدہ ہوگیا تھا اور ہتھیاروں کے کانٹے چبھنے کی وجہ سے آسمان بھی رک گیا تھا چل نہیں رہا تھا۔

برچھی سانگ موہوں موہنہ وجے ساہ نہ نکلن دیندی
جھٹک نہ رہندی اٹک کٹاری وتدی کٹک مریندی

برچھا اور تیرے منہ پر لگ رہے تھے اور سانس لینا بھی دشوار تھا اور جھٹکنے سے چھری بھی نہیں رک رہی تھی وہ بھی قتلام کر

زنبور۔ بھڑ۔ پنبا۔ دھنکی ہوئی روئی۔ سنبے: کیل، پھل۔ مڑھکا: پسینہ۔ دھول: پاتال کا راجہ۔ کٹک: لشکر۔

اس شاہاں دی شورش شروں شادی گئی جہانوں
مرن جوان نہ ہارن ہمت ڈرن نہیں جند جانوں

شاہوں کی اس لڑائی سے جہان کی خوشی ختم ہوگئی تھی اور جوان مر رہے تھے لیکن ہمت نہیں ہار رہے تھے اور انہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔

اک مرے مڑ دوجا آوے جان تلی پر دھر کے
شیر جوان کرن جند بازی اٹک نہ رہندے ڈر کے

اگر مَرتا تو پھر دوسرا جان ہتھیلی پر رکھ جاتا۔ شیر جوان جان کی بازی لگا رہے تھے اور ڈر کے رکے نہیں رہتے تھے۔

اک دوجے دی لین ازمایش خوب کرن بھڑ ہتھے
اک زخمی ہو ونجن ڈیرے اِک ہرن سر لتھے

ایک دوسرے کی آزمائش کر کے خوب بھڑتھا بازی کرتے تھے کوئی زخمی ہو کر اپنے ڈیرے چلا جاتا اور کوئی وہیں جان کی بازی ہار جاتا تھا۔

اک سپاہی قلزمیاں دا گجدا پڑوچہ آیا
اکھیں بلن المبے اگ دے تیزی تندی چایا

ایک سپاہی قلزم والوں کا میدان میں بڑا گرجتا ہوا آیا اور آنکھوں میں ابلنے جل رہے تھے اور بڑی تیزی میں تھا اور بڑا تکبر میں تھا۔

سنجاں نال ہویا ہشتاقی رہندا نہیں نچلا
پڑوچہ کھلا ونگارے کوئی آ کر لڑو اکلا!

اور سیخوں سے بڑا بکتر بند بنا ہوا تھا اور آرام سے نہیں بیٹھ سکتا تھا اور میدان میں آ کر للکار رہا تھا کہ آؤ کوئی بھی اکیلا آ کر میرا مقابلہ کرو۔

جے کوئی جاوے پرت نہ آوے ہاڑ اندر اُوہ رکھدا
جاندا آپ لہو دا تسا زہر پیالہ چکھدا

اگر کوئی جاتا تو وہ زندہ واپس نہ آتا اور وہ اپنے وار کے نیچے رکھتا۔ خود خون کا پیاسا تھا اور زہر کا پیالہ پیتا تھا۔

بوہت دلیر ڈرے اس شیروں کوئی نہ ہووے اگیرے
مستی تے مغروری چایا رن وِچ گھوڑا پھیرے

اس دلیر سے بہت ڈرتے تھے اور کوئی آگے نہیں جاتا تھا۔
مستی اور تکبر میں تھا اور میدان میں گھوڑا بھگا رہا تھا۔

ساعت گزر گئی اس گل نوں تاں اک شارستانی
وچلی فوج وچوں اُٹھ آیا جیئوں ترکش دی کانی

اس بات کو کوئی پل گزر گیا تو تب ایک شارستانی وسطی فوج سے نکل کر آیا اور تیر جیسی تیزی سے اس کے پاس آ گیا۔

جوش خروش کریندا آوے وانگر ندی اٹک دی
کندھے اوپر ڈھال کھڑکدی گل وِچ تیغ لٹکدی

وہ دریا اٹک یعنی دریائے سندھ کی طرح جوش و خروش کرتا آ رہا تھا اور اس کے کاندھے پر ڈھال تھی اور گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔

آسن جم اٹھاوے گھوڑا سر پر نیزہ پھیرے
اس اگلے نوں آکھن لگا چڑھیس اگے میرے

وہ اپنی سواری پر بیٹھ کر گھوڑا دوڑا رہا تھا اور سر پر نیزہ گھما رہا تھا اور اس آگے والے کو کہنے لگا کہ اب تم میرے آگے چڑھ گئے ہو۔

ہتھ میرے ایہ تیغ سروہی بھریا زہر پیالہ
قلزمیاں دے سر دھڑ تائیں کردی اِک نوالہ

میرے ہاتھ میں یہ سروہی تلوار ہے جیسے زہر کا بھرا ہوا پیالہ ہوتا ہے۔ یہ قلزم والوں کے سر اور جسم کو ایک ہی نوالا کرتی ہے۔

ندی اٹک: دریائے اٹک۔ تیغ: تلوار۔ سروہی: کوہ آبو کی ایک ریاست جہاں کی تلواریں دنیا میں مشہور ہیں۔

قید ڈرگ اندر سی پایا آؤ چل وکھاواں!
جے اس نوں رب زندہ کڈھے مَیں چھٹکارا پاواں

ایک کنویں میں اسے قید کیا ہوا ہے آیئے میں چل کر آپ کو دکھاتا ہوں اگر اسے خدا نے زندہ رکھا ہوا ہے تو مجھے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔

ہاشم نال لیا شاہپالے ہور امراء چنگیرے
رستم ثانی دیو سپاہی بہتے بھلے بھلیرے

ہاشم نے شاہپال کو ساتھ لیا اور کچھ اور امیر ساتھ ہو لئے اور رستم ثانی بہادر دیو جو اچھے نیک تھے وہ بھی ساتھ لئے۔

سنگلدیپ اندر شاہ آیا ہاشم نال لیایا
اوس درگ اُتے جا پہتے جا سر پوش لہایا

شاہپال سنگل دیپ کے اندر آیا اور شاہ ہاشم ساتھ لایا اس کنویں پر پہنچ کر اس کا ڈھکن اوپر سے ہٹا دیا کنویں کا منہ ننگا کر دیا۔

شاہ شاہپال کھوہے وِچ اڑ کے آپ مریندا آلے
کہندا اے فرزند پیارے عشق کماون والے

شاہپال کنویں میں جھک کر خود آوازیں لگانے لگا اور کہتا اے میرے پیارے بیٹے عاشق۔اے بیٹے عشق کی راہ میں چلنے والے۔

بیٹا سیف ملوکا میں ہاں باپ بدیع جمالے
زندہ ہیں تاں بول شتابی ہتھیں آپ نکالے

اے بیٹا سیف ملوک میں بدیع جمال پری کا باپ ہوں اگر زندہ ہے تو بولو میں تجھے خود اپنے ہاتھوں سے نکالوں گا تجھے جلد باہر نکالا جائے۔

لاغر بدن شہزادہ ہویا اچا بول نہ سکدا
کہیوس بادشاہا میں زندہ راہ تساڈے تکدا

لاغر بدن شہزادہ اونچی آواز میں نہیں بول سکتا تھا۔اس نے دھیمی آواز سے ہی کہا اے بادشاہ سلامت میں زندہ ہوں۔

مساں مساں کجھ پہتا اُتے نرم آواز نکھٹا
شاہپالے نوں خوشیاں ہویاں غم بیٹی دیوں چھٹا

بمشکل ہی کچھ دھیمی سی آواز اوپر پہنچی بڑی کمزور سی آواز آئی۔
شاہپال کو بڑی خوشی ہوئی وہ بیٹی کے غم سے آزاد ہو گیا۔

صدقے بہت خیرایت کیتی ونڈے مال خزانے
دلوں زباناں رب سچے دے لکھ پڑھے شکرانے

اس نے بہت صدقات خیرات دی اور بڑے خزانے خرچ کئے دل اور زبان سے اس کا بہت شکرانہ ادا کیا اس کی رحمتوں کا اعتراف کیا۔

خاص وزیر آہا جو اپنا شاہ اس نوں فرمایا
شربت شمع پوشاکی دے کے کھوہے وِچ وگایا

اس کا اپنا جو خاص وزیر تھا اس سے کہا اور اسے شربت شمع اور پوشاک دے کر اسے کنویں میں اتارا گیا اسے سیف کے پاس کنویں میں بھیجا۔

عطر عبیر گلابوں شیشے نال پچائے بھر کے
ونج وزیر کھوہے وِچ پہتا حکم سرے پر دھر کے

عطر عبیر گلابی شربت کے شیشے بھر کر پوجائے وزیر جب کنویں کی تہہ پر جا کر پہنچا بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

جدوں وزیر تھلے ونج پہتا نظر پیوس شاہزادہ
نیوں نیوں ہویا وزیر سلامی کر کے ادب زیادہ

جب وہ وزیر کنویں میں گیا تو اسے وہ شہزادہ نظر آیا اور وزیر نے اسے جھک کر سلام کیا اور اس کا بڑا ادب واحترام کیا۔

ڈرگ۔کنواں۔آلے: آوازیں۔پہتا: پہنچا۔

کپ کلیجا بیرے کیتوس کرد قہر دی وگی
رات دہاں دل سڑ سڑ سُلگے جیئوں بوٹی وِچ اگی

تو نے ایسی ظلم کی چھری چلائی کہ میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے اور اب رات دن میرا دل اسی طرح جلتا رہتا ہے جیسے آگ میں گوشت کا ٹکڑا۔

گجھے روگ میری جند ماری تدھ علاج نہ کیتا
شربت منگیا زہر پیالہ ہتھ لگا میں پیتا

پوشیدہ مرض نے میری جان کو مار دیا ہے اور تو نے اس کا کوئی علاج نہیں کیا ہے۔ اور میں شربت مانگتی رہی اور زہر کا پیالہ پینے کو ملا۔

پھیر امید مراد خوشی دی پل جھل اندر لا کے
دوناں غم اندوہ سہایو دلبر یار چھپا کے

اور پھر خوشی کی امید تھوڑا وقت لگا کہ پھر دگنا غم دکھ دیا ہے میرے محبوب کو مجھ سے اوجھل کر کے میرے محبوب کو چھپا کر۔

حال نمانی دا تک تینوں ترس نہ آوے بھورا!
خبر نہیں کی کریسیں اگوں نال تیرے کی زورا

میرا ناچار کا حال دیکھ کر تجھے ترس ذرا نہیں آتا ہے کیا خبر تو آئندہ کیا کرے گا تیرے کیا زور ہے تو جو چاہے کرے۔

جیکر سیف ملوک نہ آیا کھا بندوق مراں گی
ترٹی آس محمدؒ بخشا کیونکر سُول جراں گی

اگر سیف ملوک واپس نہ ملا تو میں بندوق کی گولی مار کر مر جاؤں گی۔
اے محمد بخش جب اُمید ہی ختم ہوگئی میں یہ درد کیوں برداشت کروں گا۔

دادی پھوپھی ماں کڑی دی ویکھ اُوہدی دلگیری
دین دلاسے تے دلبریاں ہے اکھیں دی دھیری

دادی، پھوپھی اور اس کی لڑکی کی ماں پریشانی دیکھ کر اسے دلیریاں اور دلاسے دیتیں اے ہماری آنکھوں کی روشنائی آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ننگ ناموس اساڈے دیکھیں لج پت بادشہانی
شرم حیا گواء نہ دھیئے نہ وت مست دیوانی

ہمارا نام ناموس اور ہماری بادشاہی عزت وقار اے بیٹی شرم وحیا کا خیال کرو اس طرح مست دیوانوں کی طرح نہ پھرو۔

سن نی مائی اس دن پاٹا پڑدہ لَج شرم دا
جس دن مینوں نظری آیا روپ انوپ صنم دا

اے ماں سنو شرم کا پردہ تو اسی دن ہی پھٹ گیا تھا جس دن مجھے اپنے محبوب کا حسین چہرہ نظر آ گیا تھا۔

عشق شرم کد رہن اکٹھے ڈاہڈے دشمن عادی
پچھو ونج زلیخا کولوں اُوہ بھی سی شہزادی

عشق اور شرم کیا اکٹھے رہ سکتے یہ دونوں قدیمی دشمن ہیں بی بی زلیخا سے جا کر پوچھو وہ بھی تو شہزادی تھی۔

بے شرمی تھیں کجھ کی لبھسی اندر بیٹھی جرکھاں
لٹی بن کیہہ کھٹی کھٹسیں پڑدے اندر مرکھاں

اس بے شرمی سے تجھے کیا ملے گا اسے پردے میں رہ کر برداشت کرو۔ اس طرح دیوانی بن کر کیا حاصل کرو گی پردے میں مر جاؤ۔

سن مائی ہن پڑدہ اوکھا پاڑ کولا پاٹا
بھلیاں بھلیاں عشق نچایاں ننگا کر جھاٹا

اے ماں سنو اب پردہ کیسا یہ تو پاڑ ہی انوکھا پھٹ گیا ہے اچھی اچھی اس عشق نے ننگا سر کر کے نچوا دی ہیں۔

کرد۔چھری۔سول: درد۔کولا۔بڑا۔جھاٹا: زلف: سر۔

نہیں ہوئی تھی۔

شیراں باجھ نہ جھلیا جاندا شیراں سندا اگا
ثانی ہار برابر ہوئے گھول پڑے وِچ لگا!

شیروں کے بغیر شیروں کے سامنے کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ جب سامنے برابر کا ثانی ہو تو پھر میدان میں جوڑ پڑتا ہے پھر مقابلہ ہوتا ہے۔

جوش خروش کریندا آیا پنجے چاچا مارے
سیف ملوکے ترت میانوں وَکھ کیتا تلوارے

بڑے جوش وخروش سے زمین پر پنجے مارتا ہوا آیا اور سیف ملوک نے فوراً میان سے تلوار نکال لی اور اس کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گیا۔

سیف بہادر سیف ملوکے ایسی نال صفائی
سر شیرے دے آوندیاں ہی اِکو وار چلائی

سیف ملوک بہادر نے تلوار کا ایسی مہارت سے شیر کے سر پر آتے ہی وار کیا اور شیر کو ایسا کاری زخم لگایا۔

نعرہ مار لگایا کاری پھٹ ایسا تلواروں
متھے تھیں لے دُنبے توڑی دَل سٹیا وچکاروں

شہزادہ نے نعرہ لگا کر تلوار سے ایسا کاری وار کیا کہ سر سے لے کر پاؤں تک اسے ایک وار سے چیر دیا اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

شیر مریلا آدم کھانا لشکر جس ڈرایا!
اکسے ہتھوں سیف ملوکے خاکوں نال رلایا

وہ خونی آدم خور شیر جس نے تمام لشکر خوفزدہ کیا ہوا تھا سیف ملوک نے ایک ہی وار سے مٹی میں ملا دیا تھا اس کام تمام کر دیا تھا۔

مچدا ٹپدا گجدا آیا کردا شور ککارا!
سیف ملوک بہادر اگے ڈھٹھا ہو بیچارا

وہ اچھلتا کودتا بڑا شور کرتا گرجتا ہوا آیا تھا اور سیف ملوک کے سامنے بے بس ہو کر گرا ہوا تھا۔ اس کی ایک نہ چل سکی تھی۔

شاہزادے دی مردی تک کے شاہپالے ہتھ پھیرے
شابش آفرین پکارے واہ ڈِٹھے ہتھ تیرے

شہزادے کی جوانمردی دیکھ کر شاہپال نے اسے بڑی شاباش دی۔ شاباش آفرین ہے کہتا کہ واہ تمہارے ہاتھ دیکھے ہیں تمہاری بہادری دیکھی ہے۔

دیوتیاں نے رستم دستی سر متھے پر منّیں
اوس تھیں بہتر ڈِٹھا اکھیں جیسا سُنیاں کنّیں

تمام دیوؤں نے اس بہادری کو سراہا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی یہ انسان بڑا دلیر اور بہادر ہے جیسا کانوں سے سنا تھا اس سے بہتر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اُٹھ شاہزادہ پیر پیادہ کرن لگا تعظیماں
شاہپالے وَل ہویا سلامی کر کر کے تسلیماں

اور شہزادہ اٹھ کر پاپیادہ ہی تعظیم کرنے لگا اور شاہپال کی جانب سرِ خم سلام ہوا اور تسلیمات اور سلام کرتا ہوا۔

گھوڑا ہور منگایا شاہے سونے موتی جڑیا!
سیف ملوکے اگے رکھیا شاہزادہ پھر چڑھیا

تب شاہپال نے ایک دوسرا گھوڑا منگایا اور جو سونے جواہر موتیوں سے سنورا ہوا تھا۔ سیف ملوک کو پیش کیا گیا اور سیف

پاپیادہ: پیدل۔ پڑ: میدان۔

ماں منیں تاں رب منایا پہلا مرشد مائی
شکر خدا دا جے توں راضی نالے پت رہ آئی

اگر ماں راضی ہوگئی تو خدا کو راضی کرلیا پہلا مرشد ماں ہوتی ہے خدا کا شکر ہے کہ تو راضی ہوگئی ہے اور ساتھ ہی میری عزت بھی رُہ گئی ہے۔

شاہپالے پر راضی ہوئی مائی دلوں بجانوں
دے دُعائیں کیتوئی مینوں سرخرو جہانوں

ماں شاہپال پر دِل و جان سے راضی ہوگئی تھی اور دعائیں دیتی کہ تو نے مجھے جہاں میں سرخرو کر دیا ہے میرا مقصد پورا کر دیا ہے۔

اساں تساں مر جانا جیونکر توڑوں ہوندی آئی
دُنیا تے رہ جاسی بیٹا بھلیاں دی بھلیائی

ہم نے اور آپ لوگوں نے سب نے مرجانا ہے دنیا فانی چھوڑ جانی ہے اے بیٹا دنیا میں ہمیشہ اچھے لوگوں کے اچھے کام یاد رہ جائیں گے۔

مردی کولوں رہندا جگ وِچ مرداں سندا ناواں
مردی کر دے مرد محمدؒ دھن کہاون ماواں

مردانگی سے دنیا میں مردوں کا نام زندہ رہتا ہے مرد اے محمدؒ مردانگی کرتے ہیں واہ کیا ان کا نام ہے۔ان کا نام زندہ رہے گا۔

مہر افروزی باہوں پھڑیا سیف ملوک شہزادہ
سر چمیں منہ متھا چمیں کرے پیار زیادہ

مہرافروز نے شہزادے کو بازو سے پکڑا اور اس کا سر منہ ماتھا چومتی اس سے بہت پیار کرتی اس پر قربان ہوتی تھی۔

مہر افروزہ عذر کریندی سیف ملوکے اگے
اے بیٹا کد مٹ دی جیہڑی قلم دُہراہوں وگے

مہرافروز سیف ملوک سے معذرت کرتی کہ اے بیٹا کہ جو تقدیر الٰہی کی قلم نے انسان کے نصیب میں جو بات لکھ دی ہے وہ کبھی مٹائی نہیں جاسکتی ہے۔

ایہ مصیبت قیدے والی تدھ پر لکھی آہی
پر ایہ غفلت ذمے میرے ہو گئی کوتاہی

یہ قید والی مصیبت تیرے نصیب میں لکھی ہوئی تھی جو تجھے برداشت کرنی پڑی لیکن اس میں مجھ سے بھی کوتاہی ہوئی ہے اس میں میرا بھی قصور ہوا ہے۔

پھر بھی لکھ شکرانہ پڑھیے خیری مڑ گھر آیوں
جاگے بھاگ اَساڈے بیٹا اکھیں رَب وکھایوں

پھر بھی خدا کا لاکھ شکر ہے کہ تو واپس گھر آ گیا ہے اے بیٹا ہمارے نصیب جاگ اٹھے کہ تجھے خداوند تعالیٰ پھر ہماری آنکھوں کے سامنے لے آیا ہے۔

سیف ملوک کہیا اے مائے پریاں دی سر کردی
کی دُکھاں دا صرفہ مینوں نہیں غموں جند ڈردی

سیف ملوک نے کہا اے ماں اے پریوں کی سردار مجھے دکھوں کی کیا پرواہ غموں سے میری جان نہیں ڈرتی ہے مجھے ان کا فکر نہیں ہوتا ہے۔

جس دن قدم اِرادت والا راہ طلب دی رکھیا
آب حیات پری دے عشقوں اک گھٹ بھر کے چکھیا

جس دن اس کی چاہت کا ارادہ کر کے اس راستے پر چلا تھا پری کے عشق کے آب حیات کا ایک گھونٹ چکھا تھا۔

دُہراہوں: درگاہ الہٰی سے۔کوتاہی: کوتاہی: غلطی۔صرفہ: خیال۔ارادت: ارادہ۔

کرتے۔

سیف ملوک دھیان کریندا واہ واہ سچیا سایاں
میرے جہیے غریب بندے نوں تدھ دتیاں وڈیایاں

سیف ملوک سوچتا سبحان ہے تیری قدرت اے میرے مالک تو سچا اور پاک ہے کہ میرے جیسے غریب انسان کو تو نے اتنا مقام دے دیا ہے۔

شاہ پری ہتھ لگسی مینوں کسے نہ سُجھدی آہی
اَج میرے تھیں ساہ نہ وسدی ہویا کرم الٰہی!

کسی کو یہ امید نہیں تھی کہ شاہ پری مجھے مل جائے گی اور آج وہ مجھ سے ایک پل بھی جدا نہیں ہونا چاہتی ہے اس ذات بابرکات کا کرم ہوا ہے۔

جے میں لکھ زباناں ہوون لکھ لکھ شکر گزاراں
لکھوں اک احسان نہ مکدا توڑے سو سر واراں

اگر میری لاکھوں زبانیں ہوں تو میں ہزاروں لاکھوں بار اس مالک کا شکر بجالاؤں لاکھوں سے اس کا ایک احسان بھی نہیں اتار سکتا خواہ سینکڑوں بار اپنا سر قربان کروں۔

جس دی دَس نہ پوندی آہی وِچ زمیاں آسماناں
ناں کوئی تھاں ٹکانہ آہا معلم وِچ جہاناں
جیندی واؤ نہ لبھدی آہی ہرگز خواب خیالوں
اَج وصال میسر ہویا اُوس بدیع جمالوں!

جس کی کہیں زمین و آسمان میں خبر ہی نہیں ملتی تھی۔ اور نہ اس کا مقام ہی دنیا میں معلوم تھا یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کہاں ملے گی۔ جس کی بالکل خواب وخیال میں ہوا بھی نہیں ملتی تھی اور آج اس بدیع جمال سے میرا میل ہوگیا ہے آج وہ مجھے حاصل ہوگئی ہے۔

مَیں عاجز پر رب تروٹھا پائیوس بوند کرم دی
لوں لوں اندر خوشی سمائی بوء نہ لبھدی غم دی

مجھ مسکین پر خدا نے اپنی رحمت کی بارش کی ہے اور بال بال میں خوشی رچ گئی ہے کہیں غم کی بو بھی نہیں ملتی ہے غموں کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

دوتی دُشمن کوئی نہ رہیا نہ کوئی دُوکھی ویری
بیٹھا سیج سجن دی اُتے عیش کراں اَج خیری

کوئی حاسد دشمن نہیں رہا ہے اور نہ ہی دکھ کرنے والا اور نہ کوئی مخالف رہا ہے اور آج میں خیریت سے اپنے محبوب کی سیج پر بیٹھا عیش کر رہا ہوں۔

دلبر یار میرے وس ہویا مَیں اُسدا اُوہ میرا!
غیر نہ کول محمدؒ بخشا اک اَساڈا ڈیرا

میرے محبوب آج میرے ہوگئے ہیں اور میں اس کا ہوں وہ میرا ہے۔ اے محمدؒ بخش آج کوئی غیر ہمارے پاس نہیں رہا ہے اور ہم ایک ہی جگہ اکٹھے ہیں۔

مت میں جنت وڑیا ہوواں چھڈ کے دُنیا فانی
ایہ مجازی صورت اندر ہوئی لقاء حقانی

ہوسکتا ہے میں جنت میں آیا گیا ہوں دنیا فانی سے کوچ کر آیا ہوں کہ اس مجازی حالت میں حقیقی دیدار ہوگیا ہے۔

وصال: میل، دیدار۔ تروٹھا۔ راضی ہوا۔ ویری، دشمن۔ لقاء۔ دیدار۔

شاہپالے فرمایا بیٹا لکھ پیئو وَل عرضی
رکھ تسلی سوئیو کرساں جینکر تیری مرضی

شاہپال نے فرمایا بیٹا تم اپنے باپ کی خدمت میں عرضی لکھو اور یقین رکھو کہ میں وہی کروں گا جو تو چاہے گا یا جس میں تیری خوشی ہوگی۔

سیف ملوک شہزادہ بیٹھا لے کاغذ مسوانی
ہتھ وِچ کانی سینے کانی سخن سدھے جیوں کانی

شہزادہ سیف ملوک قلم دوات لے کر بیٹھ گیا اور باپ کو چٹھی لکھنے لگا۔ ہاتھ میں قلم اور سینے میں جدائی کے تیر اور تحریر کے الفاظ بھی تیر کی طرح سیدھے۔

ڈُل ڈُل رَت اَکھیں وِچ آئی وگ ٹرے پرنالے
کاغذ اُتے نظر نہ لگدی قلم چھنڈے پرنالے

اور صاف آنکھوں میں تیرتے خون کے آنسوؤں کے پرنالے بہہ نکلے کاغذ پہ نظر نہیں لگ رہی تھی اور قلم بھی پرنالے بہا رہی تھی۔

نیناں اَگے پانی آیا اس تھیں نظر نہ ٹکدی
کنبن ہتھ اندر دے جوشوں تاہیں قلم پھڑکدی

آنکھوں کے آگے پانی آ گیا اس لئے کاغذ پر نظر نہیں لگ رہی تھی اندرونی جوش سے ہاتھ کانپ رہے تھے اور قلم پھڑک رہی تھی۔ لکھ نہیں رہی تھی۔

نامہ نوشتن سیف ملوک خورسند بطرف پدر دردمند

اوّل صفت ثناء ربے دی شکر الحمد لکھائیے
کرم اُوہدے دی حد نہ کائی اَنت نہ پائیے

سب سے پہلے رب جلیل کی حمد و ثناء تمام تعریفوں کا مالک وہی ہے اس کے رحم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی رحمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

دور کرے سبھ زحمت جس دم مہریں آوے سائیں
لاکھ مناندی دھوء پلیتی پاک کرے کل جائیں

جب مہربان ہو جائے تو تمام بیماریوں کو دور کر دیتا ہے اور لاکھوں مَنوں پلیدگی ایک پل میں دھو کر صاف کر دیتا ہے۔ اور تمام جگہیں صاف کر دیتا ہے۔

سکے دَہن کریندا جاری کھیت سہاون نہراں
گرم بزار مچاوے رونق اُجڑیاں مڑ شہراں

اور سوکھے دریا دوبارہ جاری کر دیتا ہے اور نہریں بہا کر کھیت خوب صورت بنا دیتا ہے اور اُجڑے شہر دوبارہ آباد، بازاروں کی رونق بڑھا دیتا ہے۔

روگی بدن درست کریندا دے انھیاں روشنایاں
گئے گواتے پت پیارے وَت ملاوے مایاں

بیماری کو ختم کر کے تندرستی عطا کر دیتا ہے اور اندھوں کو بینائی دے دیتا ہے اور والدین کے گئے ہوئے بیٹے دوبارہ ماؤں

مسوانی: قلم، زحمت، بیماری، مشکل، سختی۔ انھا، اندھا۔

سے ملا دیتا ہے۔

اُدہ اُجڑے سے (۱۰۰) باغ ہزاراں باراں نال سنوارے
سکدے روح محمدؒ بخشا میلے یار پیارے

وہ سیکڑوں ہزاروں اُجڑے باغ اپنی رحمت کی ایک بارش برسا کر دوبارہ سبز کر دیتا ہے ترستے روحوں کو اے محمدؒ بخش اس کے پیارے سے ملا دیتا ہے۔

اے بابل توں قبلہ کعبہ دل تے جان میری دا
دائم اسم شریف تساڈا وِرد زبان میری دا
در تیرے دی خاک اَسانوں سرمہ عین نورانی
تخت تیرا کوہ طور تے چہرہ چشمہ فیض ربانی!

اے میرے باپ تو میری جان کا قبلہ اور کعبہ ہے اور ہمیشہ آپ کا نام مبارک میری زبان کا ورد ہے۔میں ہمیشہ آپکا نام پکارتا رہتا ہوں۔ تیرے دروازے کی خاک میرے لئے آنکھوں کا سرمہ ہے۔ آپ کا تخت میرے لئے کوہ طور اور آپ رُخ مبارک خدا کے فیض کا چشمہ ہے۔

ظل اللہ وجود تساڈا چھتر میرے سر سایہ
قدم تیرے دی دُھوڑ مبارک چاہاں تاج بنایا

آپ کا جسم مبارک خدا کا سایہ میرے سر پہ چھتری کی طرح ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپکے قدم مبارک کی خاک میرے سر کا تاج ہو۔

سیف ملوک تیرا اک بیٹا فرزنداں وِچ نیواں
نفر غلام کمینہ بندہ شاہ توں صدقہ تھیواں
بے مقدار ناچیزا عاجز اوگنہار نکارا
سورج تیرے دا اِک ذرہ کردا عرض بیچارا!

آپ کا ایک سیف ملوک بیٹا تمام بیٹوں سے کم تر آپکا غلام کمینہ انسان آپ کی شان سے قربان ہو جائے آپ پہ جان نچھاور کرنے والا۔ بے قدر ناچیز مسکین گنہگار نکما آپ کے سورج کا ایک ذرہ ایک عرض کر رہا ہے۔آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض گزار ہے۔

قبلہ گاہ حقیقی کولوں جاں مَیں رخصت ہویا
لاکھ مصیبت سختی ڈِٹھی رَج رَج ہنجوں رویا!

میں قبلہ گاہ حقیقی سے رخصت ہو کر آیا تھا۔اور میں نے لاکھوں مصیبتیں سختیاں دیکھی ہیں اور بڑا رویا ہوں بڑے دکھ دیکھے ہیں۔

جے اُوہ حال سناواں سارا دفتر بَندا اُبھارا
بابل دے دکھ ہوون دونے اَگے ہی دُکھیارا

اگر میں وہ تمام حال بیان کروں تو ایک بڑا بھاری دفتر بن جاتا ہے۔اور باپ کے دکھوں میں اضافہ ہوگا وہ تو پہلے ہی بڑا دکھی ہے۔میں اس کے دکھوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا

اَج میرے سر رحمت وُٹھی ٹھنڈ پئی وِچ پِتے
نال دُعا توجہ تیری سبھ مطلب رب دِتے

آج مجھ پہ رب تعالیٰ نے رحمت کی برسات کی ہے اور سینہ سرد ہو گیا ہے۔اور یہ سب آپ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ آپ کی دعائیں ہی رنگ لائی ہیں۔

محض طفیل تسادی میں پر ہویا فضل حضوروں
مدد قبلہ گاہ دی کولوں لتھے رنج رنجوروں

یہ سب آپ کی وساطت سے ہی آپ کی دعاؤں سے مجھ پہ خداوند تعالیٰ نے اپنا کرم کیا ہے۔آپکے وسیلے سے ہی مجھے دکھوں

عین: آنکھیں۔دُھوڑ: گرد غبار۔اوگنہار: گنہگار۔ڈِٹھی: برسی۔رنجور: دُکھی، غمگین۔

تیار کئے گئے۔

سر اندیپ نگر دا والی نالے صاعد بھائی
نالے ہاشم قلزم والا ایہ چلے کر دھائی

سراندیپ نگر کا حکمران اور اس کے ہمراہ صاعد شہزادے کا صاعد بھائی بھی تھا اور قلزم والا بادشاہ ہاشم شاہ بھی ان کے ساتھ جارہا تھا۔ اور یہ تمام لوگ مصر کو جارہے تھے۔

ڈیرا چا لیا عفریتاں کیا آدم کیا گھوڑے
وچہ ہوائے اُڈ کھلوتے پندھ نہ کردے تھوڑے

دیو بہادروں نے ڈیرا اُٹھالیا اس میں کیا انسان کیا گھوڑے جو بھی اس میں شامل تھے اور وہ ہوا میں اُڑنے لگے اور دیو بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔

تخت اُتے سوغاتاں گھلیاں عجب نفیساں چیزاں
عاصم شاہ تے صالح تائیں دیہو وانگ عزیزاں

تحفے اور تمام جنتی سوغاتیں بھی تھیں اور تمام عجیب چیزیں تھیں اُنہیں کہا گیا کہ یہ عاصم شاہ اور صالح ابن حمید کو اپنے عزیزوں کی طرح دینی ہیں۔

خاص اپنے دس تھان عجائب کپڑے قیمت والے
شاہزادہ دی مائی کارن گھلے بدیع جمالے

اپنے دس خاص کپڑے کے تھان جو بیش قیمت تھے وہ بدیع جمال پری نے شہزادے کی والدہ کے لیے بھیجے تھے کہ یہ ان کو دینے ہیں۔

القصہ اُوہ ڈیرا سارا ہویا مصر ول راہی!
آہو خاطف گیا اگیرے دیون خبر آگاہی

مختصراً کہ وہ تمام ڈیرا مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور آہو خاطف سب سے پہلے گیا تھا کہ پہلے جا کر اُنہیں ڈیرے کی آمد سے آگاہ کر دے۔

شاہزادے تے شاہ پری نوں لگی آس مِلن دی
گھڑیاں مِندے تے دِن گن دے کد شادی ہُن بندی
اِک اِک روز دسے جیئوں ہفتہ ہفتہ وانگر سالے
سال مہینے عمراں جیڈے کون اِجر تک جالے

شہزادے اور شاہ پری کو اب ملنے کی اُمید ہو گئی تھی وہ تو بس گھڑیاں ماپتے گن گن کر دِن گزار رہے تھے کہ کب شادی ہو گی۔ اُنہیں ایک ایک دن ہفتے کے برابر اور ہفتہ سال کے برابر لگ رہا تھا۔ اور سال تو پوری زندگی کے برابر تھا اور کون اتنی دیر برداشت کرے۔

سخت ایام وچھوڑے والے آ رہندے جد تھوڑے
حرص مِلن دی رہے نہ ٹھلی عاشق پیندے سوڑے

جدائی کے سخت دن جب ختم ہونے کو ہوتے ہیں تو پھر ملنے کو خواہش اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اسے روکنا اور برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور عاشق تنگ آجاتے ہیں۔

نیندر بھکھ نہ رہندی مولے امن قرار اک جائی
اُٹھ اُٹھ تکدے کدے نہ تھکدے نظر راہاں پر لائی

امن سکون تو ایک طرف نیند اور بھوک بھی نہیں رہتی ہے۔ اُٹھ اُٹھ کر راہیں دیکھتے ہی نہ تھکتے تھے اور ہر وقت راہوں پہ نظریں

سراندیپ: جزیرہ۔ موجودہ سرلنکا۔ پندھ: سفر۔ ٹھلی: روکی، برداشت کی جائے۔ سوڑے: تنگ۔

جمائے رکھتے تھے۔

کیہڑی گھڑی مبارک والی جھبدے جھبدے آوے
نال سجن دے واصل ہوئیے فکر ہجر دا جاوے

وہ کونسی مبارک گھڑی ہوگی وہ جلدی جلدی آجائے کہ محبوب سے میل ہوجائے اور یہ جُدائی کا فکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائے۔

آ ساقی بھر دیہہ صراحی سچی لال شرابوں
پی پی مست وصل دے ہوئیے پاک فراق عذابوں

اَے ساقی آؤ اور صراحی بھر کر دو جس میں سُچا سرخ شراب ہو۔ اور اُسے پی کر ملنے کی خوشی میں مست ہوجائیں اور جدائی کا غم ختم ہوجائے۔

رل کے بیٹھ پیارے سارے کریئے مست صبوحی
خوشیاں نال محمدؒ بخشا ملن مراداں روحی

اور تمام پیارے مل بیٹھ کر صبح کو شراب پئیں اور اے محمدؒ بخش خوشیوں سے دلی مرادیں حاصل ہوں تمام اُمیدیں پوری ہوں۔

آمدن صاعد بمصر ہمراہ دیواں وتیار شدن عاصم شاہ بشارستان!

واہ واہ رُت بسنتی آئی گئی سیالی سردی
بوء بہار سکھاون لگی جھلی واو فجر دی

بسنت کا موسم آگیا اور سردیاں ختم ہوگئیں۔ پالا ختم ہوگیا بہار کی خوشی دل خوش کرنے لگی اور جو کہ فجر کی ہوا میں رچی بسی تھی۔

رحمت باراں وقت بہاراں رنگ لگے گلزاراں
بھور ہزاراں بنھ قطاران آئے مثل سواراں

رحمت کی برسات سے موسم بہار میں باغوں میں بہار آگئی باغ حسین منظر پیش کرنے لگے۔ اور ہزاروں بھنورے قطاریں باندھے سواروں کی مانند آنے لگے۔

رُکھاں نوں خوشبو پھلاں دی آئی لے سنیہے
سبزی ساری جوہ سہائی چھاواں نے پڑ ملے

درختوں نے نئے شگوفے نکالے پھولوں کے لیے خوشبو کا پیغام آگیا۔ ہریالی نے تمام جوہ سجا دی اور سائے نے میدان گھیر لئے۔

بلبل نوں خوشبو پھلا دی آئی لے سنیہے
چل گلاباں یاد کیتائی درد ہجر کر بیہے

بلبل کے لئے پھولوں کی خوشبو پیغام لے کر آگئی۔ کہ چلو تمہیں گلابوں نے یاد کیا ہے اب جدائی کے وقت کو بھول جا۔

درد وچھنی بہتی رُنی ہوئیو چل ملاقی
رحمت دے دروازے کھلے مار غماں نوں طاقی

وہ دردوں کی ماری بڑی روئی اور باغ میں چل کر ملو ملاقات کرو۔ اور غموں کو بھول جاؤ۔ جدائی کا وقت گزر گیا ہے۔

جھبدے: جلد۔ واصل: میل، دیدار ہجر، جدائی۔ صبوحی: صبح کے وقت شراب پینے والا: شرابی۔ سیالی: موسم سرمائی۔ بھور: بھنورا۔ رُکھ: درخت، شجر، پیڑ۔ چھاں: سایہ۔ پڑ: میدان۔

عفریتے نے کہیا شتابی ڈرو نہ مصری لوکو
مَیں ہاں ایلچی بادشہانہ سنگل دریں نہ ٹھوکو

عفریت نے فوراً کہا اے مصر والو ہم سے ڈرو مت اور میں بادشاہ کا ایلچی ہوں اور دروازے بند نہ کرو۔ دروازوں کو زنجیر نہ چڑھاؤ۔

شمع جمال شہاناں تک کے دیندے دل پروانے
ہو کے نال پچاؤ اندر ناہیں ایس بیگانے

اس شمع کی روشنی دیکھ کر ہم نے انہیں پیغام دینے ہیں۔ خط دینا ہے۔ بلکہ میرے ساتھ ہو کر مجھے انکے پاس لے جاؤ ہم کوئی بیگانے نہیں ہیں۔

درباناں فرمایا اگوں کاہنوں اندر جائیں
عاصم شاہ اساڈے سندا درشن مول نہ پائیں
اوہ بیٹے دے درد فراقوں گوشے اندر رہندا
نہ کوئی گل کلام کسے سنگ نہیں تخت پر بہندا

دربانوں نے آگے سے کہا تو کیوں اندر جائے گا۔ ہمارے بادشاہ عاصم کا تُو دیدار نہیں کر سکے گا۔ تو ان کو نہیں مل سکے گا۔
کیونکہ وہ تو اپنے بیٹے کی جدائی کے غم میں تنہا ہو چکے ہیں اور الگ ہی رہتے ہیں۔ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے اور نہ ہی تخت پر بیٹھتے ہیں۔

پھیر عفریت کہے میں آندا درد اوہدے دا داروں
میرے ہتھوں رب کھڑے گا ماندہ جس آزاروں

پھر عفریت نے کہا میں اُس کے درد کی دوا لے کر آیا ہوں میرے ہاتھ سے اُسے شفا ملے گی اور رب تعالیٰ اس کی تمام امراض ختم کر دے گا۔

مَیں طبیب اوہناں دا آیا گھن پڑی تریاقوں
پڑھ منتر دے جنتر کڈھساں بسلا زہر فراقوں
شاہپالے شاہ رُخ دے بیٹے باغ ارم تھیں گھلیا
سیف ملوکے دی لے عرضی عاسم شاہ وَل چلیا

میں اُنہی کا طبیب آیا ہوں اور جدائی کے زہر کو ختم کرنے کیلئے پُڑی لایا ہوں۔ اور جنتر منتر پڑھ کر جدائی کا زہر نکال دوں گا۔
مجھے شاہپال بادشاہ جو شاہ رُخ کا بیٹا ہے اُس نے مجھے باغِ ارم سے بھیجا ہے۔ اور سیف الملوک کا خط لے کر میں عاصم شاہ کے پاس آیا ہوں۔

عاصم شاہ دی خاص کچہری مینوں چل دسالو
نال میرے ہمراہی ہو کے وَنج حضور بہالو
جس دم سیف ملوکے والی خبر سنی درباناں
اچن چیت گیاں کھل اکھیں خوشی ہوئی وِچ جاناں

اور مجھے عاصم شاہ کی خاص کچہری میں لے چلو۔ مجھے ان سے ملاؤ۔
اور مجھے ساتھ لے جا کر ان کی خدمت میں پیش کرو۔ ان کا دیدار کراؤ۔
جب دربانوں نے سیف الملوک کی خبر سُنی اور اچانک اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اُن کے دل میں جیسے ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

بھجدے بھجدے گئے شتابی پھلے وانگ گلاباں!
عاصم شاہ دے حجرے آئے نال شتاب شتاباں

وہ بھاگتے بھاگتے فوراً گئے اور ان کے چہرے گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھے تھے۔ وہ جلد جلد عاصم شاہ کے حجرے پہ آئے۔

دریں: دروازوں کو۔ داروں: دوا۔ آزاروں۔ جن بیماری سے وہ بیمار ہے۔ تریاق: زہر کا اثر زائل کرنے والی دوا۔ بسلا: زہریلا۔ اچن چیت۔ اچانک

نشین ہونا چاہتا ہوں۔

تلیاں اُتے چاء وزیراں لکھ پڑھے شکرانے
تخت اُتے شاہ آن بہایا زیور لاء شہانے

تو وزیروں نے بڑے شکرانے پڑھے اور اسے فوراً اپنی ہتھیلیوں پہ اُٹھالیا۔ اور خوب شاہانہ زیورات پہنا کر اسے تخت پہ لا بٹھایا گیا۔ اسے تخت نشین کر دیا۔

وہ عفریت کیتا تد حاضر ہویا آن سلامی
چم زمین کرے تعظیماں جیوں کر رسم غلامی

تب پھر اس دِیو آہو خاطف کو جو سیف الملوک کا پیغام لے کر آیا تھا اُسے دربار میں حاضر کیا گیا۔ جس طرح غلامی کی رسم ہوتی ہے اس نے ادب سے سلام عرض کیا۔

عاسم شاہ گل لایا لوڑے اُوہ قدماں پر ڈھیندا
زور بزوری سینے لا کے شاہ اس نوں مڑ کہندا

عاصم شاہ اُسے گلے لگانا چاہتا تھا اور وہ اُس کے قدموں میں گر پڑتا تھا۔ اسے بمشکل سینے سے لگا کر عاصم شاہ نے فرمایا۔ بادشاہ نے اس سے کہا۔

قاصد پیر مبارک والے بھلے قدم دو تیرے
سکے گھاہ کریں ہریا وَل جتول پاویں پھیرے

اے مبارک قدم والے قاصد تیرے یہ دو قدم بڑے اچھے مبارک ہیں۔ کہ تو مدتوں کے سوکھے گھاس ہرے کر دیتا ہے۔ جس کی طرف کی بھی جاتا ہے۔ جہاں تیرے مبارک قدم پڑتے ہیں۔

قاصد نیک تیری تُل کیہڑا توں کوئی ہرن ختن دا
اس کستوری سینے رکھی توں بھی سخن سجن دا!

اے نیک قاصد تیرے برابر کوئی نہیں ہے۔ تو تو کوئی کستوری والا ہرن ہے۔ جس طرح اُس نے کستوری اپنے سینے میں رکھی اسی طرح ہی تو نے پیارے کا پیغام رکھا ہوا ہے۔

توں کوئی گاندھی عطر گلابی بھریا گجھے نوروں
مٹھی جیبھوں بولے باہجوں خوشبو دیویں دوروں

تو تو گلاب کے عطر کی شیشی ہے بلکہ پوشیدہ نور سے بھرپور ہے۔ میٹھی زبان بولے بغیر ہی دور سے خوشبو دیتا ہے تیزی خوشبو ہی بکھر جاتی ہے۔

گاندھی شیشے عطروں چھانے تدھ پیغام سجن دے
دس سانوں خوشخبراں جلدی ہور سلام سجن دے

عطر کی شیشی سے خوشبوؤں سے معطر پیارے کے پیغام جلد بتاؤ ہمیں خوشخبری دو اور پیارے کے کیا سلام ہیں۔ اور اس نے کیا کہا تھا۔

عفریتے نے اُٹھ شتابی کہی سلام دوبارے
ادب دعاء ثنائیں کر کے سخن گزارے سارے

دیو نے جلد اُٹھ کر دوبارہ سلام کیا تعظیم کی اور حقیقت سنا کر دعائیں دیں اور تمام باتیں گوش گزار کر دیں۔

شاہنشاہا ظل الٰہا جم سکندر ثانی!
دم دم ہون اقبال زیادہ سدا ہووے سلطانی

شہنشاہ سایہ الٰہی جم سکندر ثانی آپکے ہمیشہ اقبال زیادہ ہوں اور آپکی بادشاہت ہمیشہ قائم رہے اسے کبھی زوال نہ آئے۔

تُل: برابر۔ ہرن ختن دا: جس ہرن کی ناف سے کستوری نکلتی ہے۔ سدا: ہمیشہ۔ ظل: سایہ۔

اس وقت رسم تھی۔

مصر شہر وِچ جو کوئی آہی چھٹڑ رنڈی تتی!
گھن خیرایت بیگم کولوں ہو رہی رنگ رتی

مصر شہر میں جو بھی کوئی بدقسمت طلاق شدہ یا بیوہ عورت تھی اور بیگم سے خیرات لے کر اس کی حالت بدل گئی تھی۔ ان کی ضرورت پوری ہوگئی تھی۔

ہر تھانے وِچ شلکاں ہویاں ہر ڈیرے شدیانے
شہراں اندر پھرے ڈھنڈورے منگتاں بھرے خزانے

ہر جگہ پٹاخے آتش بازی کی گئی سلامی دی گئی اور ہر ڈیرے پہ خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔ تمام شہروں میں منادی کرائی اور مانگنے والوں نے تو خزانے بھر لئے تھے۔

لاکھاں لوک مبارک دیون در پر حاضر ہوئے
آپو اپنے کسب تماشے کردے سبھ کھلوئے

لاکھوں لوگ ان کو مبارک دینے ان کے دروازے پر آئے اور تمام نے اپنے اپنے کرتب کر کے دکھائے۔ جو جو کام کوئی کرتا تھا انہوں نے وہی کر کے دکھائے۔

عاصم دے در رنگ برنگی خلق ڈھکی ہر پاسوں
بیک بیکاں دے مچے تماشے وافر کھیڈ کٹاسوں

عاصم شاہ کے دروازے پہ رنگ رنگ کی خلقت آجا رہی تھی ہر طرف سے لوگ اڑ رہے تھے۔ اور یہاں کے لوگ چھری مار، چھریاں مار کر اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔

عاصم شاہ وزیر بولایا نالے بیگم دانی
کیہوس ایس عفریتے تائیں دیہو جلد مہمانی

عاصم شاہ نے اپنا وزیر بلایا اور اپنی دانا بیگم کو بھی بلایا اور کہا کہ اس دیو کو جلد مہمان دی جائے اسے کھانا کھلایا جائے اس کی خاطر تواضع کی جائے۔

ہور وڈے مہمان سُنیندے ایہ آئے کہ آئے
کرو تیار مہمانی تگڑھی جو لوڑے کوئی کھائے

اور بڑے مہمان سنا ہے آرہے ہیں بس آنے ہی والے ہیں۔ ان کے لئے جلد مہمانی تیار کراؤ جو بھی کسی کو طلب ہو وہ کھائے کوئی بھوکا نہ رہے۔

اُوس عفریت اَگے آ رَکھے بادشہانی کھانے
قلیے اُتے کباب سلونے پھلکے چاون دانے

اس عفریت آہو خاطف کے سامنے بادشاہی کھانے لاکر رکھے گئے۔ قلئے، کباب، سلونے، روٹیاں اور چاول دانے رکھے گئے۔ اسے کھانا دیا گیا۔

اِیہ دَھر دَے اُوہ کھاندا جاندا ساعت ڈِھل نہ لائے
اِک اِک لقمے دا کر لاون پنج دَنبے منہ پائے
ہڈی ماس نکھیڑے ناہیں سبھ کجھ کھاندا جاندا
کھا رہیا جو خواہش آہی شکر بجا لیاندا

یہ رکھتے جاتے تھے اور وہ کھاتا جاتا تھا ایک پل بھی دیر نہیں کرتا تھا۔ ایک نوالے کا سالن وہ پانچ دُنبے منہ میں ڈال لیتا تھا۔ وہ کوئی ہڈی گوشت الگ نہیں کرتا تھا سب کچھ ہی کھائے جا رہا تھا۔ اپنی ضرورت کے مطابق کھا کر خدا کا شکر کرتا۔

چھٹڑ ۔ مطلقہ : طلاق شدہ ۔ رَنڈی : بیوہ ۔ تتی بے نصیب ۔ ڈھنڈورہ : منادی ، اعلان ۔ بیک : بیکاں ، رنگا رنگ ۔ ایک قوم بھی ہے بیکے : چھری مار۔

شاہے کہیا وزیراں تائیں ایہو لیکھا بھالو
سبھ مہمان اجیہے ہوسن گھوڑے اوٹھ حلالو

شاہ نے وزیروں سے کہا سب کا یہی حساب رکھو باقی بھی مہمان آنے والے ہیں۔ سب مہمان ایسے ہی ہونگے گھوڑے اور اونٹ حلال کرو۔

جاں عفریت ہویا سی فارغ کھانا دانہ کھا کے
بھر بھر شیشے مدھ پیالے شاہے کول بہا کے

جب کھانا، دانا، کھایا دیو فارغ ہوا تو بادشاہ نے پاس بٹھا کر شراب کے جام بھرپور کر کے پلائے۔ اسے مے نوش کرائی گئی۔

جاں عفریت آسودہ ہویا بادشہے فرمایا!
اُوس جائی دی دس حقیقت جس تھاوں توں آیا

اور جب دیو فارغ ہو گیا تو بادشاہ نے فرمایا کہ اس جگہ کے بارے میں ہمیں کچھ بتاؤ کہ جہاں سے تو آیا ہے وہ کیسی جگہ ہے۔

عفریتے کجھ آکھ سنائی جو آہی اُس جائی
شاہزادے دا قدر بزرگی خاطر تے وڈیائی
عظمت شوکت شان جلالت شاہپالے دے قدروں
حسن بدیع جمال پری دا روشن سورج بدروں

دیو نے اس جگہ کے بارے جو بتا سکتا تھا بتایا۔ شہزادے کے قدر وعزت اور اسکی خاطر مدارت اور اس کا شان وشوکت سب بتا دیا۔
اس کی بڑائی شان وشوکت رعب و دبدبہ اور شاہپال کا اس کے ساتھ رویہ اور بذریعہ جمال پری کا حسن جو سورج اور چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ تھا۔

فوج دِسی شاہپال شاہے دی جو جنگے دے کم دی
رونق خوبی روپ لطافت دَسی باغ اِرم دی

اور شاہپال کی جنگی فوج کے بارے میں بتایا اور باغ ارم کی رونق اس کی خوبی وغیرہ کے بارے میں بتا دیا۔ اور بتایا کہ وہاں کتنا مزہ اور کیسے نظارے ہیں۔

جیئوں جیئوں سی اُوہ گلاں کردا ایسے شان مکانوں
عاصم شاہ نوں لوں لوں خوشیاں ہوون اُوس بیانوں

جیسے جیسے وہ اس کے شان وشوکت اور اس کے رہن سہن کی باتیں کر رہا تھا۔ اس بیان سے عاصم شاہ کا بال بال خوش ہو رہا تھا۔

باغو باغ ہوئے دل کھلے سبھ مجلس دے سن کے
سیف ملوکے ناطہ کیتا اُچی جائی چن کے

تمام مجلس والے سن رہے تھے اور تمام کے خوشی سے دل باغ باغ ہو گئے تھے۔ اور کہتے کہ سیف ملوک نے خاص اونچی جگہ رشتہ کیا ہے۔ اس نے خاص سسرال چنے ہیں۔

شاہے حکم دتا امراواں سن گلاں دل لاؤ
ایسی شوکت شان موافق فرش فراخ وچھاؤ
شاہپالے دے شان برابر کد آسیں ہو سکدے
پر کوئی ڈول بناؤ ایسی ہون تعجب تکدے

بادشاہ نے امیروں کو حکم دیا کہ یہ تمام باتیں سن کر ان پہ غور کرو۔ ایسی ہی شوکت شان کے مطابق ویسے فرش بچھائے جائیں۔ شاہپال کے شان کے برابر تو ہم نہیں ہو سکتے ہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ وہ دیکھ کر ایک بار ضرور حیران ہو جائیں۔

بدر: چودھویں کا چاند۔ ڈول: نمونہ۔ فراخ: کھلا: کشادہ۔

اوّل حرم تخت پر چاہڑے ستریں داخل کیتے
چھوکریاں تے لونڈے سوہنے چن چن کے سنگ لیتے

پہلے حرموں کو تخت پر چڑھایا گیا اور انہیں ستروں میں داخل کر دیا گیا۔ چھوکرے اور لونڈے بھی جو خوبصورت تھے چن چن کر ساتھ بٹھا لئے تھے۔

صالح دے بھی حرم تمامی چاہڑ لئے وِچ ستراں
بھر بھر مشکاں پایاں مثل گلاباں عطراں
جو جو چیز لوڑیندی آہی کارن کاج ویاہے
تحفے ہور سوغاتاں میوے پائے عاصم شاہے

صالح کے حرم بھی سَتر میں داخل کر دئے گئے تھے۔ مشکیزے بھر بھر کر خوشبوؤں کے جن میں عطر گلاب اور عطر عنبر شامل تھے۔ جو جو چیز شادی کے لئے درکار تھی اور سوغاتیں تحفے پھل جو بھی چاہیے تھے عاصم شاہ نے تمام ساتھ رکھوا لئے تھے۔

شادی دے اسباب چڑھائے باہر انت شماروں
کئی باجے تے کئی تماشے آتش بازی داروں
بہت انعام دتے اس تائیں خبر اوّل جس آندی
سروپاں دے تھان جڑاؤ موتی سونا چاندی

شادی کے لئے شادی میں کام آنے والا سامان ساتھ رکھ لیا گیا تھا۔ کئی ساز اور کئی تماشے آتش بازی کا، بارود بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ آہو خاطف جو سب سے پہلے خبر لے کر آیا تھا اسے بہت انعام دیئے گئے۔ اسے ایسے کپڑے کے تھان دئے جن پر موتی جڑے ہوئے تھے اور سونے چاندی کی کڑھائی کی گئی تھی۔

دیواں پریاں تھیں پچھ لیاں اوّل کر تجویزاں
شارستان سنہری اندر جو کمیاباں چیزاں

پہلے سوچ کر اور پھر دیو پریوں سے بھی وہاں کے رسم و رواج کے مطابق استعمال کی چیزوں کا پوچھ لیا گیا تھا۔ اور جو شارستان میں نایاب تھیں وہ چیزیں ساتھ لے لیں۔

بیگم سنے روانہ ہویا عاصم شاہ بہادر!
صالح صاعد ہور تمامی میر وزیر اکابر
باغ ارم ول ہوئی تیاری کر سارے سمیانے
ہور متاع حسابوں باہر سونا چہل (۴۰) خزانے

مصر کا بادشاہ عاصم شاہ بہادر اپنی بیگم کے ہمراہ روانہ ہوا تھا۔ صالح ابن حمید اور تمام امیر وزیر اور اکابرین ان کے ہمراہ تھے۔ تمام بندوبست کرنے کے بعد باغ ارم کی طرف روانگی کی تیاری ہو گئی تھی۔ اور مال متاع ساز و سامان بے شمار تھا۔ اور سونے کے چالیس خزانے بھی تھے۔

دُنبے گائیں بکری گکڑ بھیڈو تے اُٹھ گھوڑے
ہر منزل دے خرچے کارن نال لئے بے اوڑے

دُنبے، گائیں، بکریاں، بھیڈو، اونٹ اور گھوڑے بھی تھے۔ ہر منزل کے خرچ کے لئے ہر طرح کا بے شمار سامان ساتھ لے لیا تھا۔

مصری ہندی تیغاں تحفے ہور کئی ہتھیاراں
لعلوں تے یاقوتوں ڈبے بھرے مانند انباراں

مصری ہندی تلواریں اور مختلف قسم کے ہتھیار تحفے دینے کے لئے لے لئے تھے۔ لعل اور یاقوت کے ڈبے بھر کر انبار لگائے ہوئے تھے۔

داروں: بارود۔ کمیاب: نایاب۔ سمیانے: سامان بندوبست۔ چہل: چالیس۔ انبار: ڈھیر۔

لئے کھڑے تھے۔ ہر قسم کی تفریح موجود تھی۔

خوشیاں وِچ ہوئے متوارے نشیوں راگوں رنگوں
ڈیرا دیو اُٹھائی جاون باجھوں دیر درنگوں

خوشیوں میں بڑے مست اور نشہ راگ رنگ ہر طرح کا تھا۔ اور دیو ڈیرا اٹھائی جا رہے تھے بغیر کسی روک تھام ایک پل کی بھی دیر نہیں کر رہے تھے۔

منزل منزل ٹردے آئے موجاں نال مراداں
شاہپالے دی حد وِچ پہتے نظر پیاں بنیاداں

منزل منزل سفر طے کرتے آ رہے تھے دلی چاہت اور بڑی خوشی جب شاہپال کی حدوں میں داخل ہوئے انہیں وہاں کی بنیادیں آثار دکھائی دیئے۔

باغ اِرم وِچ پہتا ڈیرا خبر ہوئی شاہپالے
سنے امیراں باہر آیا کارن استقبالے

اور باغ ارم میں ڈیرا پہنچ گیا اور شاہپال کو خبر ہوئی اور وہ اپنے تمام امیروں اور وزیروں کے ساتھ باہر استقبال کے لئے آ گیا۔ اس نے آگے آ کر خوش آمدید کہا۔

جناں دیواں پریاں تائیں ملیا حکم جنابی
کر سولاں سنگار تمامی حاضر ہون شتابی
عاصم شاہ مصر دا آیا استقبال کچیوے
جاہ جلوا اساڈا تکے تاں اوہ دوناں تھیوے
شاہزادے نوں خبر پوچائی بابل تیرا آیا
بن تن کے توں ملنا اگوں ویکھے عزت پایا

تمام جنات پریوں اور دیوؤں کے لئے شاہی فرمان جاری ہوا کہ اپنے تمام سولہ سنگھار کر کے تمام جلد حاضر ہوں۔ فوراً آ جائیں۔ مصر کا بادشاہ عاصم شاہ تشریف لایا ہے اس کا استقبال کیا جائے اور وہ ہمارے شان وشوکت دیکھ کر دونا ہو جائے خوش ہو جائے۔ شہزادے کو اطلاع دے دی گئی کہ تمہارا والد تشریف لے آیا ہے۔ تم اسے خوب بن سنور کر ملنا تا کہ وہ جان جائے کہ اسے یہاں عزت ملی ہے۔

پریاں بنت بنا بنائے زیور پہن پوشاکاں
چمکو چمک کریندے جثے کھریاں سیم سلاکاں
اکھ پٹن تاں لکھ جیاں نوں مارن نال نظارے
جتول نظر کچیوے دِسن بجلی دے چمکارے
لشکریاں نے وردی لائی پریاں زیور گہناں
ہاتھی گھوڑے اُوٹھ سنگارے سادہ کسے نہ رہناں

پریوں نے بڑا بناؤ سنگھار زیور، نئی پوشاکیں پہنیں تھیں۔ اور ان کے جسم چمک رہے تھے جیسے خالص چاندی کی سلائیں ہوں۔ ایک دفعہ آنکھ کھول کر دیکھیں تو لاکھوں لوگوں کو اپنے جلوے سے ماردیں جس کی طرف نظر کی جائے بجلی کے چمکارے ہی تھے۔ لشکر تمام وردی میں تھا اور پریوں نے زیور پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھی گھوڑے اونٹ تمام سنورے ہوئے کہ سادہ کوئی ہی نہیں رہے گا۔

آپو اپنی زینت کر کے ہر اک شخص سہایا!
نال لئیں شاہپال بہادر میلے کارن آیا

اپنے آپ کو بنا سنوار کر ہر شخص سجا ہوا تھا انہیں ساتھ لے کر شاہپال بہادر ملنے کے لئے آیا تھا۔ خوش آمدید کہنے آیا تھا۔

کچیوے: کیا جائے۔ سیم: چاندی۔ سلاکاں: سلائیں۔

ساری عمر نہ مکسی میں تھیں ایہ تیری وڈیائی
جیسی تدھ میرے سنگ کیتی ایسی کرے نہ کائی

ساری زندگی میں تیرا یہ احسان نہیں چکا سکوں گا۔ جیسی بھلائی تو نے میرے ساتھ کی ہے ایسی کوئی نہیں کرتا ہے۔ یہ صرف آپکو ہی حاصل ہوا ہے۔

ڈِٹھے بھالے بن تدھ مینوں منیاں وانگن پیراں
اَجر دیئے رب صاحب جسنے شاد کیتا دلگیراں

مجھے بغیر دیکھے بھالے تو نے مجھے پیروں کی طرح مانا ہے اور میری اتنی قدر کی ہے تجھے بس رب تعالیٰ ہی اجر دے۔ جس نے ہم دکھیوں کو خوشیاں دی ہیں۔

دوئے شاہ کریندے باتاں نال اتفاق رسائی
اساں تساں گھر اِکو ہویا جانوں نہیں دوجائی

دونوں بادشاہ بڑی محبت اور اتفاق سے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہمارا اور آپکا اب ایک ہی گھر ہو گیا ہے۔ اور دوسرا نہ سمجھیں۔

ایہو گلاں کردے آئے ویکھن راہ سجن دا
سیف ملوک شتابی آوے ہویا وقت ملن دا

یہ باتیں کرتے ہوئے پیارے کے آنے کا راستہ دیکھ رہے تھے کہ سیف ملوک جلدی آجائے اب ملنے کا وقت ہو گیا ہوا ہے۔

سرو بانو تے مہر افروزی کھڑیا نال شاہزادہ
خدمت گار غلام چوفیرے فوج امراء زیادہ
اگے پچھے سندر پریاں جوبن جھل مل کردا
سورج ہار مریندا رسماں سچا باناں زر دا

سرو بانوں اور مہر افروزہ شہزادے کو ساتھ لائیں چاروں طرف خدمتگار اور غلام تھے اور ساتھ امراء بھی بڑے زیادہ تھے۔
اس کے آگے پیچھے بڑی حسین پریاں ان کا حسن چمک رہا تھا۔ اور انکی خوبصورتی کی سورج کی طرح سچے لباس سے شعائیں پڑ رہی تھیں۔

چھوکریاں تے گولے سوہنے چوہدویں دے چن سارے
بھرے اڈار اڈار قطاراں اِک تھیں اِک سنگارے
کوتل گھوڑے نذراں کارن جو آندے شہزادے
ڈر ڈر پیر زمیں تے رکھن فیلاں کرن پیادے
لشکر نال شہزادے اندر سندر صورت پریاں
سالڑیاں سنگ سوہلے گھوڑی گاون ٹھنڈیاں ٹھریاں

کنیزیں اور غلام اتنے خوبصورت تھے تمام بدر منیر تھے۔ اور قطاروں میں پھر رہے تھے ایک سے ایک بنا سنورا تھا۔
شہزادے نے نذرانے کے لئے جو گھوڑے لائے تھے ڈر ڈر کر زمین پر پاؤں رکھتے تھے اور ہاتھیوں کے سواروں کو بھی پیدل کر دیتے تھے۔
لشکر میں شہزادے کے ساتھ بڑی حسین صورت پریاں تھیں سالڑیوں کے ساتھ سوہلے گا رہی تھیں اور بڑے سکون سے تھیں۔

چاندی ہار عماری چِٹی چنن چیر بنائی
سونے موتی نال جڑاوَ نقشاں خوب سہائی

چاندی کی طرح سفید عماری تھی۔ چنن کو چیر کر بنائی ہوئی تھی اور سونے چاندی کی جڑاؤ تھی اور نقش ونگار سے سجائی ہوئی تھی۔

سُندر: حسین، ہار: کی طرح۔ فیل: ہاتھی، پیلاں۔ سوہلے: شادی کے گیت۔ چِٹی: سفید۔

کھڑے تھے۔

زریں شارستان ڈِٹھو نے شہر زمین سنہری
چھجیاں اُتے لعل چمکدے جیونکر دینھ دوپہری

جب انہوں نے سنہری شارستان دیکھا تمام شہر زمین سونے کی تھی اور بڑھاؤ پر لعل چمکتے تھے ان کی ایسی روشنی تھی جیسے دن کو دوپہر کے وقت ہوتی ہے۔

جتھے تخت کچہری آہی جاں پھر اوتھے آئے
نظر پیو نے تخت شہانہ گل نہ کیتی جائے

جہاں پر اس کا شاہی تخت اور عدالت کی جگہ تھی جب وہاں پر آئے تو انہیں بادشاہ کا تخت نظر آیا وہ دیکھ کر اتنے حیران ہوئے کہ بات نہ کر سکتے تھے۔

ناں سنیاں نہ ڈِٹھا اَگے خوابے نظری آیا
ست کرسی وِچ عاصم ہوراں ایسا تخت نہ پایا

انہوں نے آگے ایسا نہ ہی سنا تھا اور نہ ہی دیکھا بلکہ خواب میں بھی کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ عاصم شاہ کی سات پشتوں میں ایسا تخت کسی کا نہیں تھا۔

اَگے پچھے چنن تختی سونے تخت بنائے
گوہر شب افروز چوفیرے بنھ قطاراں لائے

آگے اور پیچھے چنن کے تختے تھے اور تمام تخت سونے کا بنا ہوا تھا۔ ان کو روشن کرنے والے فیروزے قطاریں بنا کر لگائے ہوئے تھے۔

آتشیں جواہر لعلوں نور چوفیرے برسن
مروارید زمرد لگے تے یاقوت احمر سن

آگ کی طرح روشن موتی جن کی چاروں جانب روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مروارید یاقوت اور احمر لگے ہوئے تھے۔

ہور آہے سنگ پارے ایسے مُل جنہاندے بھارے
ہرگز اکھ نہ ہوندی ساہویں اُتول ٹکن ہارے

اور قیمتی پتھروں کے ایسے ٹکڑے تھے جو کہ بڑے بیش قیمت تھے اور اوپر دیکھنے والے کی نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اتنی ان کی چمک تھی۔

سارا تخت جڑاؤ ایویں روشن کرے ہنیرے
کرسی مُوہڑے قدر بقدری چوکی فرش چوفیرے

تمام تخت اسی طرح جڑا ہوا تھا جو کہ اندھیرے میں روشنی کر رہا تھا۔ اور اس کی کرسی کے سامنے مرتبے کے لحاظ کرسیاں اور فرش بچھایا گیا تھا۔

تخت اُتے شاہپال نہ بیٹھا عاصم کان بہا کے
آپ برابر اس دے بیٹھا کرسی کول ڈھا کے

اور تخت پہ شاہپال خود نہ بیٹھا تخت پر عاصم شاہ کو بٹھایا گیا اور خود اس کے برابر کرسی لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

دینھ: دن روز۔ موہڑا: موہنڈا بیٹھنے کیلئے۔

دنبہ پنج ہزار جنہاں وِچ جاندا پک سوکھالا
ایسی ایسی دیگ بنائی سخت دیاں دا چالا

جن میں پانچ ہزار دنبہ ایک ہی بار آسانی سے پک جاتا تھا۔ ان دیووں کا ہی کام تھا کہ انہوں نے ایسی ایسی دیگ بنائی تھی۔

پریاں دیو جتھے تک آہے راکش دیو لوکائی
بادشہاں دی شادی اُتے بھج پہتا ہر کائی

پریاں اور دیوں جہاں تک بھی تھے اور راکش دیو مخلوق تھی بادشاہوں کی شادی پر ایک بھی باقی نہ رہا جو نہ آیا ہو۔ تمام فوراً پہنچ گئے تھے۔

شارستان پرستان آہا ملک فراخ وڈیرا
پر اوہ سارا ملن ہویا ڈیرے اوپر ڈیرا!

شارستان پرستان بڑا وسیع ملک تھا دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ تمام خلقت سے پُر ہو گیا تھا کہ ہر ڈیرے پر ڈیرا تھا کہیں جگہ نہ بچی تھی۔

ہاتھی گھوڑے اُوٹھ قطاراں اَنت نہ رہیا کوئی
خلقت روز قیامت والی آن اکٹھی ہوئی!
منشی قانوں گو مصدی سے کاغذ کر ہوٹے
گنتر وِچ نہ آئے ڈیرے پھر پھر کے تھک تروٹے

ہاتھی گھوڑے اونٹوں کی قطاریں جن کا کوئی حساب نہیں رہا تھا۔ روز محشر کی طرح مخلوق آ کر اکٹھی ہو گئی تھی جیسے حشر برپا ہو گیا ہو۔ منشی قانون گو اور حساب کرنے والے سینکڑوں کاغذات لکھ لکھ کر ہار گئے ڈیرے گنتی میں نہیں آتے تھے پھر کر تھک چکے تھے۔

خلقت دا گج گانج نہ ہوندا کاہنوں پیا پکاراں
روٹی دا کر آہر شتابی بھکھ پکی ہن یاراں

خلقت کا حساب نہیں ہو سکتا کیوں ایسے پکارتا ہوں اور اے محمدؒ روٹی کا بندوبست کرو دوستوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔

دُنبہ پنج ہزار کہایا خاص کباباں تائیں
اُوٹھ بھی ست ہزار حلالے ایسے لیکھے گائیں

پانچ ہزار دنبہ ذبح کرایا گیا جو کہ خاص کباب کیلئے اور سات ہزار اونٹ اور اتنی ہی تعداد میں گائیں ذبح کرائی گئیں۔

کونجاں مور آہا لکھ کٹھا پنکھی ہو وڈیرے
ککڑ ککڑ اَنت نہ کائی تیتر گھگ بٹیرے

کونجیں اور مور بھی ایک لاکھ اور بھی کئی بڑے پرندے ذبح کرائے گئے تھے۔ مرغ کا تو کوئی حساب نہ تھا اور اسی طرح تیتر، فاختہ اور بیٹرے بھی ذبح کئے گئے۔

سبھ اناجاں وِچ پکائے خرچ ہویا اک دِندا
اگے ایسا کاج نہ ہویا ناں آدم نہ جِن دا

یہ سب اناج میں پکائے گئے اور یہ صرف ایک دن کا کھانا تھا۔ آگے ایسی نہ ہی انسانوں میں اور نہ ہی جنات میں ایسی شادی ہوئی تھی۔

پریاں دیو گواہی دیندے مہتر آدمؑ توڑی
ایسی شادی کسے نہ کیتی جس کیتی اس تھوڑی

پریاں اور دیو گواہی دے رہے تھے کہ حضرت آدمؑ سے آج تک کسی نے بھی نہیں کی ہے اور کسی نے بڑی کوشش بھی کی ہے تو اس سے کم ہی تھی۔

راکش: بھوت پریت۔ فراخ: وسیع۔ ہوٹے: تھکے ہار گئے۔ کہایا: ذبح کرایا۔ پنکھی: پرندے۔

نہیں تھا۔ بے حساب رونق تھی۔

ملک ولایت سارے اندر گھماں گھمی ہوندی
دھرتی بھاروں لرزہ کھائے جتھے جنج کھلوندی

تمام ولایت میں گہما گہمی تھی خلقت کا کوئی حساب نہیں تھا جہاں پر برأت رکتی تھی زمین بوجھ سے لرزتی تھی وہ بوجھ برداشت نہیں کرتی تھی۔

شوکت شان نقارے نوبت جھنڈیاں نال نشاناں
عاسم شاہ ویاہن ڈھکا انت نہ رہیا داناں

بڑا شان وشوکت جاہ وجلال ڈھول باجے اور جھنڈے عاصم شاہ بیٹا بیاہنے آیا تھا اور اس نے سخاوت کا کوئی حساب ہی نہ رکھا تھا۔

منزلو منزلی ٹردے آئے چھٹے دیندے زر دے
شارستان سنہری اندر پہتے کول شہر دے

منزل بہ منزل چلتے آ رہے تھے اور زر کے چھینٹے مارتے آ رہے تھے، اور دولت حساب سے باہر اڑا رہے تھے اور چلتے ہوئے شارستان سنہری شہر کے قریب پہنچ گئے۔

لے لشکر شاہپال بہادر میلے کارن آیا
دیواں پریاں صفاں بنایاں انت نہ جاندا پایا

اور آگے سے شاہپال بہادر اپنے لشکر سمیت ملنے کیلئے آیا تھا۔ دیووں اور پریوں نے قطاریں بنائی ہوئی تھیں جن کا شمار مشکل تھا۔

دوہاں ولاں تھیں وجے واجے دفاں ڈھول نقارے
منہ جوڑے سن دوہاں قندھاراں ہون لگے پٹکارے

دونوں طرف سے باجے بجے ڈفلی ڈھول اور نقارے بجائے جا رہے تھے دونوں اجناس آمنے سامنے تھیں اور آپس میں میل ہونے لگا تھا۔

آدمیاں دی جنج تمامی ہو کھلی اک پاسے
پریاں دیو ہوئے اک طرفے لایا رنگ لباسے

انسانوں کی برات ایک طرف ہو کر کھڑی تھی پریاں اور دیو ایک جانب تھے دونوں کے الگ لباس نے رنگ لگایا ہوا تھا۔

دُھر اسمانی غوغا پایا ترکاں دے ہنکاراں
مارن سم اٹھاون دھرتی چبن نَہرے ساراں

ترکی گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے آسمان تک شور مچایا ہوا تھا۔ زمین پہ پاؤں مارتے دھوڑ اٹھاتے اور سنہرے لوہے کی لگامیں چبا رہے تھے۔

چال روالوں گام چلاون پویہ چھوٹی پٹن
چوکڑیاں وچ ہرناں تائیں ونج کناں تھیں نپن

راہوار چال سے گام چلاتے اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے پویا چل رہے تھے اور جب چھلانگیں لگائیں تو جا کر ہرنوں کو بھی کان سے پکڑ لیتے۔

نیزہ بازی کرن بہادر پٹ پٹ سٹن کلّے
تیر انداز نشانے مارن چاہڑ کماناں چلے

اور بہادر سوار نیزہ بازی کرتے ہوئے کھونٹے اکھاڑ رہے تھے اور تیر انداز کمان پر چلا چڑھا کر تیر اندازی کر رہے تھے۔

کبت: شعر۔ پیادے: پیدل چلنے والے۔ سم: پاؤں۔ کاوڑ: غصہ۔ بھو: ڈر، خوف۔ بلن: جلیں۔ ضرب: چوٹ۔

پلک پلک دا صرفہ مینوں رب شہزادہ بھیجے!
دایاں سیاں سبھ اُٹھ جاون یار چڑھے جھب سیجے

اک ایک پل کا مجھے احساس ہے کہ خداوند تعالیٰ شہزادے کو جلد ملا دے اور یہ دائیاں سہیلیاں تمام اٹھ جائیں اور میرا پیارا فوراً میرے بستر پر آ جائے۔

سنگ سہیلی کوئی نہ بھاوے جس دم بیلی آون
جدوں پتنگ دِیئے نوں مِلدے پَر بھی اُنھاں نہ بھاون

جب پیارے سے میل کا وقت ہو تو اس وقت کوئی ساتھ سہیلی اچھی نہیں لگتی ہے۔ اور جب پروانے چراغ کو ملتے ہیں تو انہیں اپنے پر بھی اچھے نہیں لگتے ہیں۔

توڑے ہووے پیارا کوئی محرم یار وچولا
پھر اغیار دِسے اس ویلے جدوں ملے خود ڈھولا

چاہے کوئی بڑا پیارا دوست ہمراز بھی ملاپ کرانے والا بھی ہو۔ پھر وہ اس وقت غیر ہی لگتا ہے جب محبوب خود ملتا ہے اس وقت وہ دوسرا اچھا نہیں لگتا ہے۔

کرے بدیع جمال دُعائیں گجھیاں وِچ دلیلاں!
وہلا میل شاہزادہ رَبا جھب اُٹھال وکیلاں

بدیع جمال اپنے دل میں سوچ وبچار اور خیال کر رہی تھی کہ اے باری تعالیٰ شہزادے کو تنہا ملا ان تمام وکیلوں کو فوراً یہاں سے اٹھا دے۔

سُنی دُعا شاہزادہ آیا اُٹھ کھلیاں سبھ سیّاں
سیج سہاگ سُہا اِنہاندی مار بوہا ٹر گیاں
بسم اللہ میں گھولی صدقے آکھ پری بھی اٹھی
باہوں پکڑ بہائیوس سیجے تیغ عشق دی کُٹھی

اس کی دعا قبول ہوئی تمام لڑکیاں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں انکی سیج کو سجا کر دروازہ بند کر کے تمام وہاں سے اٹھ گئیں۔
خدا کا نام لے کر کہا میں صدقے میں قربان کہہ کر شاہپری بھی اٹھی۔ اس نے شہزادے کو بازو سے پکڑ کر اپنی سیج پر بٹھایا کیونکہ وہ عشق کی تلوار سے ذبح ہو چکی تھی۔

عاشق تے معشوق پیارے چڑھ سیجے رَل سُتے
اوّل آب حیات پیالے دَھرے لباں دے اُتے

عاشق اور معشوق اب سیج پر چڑھ کر مل کر سو گئے پہلے لبوں کے بوسے لے کر آب وحیات کے پیالے پئے اور ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

لے بوسے دل گوسے ہوئے تاء محبت کیتا
جامہ جی حرص دے سوزن میل طریزاں سیتا
چاندی دِی سلاخ شہزادہ باسنیوں کڈھ باہر
رنگ رنگیلی ڈبی گھتے مڑ مڑ کردا ظاہر
لبھ پیا اَن وِدھا موتی سچا ذرہ نہ وَلیا
فولادی کر تیز سیاری سیف ملوکے سَلیا!

بوسے لینے سے دل گرما گئے اور محبت حرص جوش میں آ گئی۔
لباس دل اسی طرح ہی تھا جیسے کسی نے ملا کر سلائی کر دیا ہے۔
شہزادہ چاندی کی سلاخ برتن سے باہر نکالتا اور ایک رنگین ڈبیہ میں داخل کرتا اور بار بار نکالتا اور داخل کرتا تھا۔
اس نے بن سوراخ کے مُوتی سچا تلاش کر لیا تھا اور ذرہ بھی خیال نہ کیا اور اس کو لوہے کی تیز آرے سے اِسے بیندھ (سوراخ) دیا تھا۔

ورکنت: خاوند سہاگ۔ خلعت: بادشاہی انعام۔ وصل: میل: ملاپ۔ دیدار۔ وہڑا: صحن۔ بلائی: جلائی، روشن کی۔ عود: خوشبودار لکڑی۔ سوہے: سرخ: لال۔ ڈہٹی: دُلہن۔ اجوکی: آج کی۔

ڈِٹھیوس گرم بازار حسن دا بہتا روپ سوایا
باغ بہشتوں پھل عجائب اَنت حساب نہ آیا
بو اُوہدی تھیں جگ معطر درد منداں سکھ دائم
جس اُوہ پھل سرے پر دھریا پائیوں تاج مدائم

اس نے حسن کا گرم بازار دیکھا اور محبوب کا حسین جلوہ دیکھا۔ کہ یہ باغ بہشت کا حسین پھول ہے اسے کچھ بھی حساب نہ رہا تھا۔ اس کی خوشبو سے جہاں مہک رہا ہے اور دکھیوں کے لیے ہمیشہ کا سکھ، جس نے وہ پھول سر پر رکھا اس کے سر پر ہمیشہ کیلئے تاج

شاہزادے فرمایا بی بی تدھ پچھے گھر سٹے
ندیاں تے کوہ قاف لتاڑے کئی قضیے کٹے

شہزادے نے کہا اے بی بی صرف تمہارے لئے میں نے اپنا گھربار سب کچھ چھوڑا۔ اور ندیوں کوہ قافوں میں خوار ہوتا رہا ہوں اور تمہارے لئے اتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔

مفت نہیں ہتھ آئییں مینوں جے میں قدر نہ جاناں
کیونکر توڑے قول سجن دے جس تن عشق سماناں

تو مجھے مفت میں نہیں حاصل ہوئی ہے کہ میں قدر و قیمت نہ جانوں گا۔ تجھے بڑی مصیبتوں سے حاصل کیا ہے۔ جس کے بدن میں عشق رچ گیا ہے تو وہ محبوب سے کئے وعدے کیوں توڑے گا۔

بیوفائی دی ایہ تہمت کیوں توں مڑ مڑ لاویں
قولاں قسماں نال نہ سرچیں کہو کی ہور کراویں
جے سر تیری جھولی پاواں جان کراں قربانی
اج حضور تیرے مر وَنجاں چھڈ عشرت زندگانی

تم مجھ پر بے وفائی کا الزام کیوں بار بار لگاتی ہو۔ وعدے قسموں سے تجھے اگر اعتبار نہیں آتا ہے تو بتاؤ اور کیا کروانا چاہتی ہو۔ اگر میں اپنا سر اتار کر تمہاری جھولی میں ڈال دوں اور تجھ پر اپنی جان قربان کر دوں۔ آج میں تمہارے لئے مر جاؤں تمام دنیا کی عیش و عشرت چھوڑ کر۔ قربان ہو جاؤں۔

تاں اُس تہمت تھیں چھٹ جاواں بھلی میرے حق ایہا
جے آکھیں تاں ایہا کرساں چور تیرے دل کیہا

تو تب میں اس الزام سے بری ہو جاؤں میرے لئے یہی بات بہتر ہے۔ اگر تو کہے تو میں ایسے ہی کروں گا تمہارے دل میں کیسا چور ہے تمہارے دل میں کیسا شک ہے۔

حسن تیرے دا کوئی نہ ثانی جے میں تیں تھیں ہٹکے
اس دے نال پریت لگا ساں وٹ ولساں درسٹ کے

تیرے حسن کا کوئی ثانی نہیں ہے جو مجھے تم سے منع کر کے اپنی طرف مائل کرے گا۔ کہ اس سے دوستی کروں گا اور میں موتی چھوڑ کر پتھر خریدوں گا۔

ہیرا ہرن ہویا دل میرا زلف تیری دی مشکوں
چایوس نظر اُچیری چریوں کیا ہَریوں کیا خشکوں
غیروں بند ہویاں ایہ اکھیں تدھ بن ہور نہ تکن
دیوا چھوڑ پتنگ نہ جاندے جے سو چاند چمکن

میرا دل تیری زلف کی خوشبو سے ختن والا ہرن ہو گیا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ کسی دوسرے کی جانب نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ یہ آنکھیں غیر کی طرف دیکھنے سے بند ہو چکی ہیں یہ تمہارے بنا کسی اور کو نہیں دیکھتی ہیں۔ پتنگ دیا چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں چاہے وہ سینکڑوں چاند بھی دیکھ لیں۔

ادنیٰ روپ پتنگاں ڈِٹھا اعلیٰ وَل نہ جاندے
اعلیٰ لدھا جنھاں محمدؐ کد ادنیٰ دِل لاندے

پروانوں نے ادنیٰ روپ دیکھا ہے اور وہ اعلیٰ کی طرف نہیں جاتے ہیں اور اے محمد جنہیں اعلیٰ حسین مل گیا ہے وہ کمتر کی طرف جائیں گے۔ ناممکن ہے۔

مقرہ: مقام۔ نیارے۔ انوکھے: نرالے، عجیب۔ ناری: آگ سے، عورت۔ تجھدا: دکھائی دیتا۔ اُچھل: بغیر پھل کے۔

سنے بدیع جمال پری نے سچے سخن پریتوں
عاشق نوں مڑ دَسن لگی سچ مراداں نیتوں

جب بدیع جمال پری نے محبت بھرے سچے جواب سنے تو وہ اپنے محبوب کو اپنا مقصد اور نیت سچ بتانے لگی اسے وہ اپنی اصل بات بتانے لگا۔

اے سجناں تدھ باجھوں مینوں کوئی نظر نہ آوے
جتول ویکھاں جلوہ تیرا ہر ہر تھاں سہاوے

اور کہنے لگی کہ اے میرے محبوب تمہارے بنا مجھے کوئی نظر ہی نہیں آتا ہے۔ جس طرف بھی دیکھتی تیرا ہی جلوہ ہے اور ہر جگہ تیرے جلوے سے ہی حسین لگتے ہیں۔

جس دن دا توں نظری آئیوں بُو نہ رہیا میری
ایدھر اودھر توہیں توہیں پھری دھروئی تیری

جس دن سے تجھے میری نظروں نے دیکھا ہے میری اپنی کوئی ہستی نہیں رہی ہے یہاں وہاں میں تو ہی تو ہے ہر جانب تیری ہی دہائی ہے۔ تیرا ہی ذکر ہے۔

سنگ سہیلی بھیناں بھائی ماں پیؤ ساک قبیلہ
گھر دِر حرص وطن دی بھلی رہیوں یاد رنگیلہ
جھڑکاں سہساں مر مر ڈھساں چھڈساں نہ لڑ تیرا
توڑے توں لکھ ہور سہیڑیں اِک توہیں شوہ میرا

ساتھی سہیلی بہن بھائی والدین رشتہ دار والے اور گھر کی حرص وطن سب کچھ بھول گیا ہے۔ بس پیارے ایک تیری ہی یاد ہے۔
جھڑکیاں برداشت کروں گی سب تکلیفیں جھیل لوں گی لیکن تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گی خواہ تو کوئی اور بھی اپنی بنا لے لیکن میرا مالک تو ہی ہے۔

لوں لوں وِچ محبت تیری شالا ہوئے نہ بیہی
دل توہیں جند جانی توہیں تیری ہے سبھ دیہی

میرے ہر بال میں تمہاری ہی محبت ہے خدا کرے یہ ہمیشہ تازہ رہے کبھی باسی نہ ہو۔ میرا دل بھی اور جان بھی تو ہے اور میرا جسم بھی تیرا ہی ہے۔

ناں کوئی فکر وچھوڑے باجھوں نہ کوئی رنج سفر دی
ناں کوئی چاہ مراد تیرے بن نہ کوئی طلب اندر دی

مجھے پس صرف جدائی کے بغیر اور کوئی غم نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہارے بناء کوئی اور چاہت ہے اور نہ ہی میرے دل کی کوئی اور ضرورت ہے۔

تدھ بن باغ بہشت اِرم دی خواہش مول نہ کردے
تیرے سنگ محمدؒ بخشا دوزخ تھیں گھٹ ڈردے

تیرے بغیر میں باغ جنت اور باغ ارم کی بھی بالکل خواہش نہیں رکھتی ہوں اور اگر اے محمد بخش تمہارا ساتھ ہو تو میں جہنم سے بھی کم ڈرتی ہوں۔

سیج خوشی دے ستے عاشق کرن دُعائیں باتاں
پلپل دے دن ہوون شالا برس دہاں دیاں راتاں

دونوں خوشی کی سیج پر ہوئے دعائیں اور باتیں کر رہے تھے کہ خدا کرے دن ایک ایک پل کے ہوں اور دس سال کی راتیں ہو جائیں۔

کوہ قاف: ایشیائے کوچک شمال میں ایک پہاڑ جن پر لوگوں کے خیال میں پریاں رہتی ہیں۔ تیں: تیرے۔ وٹ: پتھر۔ ولساں: خریدوں گا۔ دُر: موتی۔ بِت کے: چھوڑ کر۔ دھروئی: دہائی، چرچہ۔ بیہی: باسی، پرانی۔

بدرہ کہندی دس شاہ پری گل تیری کیوں موڑاں
ہائے متر ے میں صدقے اس تھیں ہور چنگا کی لوڑاں
شاہ پری نے کہیا بھینے صاعد نوں سر دھرلے
خوب جوان اوہ لائق تیرے گنت موافق کرلے

اَج ویاہیاں ڈولی پیاں چلیئے شہر مصر نوں!
اک دوجی دے دُکھ ونڈائیے ملیے سنجھ فجر نوں
بدرہ خاتوں کہندی اگوں اے کڑیئے نادانے
ہو کے پری سکھے تدھ کتھوں ایسے سخن دیوانے
باپ تیرا سی شاہ کہاندا اوہ بھی شاہ شہاں دے
تاں ایہ ساک تساڈا ہویا ورتن نال رہاندے
باپ میرا سلطان وڈیرا سراندیپ نگر دا
صاعد دا پیو نوکر چاکر میر وزیر مصر دا
شان اَساڈی نوں ہتھ پاون کی مجال انہاندی
ایہ گل ہوندی دِسدی ناہیں کس عقلوں تدھ آندی
پھیر جواب پری نے دِتا سن کھاں نی ہشیارے
آدم لوک تسیں کوئی ڈاہڈے کرو بلند پسارے

سیف ملوک تیرے گھر آیا اِک اکلا راہی
شوکت شان آہا تد کتھے نالے دولت شاہی
مینوں تساں سوالیں وَلیا تاں میں مکھ وکھایا
مکھ وکھایا تاں نیوں لایا رب دِتا ور پایا

اس دن اوہ پردیسی شوہدا عاجز سی بے مایا
تساں پچھے میں شاہ پری نے یار آشنا بنایا

بدرہ نے کہا جلد بتاؤ میں تمہاری بات کیوں رد کروں گی۔اے میری پیاری میں اس سے اچھا اور کیا چاہوں گی وہ کونسی بات ہے۔
پھر شاہ پری نے کہا اے بہن صاعد کو اپنا مالک بنالو خوب جوان بڑا لائق ہے تیرا جیون ساتھی بننے کے قابل ہے اس سے اور کون بہتر ہے۔
آج شادی ہو جائے ڈولی میں بیٹھیں اور مصر شہر کو چلیں۔ایک دوسری کے دکھ بانٹیں اور ہر وقت صبح وشام ملیں۔
بدرہ خاتون نے آگے سے کہا اے بیوقوف لڑکی پری ہو کر تم نے ایسی پاگل پن کی باتیں کہاں سے سیکھی ہیں۔
تیرا باپ بادشاہ تھا اور وہ بھی بادشاہ کہلاتے ہیں تب یہ تمہارا رشتہ ہو گیا ہے یہ تو برابر کی بات تھی۔
اور میرا باپ بڑا بادشاہ ہے اور سراندیپ شہر کا والی ہے اور صاعد کا باپ ایک ملازم ہے مصر کا ایک وزیر ہے۔
کہ وہ ہماری شان کی برابری کریں ان کی کیا مجال ہے۔یہ بات ہوتی نظر نہیں آتی تو نے کس عقل سے کہی ہے۔
پھر پری نے جواب دیا بہت چالاک بنتی ہو میری بات سنو۔تم لوگ خاکی انسان بہت سخت مزاج ہو۔بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہو۔
جب سیف ملوک تمہارے گھر آیا تھا تو وہ ایک تنہا مسافر تھا۔اس وقت اس کا کیا شان وشوکت تھا اور کیا بادشاہی کی دولت تھی۔
مجھے تم لوگوں نے سوالوں سے ہی گھیر لیا تھا اور تب میں اسے اپنا چہرہ دکھایا تھا جب اسے ملی تو اس سے محبت ہو گئی اور خدا کا دیا میں نے قبول کر لیا ہے۔
اس دن وہ ایک پردیسی اور بے بس تھا اور کنگال تھا اور صرف تمہاری مان کر میں نے شاہ پری نے اسے اپنا ہمراز بنایا تھا۔

متر ے:اے سہیلی سکھی،دوست۔گنت:خاوند،مالک۔سنجھ:شام۔تد:تب۔وَلیا:گھیر لیا۔نیوں لایا۔عشق کیا:محبت کی۔بے مایا:بن دولت۔

غلام کا خیال ہوتا ہے۔

اس ویلے شاہپال بہادر دیندا حکم وزیراں
ستر ہزار عفریت بہادر جو جانن تدبیراں

اور اس وقت شاہپال نے اپنے وزیروں کو حکم دیا کہ ستر ہزار عفریت جو تمام تدبیرات سے واقف ہوں جو نہایت زیرک ہوں۔

سیف ملوک کے سنگ لوائے ڈیرا چاون تائیں
داج جہیز کروڑاں دِتے کی کجھ آکھ سنائیں!

سیف ملوک کے ساتھ ڈیرا اٹھانے والے دیو لگائے کروڑوں کا جہیز دیا جس کی گنتی کرنا ناممکن ہے اسلئے اس کی انتہا ہی نہ تھی۔

تحفے ہدیے تے ندرانے زیور حد نہ کائی
لکھ پکوان اُتے سوغاتاں میوے تے مٹھیائی

تحفے ہدیئے اور ندرانوں کی حد ہی نہ تھی لاکھوں پکوان اور کئی سوغاتیں پھل اور کئی قسم کی مٹھائیاں تھیں۔

جوڑے جامے گھوڑے ہاتھی اشتر اُوٹھ قطارا
تازی ترکی نر عراقی کوتل پھڑے ہزاراں

جوڑے جامے بے انت گھوڑے ہاتھی خچر اونٹوں کی قطاریں تھیں تازی زکی اور عراقی نر اور ہزاروں کوتل تھے۔

نقرے گگے کلے چینے، مشکی بوزے نیلے
پنج کلیان اُتے شاہ کھنڈے اُبلق رنگ رنگیلے

نقرے گگے چت کبرے مشکی بندر کے رنگ کے اور نیلے تھے۔پنج کلیان کنڈھے ابلق اور کئی رنگوں کے تھے۔

چور کمیت اُتے کجھ سہر گے سوسن تے رنگ ساوے
گل وِچ ہنس حمیلاں لوہلاں زیور اَنت نہ آوے

سفید ماتھے والے سرخ رنگ گھوڑے سوسنی اور سبز رنگ کے تھے۔گلے میں ہنس حمائل اور زیورات کا کوئی حساب نہ تھا۔

چاندی دے گھڑ نعل بنائے سونے دے سبھ ہنے
ہر اک اوپر زین مرصع لعل جواہر پنے!

ان کی کھریاں (لعل) چاندی کی تھیں اور تمام پنے سونے کے تھے ہر ایک پہ جڑاؤ والی اور پنوں پر لعل جواہر جڑے ہوئے تھے۔

شارستان اندر جو آہیاں سوہنی صورت پریاں
خدمت گاراں کرکے دِتیاں زیور گہنے بھریاں

شارستان میں جو حسین پریاں تھیں ان کو خدمتگاری کیلئے ساتھ دے دیا اور زیورات پوشاکیں بھی دیں۔

دیو زور آور تے جن سوہنے دِتے کر کے گولے
ہور گویا ایسا ایسا وہن ڈکے جد بولے

طاقت ور دیو اور خوبصورت جنات خادم بنا کر دیئے۔اور ایسے ایسے گلوکار دیئے کہ جو بولیں تو چلتے پانی بھی رک جائیں۔

دولت مال حسابوں باہر راج ادھا ونڈ دتا
توشے خانے سنے خزانے دھن دِتا دھن لتا

دولت مال حساب سے باہر بلکہ آدھا راج بھی بانٹ کر بدیع جمال کو دے دیا۔توشے خانے اور سینکڑوں اور بہت مال دولت دیا۔

پوستیناں پشمینے روئیں رنگ عجائب جامے
چاندی سونے دے سے (۱۰۰) بھانڈے جیوں جگ دیئے ترامے

پشمینے کی پوستین روئی والی انوکھے قسم کے لباس چاندی اور سونے کے سینکڑوں برتن جس طرح لوگ تانبے کے دیتے ہیں۔

پنکھی خوب آوازاں والے جُرے باز شکاری
ہور کئی ہتھیار جنھاں دی قیمت پوندی بھاری

خوش آواز پرندے شکرے اور شکاری باز اور کئی بہت بھاری قیمت والے ہتھیار دیئے۔کسی چیز کی کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

اشتہ: نیچ۔کمیت سرخ رنگ کا گھوڑا۔نعل: کھریاں۔گویا: گلوکا: گانے والا۔بھانڈے: برتن۔تراما: تانبا۔پنکھی: پرندے، جانور۔جرے: شکرے، چھوٹے باز۔

سیف ملوک ڈِٹھا جس دن دا غم نہ رہیا کوئی
اوڑک جو کجھ سجھدی آہی آن برابر ہوئی!

جس دن سے سیف ملوک کو دیکھا تھا کوئی غم نہیں رہا تھا۔ آخر جو بات نظر آ رہی تھی وہ اب ہو کر ہی رہے گی اب جدائی ضرور ہو گی۔

جنھاں نال مراداں خوشیاں چامل چین سوائے
لد چلے اوہ محرم دل دے رہے آسیں سدھرائے

جن کے ساتھ مرادیں تھیں خوشیاں جامل چاؤ زیادہ تھے۔ وہ دل کے محرم آج جا رہے ہیں اور ہم اداسے ہی رہ گئے ہیں۔

مدت پچھے جھاگ وچھوڑا ساتھی رب ملائے
وچھڑ چلے پھیر محمدؐ رَج نہیں گل لائے

مدت کی جدائی برداشت کرنے کے بعد خدا نے ساتھی ملائے تھے اور اب اے محمدؐ پھر جدا ہو رہے ہیں ہم نے جی بھر کر گلے بھی نہیں لگائے ہیں۔

الوداع ٹُرو ہن سجنوں تساں آساں رب بیلی
کوئی جہان نہ سجھدا مینوں رہی حیران اکیلی

الوداع اے دوستو چلو اب تمہارا اور ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ اب مجھے کوئی جہان نظر نہیں آ رہا ہے میں حیران پریشان اکیلی ہی رہوں گی۔

روشن لاٹ اندر دی چلی پیا ہنیر حویلی!
ڈھینگر خار ہزار محمدؐ چلے گلاب چنبیلی

روشن شمع اندرونی جا رہی ہے اور ہمارے دل میں اندھیرا ہی ہو گا۔ سوکھی شاخیں اور کانٹے اے محمدؐ رہ گئے ہیں گلاب اور چنبیلی چلے جا رہے ہیں۔

الوداع چلے اُٹھ ساتھی ترٹی کونج اُڈاراں
نت اداسی تے کرلاسی کر کر یاد قطاراں

الوداع اب ساتھی جا رہے ہیں اب اپنی اڈار سے کونج جدا ہو گئی ہے۔ ہمیشہ اداس اور روتی کرلاتی رہے گی اور اپنی قطاروں کو یاد کرتی رہے گی۔

چوگ پنجر وچ زہر ہووے گی مرسی ایس آزاروں
سونجیں محل محمدؐ بخشا دوزخ بھرے انگاروں

پنجرے میں اسے چوگ زہر کی مانند ہو گی۔ اسی بیماری سے مرے گی۔ اے محمدؐ بخش خالی محل ایسے ہی ہیں جس طرح جہنم کی آگ سے بھرے ہوں۔

الوداع ٹُرے دل جانی مار کلیجے کانی!
حال حقیقت رب نوں معلم کی گل کراں زبانی
ہائے افسوس نہ دوس کسے تے لکھی قلم ربانی
سجناں باہجھ محمدؐ بخشا زہر ہوئی زندگانی

الوداع چلے دل جانی کلیجے میں جدائی کا تیر مار کر۔ اصل حال حقیقت تو خدا واحد ہی جانتا ہے میں زیادہ کیا بات کروں۔ افسوس ہے لیکن کسی پر شکوہ بھی نہیں ہے کیونکہ خدا کی قلم نے نصیب ہی ایسا لکھا تھا۔ اے محمدؐ بخش اپنے پیاروں کے بغیر زندگی زہر لگ رہی ہے۔

شاہ پری تے بدرہ خاتوں پالکیاں وِچ پایاں
ماسی پھوپھی مائی دائی سنگ سیاں مڑ آیاں

شاہ پری اور بدرہ خاتون کو پالکیوں میں بٹھایا گیا خالہ پھوپھی مائی دائی ساتھی سہیلیاں تمام واپس آ گئیں تھیں۔

الوداع: خدا حافظ۔ آزار: مرض، بیماری۔ ڈھینگر۔ بن پتوں کے سوکھی شاخیں۔

دے کرانہیں امیر بنا دیا۔

درساں اندر خرچ پوائے نالے وِچ سرائیں
بہت طعام پکا کھلائے عاماں خاصاں تائیں

درسوں اور سراؤں میں خرچ دیئے گئے اور اتنے کھانے پکا پکا کر کھلائے گئے ہر خاص و عام کے لئے لنگر جاری کر دیئے تھے۔

نویں سروں کئی لنگر لائے مٹھیاں کئی سبیلاں
خلعت بخش ودھائی عزت اشرفاء اصیلاں

نئے سرے سے کئی لنگر جاری کئے اور میٹھے پانی کی سبیلیں لگوائیں۔شریف اور نیک لوگوں کو ان کی مدد کر کے انعامات دے کر عزت بڑھائی گئی۔

قدر بقدری خلعت لدھی ہر چاکر امرائے
بخشش دا کجھ اَنت نہ رہیا گن گن کون سنائے

سب کو مرتبے کے مطابق انعامات ملے خواہ کوئی ملازم یا امیر تھا۔بخشش کا کوئی حساب نہ رہا تھا اتنا گن گن کر کون بتائے۔

نال اُوہدے وَنج موئے آہے جو جو لوک وفائی
سبھناں دے گھر گیا شاہزادہ ہر خانے ہر جائی

اور شہزادے کے ساتھ جو جو وفادار ساتھی مرے تھے سب کے گھر شہزادہ گیا ہر جگہ اور گھر میں خود جا کر تعزیت کی۔

ٹُر گھر جاندا نالے کردا عذر بے اَنت شماراں
دولت مال جگیراں دِتیاں سبھناں دیاں گھرداراں

چل کر ان کے گھر جاتا اور بے حد افسوس بھی کرتا تمام کے گھر والوں کو دولت مال اور جاگیریں دیں۔انہیں ہر طرح نوازا گیا۔

سبھو لوک آسودے ہوئے دَھن رزقوں گزرانوں
شاہزادے نوں دیہن دُعائیں راضی دِلوں ایمانوں

تمام لوگ خوش حال ہو گئے رزق دولت اور ہر فکر سے آزاد ہوئے۔اور شہزادے کو دل سے راضی ہو کر دعائیں دیتے تھے۔

خیر سکھاں سنگ آیا بیٹا آس پُنّی سرکاروں
عاصم شاہ خیرایت کردا باہر حد شماروں

کہ خیر خیریت سے بادشاہ کا بیٹا واپس آ گیا ہے خدا نے فضل کیا ہے اور عاصم شاہ حساب سے باہر خیرات کر رہا تھا۔

پیر فقیر شہید منائے دے دے نذر نیازوں
راہاں اوپر خرچ پوائے نعمت بے اندازوں

پیر، فقیر اور شہداء کے لواحقین کو نذر نیازیں دے کر راضی کئے اور راہی مسافروں کی سہولت کیلئے راہوں پر خرچ دیئے۔

اَنہیں لولے ہور آزاری عاری لوک تمامی
طلباں لاء سو کھلے کیتے عیشاں کرن مدامی

اندھے معذور اور جتنے بھی عاری اور محتاج لوگ تھے ان کے وظیفے مقرر کر کے ہمیشہ کیلئے خوش کر دیئے۔زندگی عیش سے گزاریں۔

عالم فاضل زاہد صوفی فقراں گوشے گیراں
نعمت مال پوشاکاں دتیاں سے دھرم ارتھ جگیراں

عالم فاضل زاہد متقی صوفی فقراء اور تنہائی میں جو عبادت گزار لوگ تھے انہیں مال و دولت لباس اور نعمتیں اور جاگیریں بھی دیں۔

خلعت۔شاہی انعام۔آسودے: خوشحال۔پنی: پوری ہوئی۔عاری۔معذور۔

اِکی نوں چاگُن چڑھاندا وانگن سورج پا کے
اِک پچھاویں وانگ محمدؒ خوش رہے وِچ خاک کے

ایک کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے سورج کی طرح اٹھا کر اور ایک سائے کی طرح خاک میں ہی خوش رہتا۔

اوہو دا ناں وِچ جہاناں جو ہر کم دی واری
بُتے باز آسمانے تائیں جانے ناں اعتباری

وہی اس جہاں میں عقلمند ہے جو ہر کام کی بار اس دھوکے باز آسان پر کبھی اعتبار نہ کرے اس کے دھوکے میں نہ آئے۔

عزت تے اقبال اُوہدے تے کرے نہیں مغروری
ناں وِچ شامت تے بدبختی چھوڑے تروڑ صبوری

عزت شان اور اقبال میں کبھی تکبیر میں نہ آئے اور غرور نہ ہو۔ اور نہ ہی مصیبت اور برے وقت صبر کرنا چھوڑ دے۔

دنیا دا غم کھاوے ناہیں جو آوے سر چاوے
آخر دا کر خرچ محمدؒ راضی ہو گھر جاوے

دنیا کے غموں سے نہ گھبرائے جو بھی آئے اس کا مقابلہ کرے۔ اسے برداشت کرے اور آخرت کے خرچ کا بندوبست کر کے راضی ہو کر اپنے گھر جائے۔

عاصم شاہ عبادت کردا جانوں دلوں زبانوں
درد فراق مجازی اندر کھولے سر حقانوں
بھلی عشرت عیش جہانی لگی چھک حقانی
باقی وَل محبت اُٹھی ایہ جگ سجھیوس فانی

عاصم دل و جان اور زبان سے عبادت کرتا تھا۔ دنیا کے درد جدائی میں حقیقی راز کھولے اس نے حقیقی رازوں کو جان لیا تھا۔ دنیا فانی کی تمام عیش و عشرت بھول گئی تھی اور دل میں حقیقی مالک کے دیدار کی تمنا جاگ اٹھی تھی۔ وہ حقیقت دیکھنا چاہتا تھا۔

فانی دی آشنائی کولوں دل بیزار ہویا سی
باقی وَل محمد بخشا اُٹھ سوار ہویا سی
ذکر شہادت کلمے پڑھ دا خوشیاں نال مراداں
عاصم شاہ پکے گھر ٹریا چھڈ کچیاں بنیاداں

اس فناہ ہونے والی دنیا اور زندگی سے اس کا دل بیزار ہو گیا تھا۔ اور اے محمد بخش وہ بقا کی طرف جانا چاہتا تھا۔ وہ ذکر کرتا ہوا اور کلمہ شہادت کا ورد کرتا ہوا بڑی خوشیوں اور مرادوں سے عاصم شاہ ان فانی بنیادوں کو چھوڑ کر پکے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

پنجر وِچ اداسی ہوئی بلبل مست چمن دی
پھاہی گر نے لائی کڑکی قید مکی جل ان دی

جسم کے ڈھانچے میں چمن کی مست بلبل اب اداس ہو چکی تھی پھاہی گرنے پھندا لگایا ہوا تھا۔ اب اس کی رزق اور پانی کی قید ختم ہو گئی تھی۔

عاصم شاہ بلایا بیٹا سینے چھک لگایا
پند وصیت دِتی نالے الوداع بولایا
سکھ وَسو تم سیف ملوکا ٹریا باپ سفر نوں
ماتم سوگ نہ کرو سفر دا چلے اصلی گھر نوں!

عاصم شاہ نے اپنے بیٹے کو بلایا اسے نصیحتیں اور تاکید کی اور اسے اپنی چھاتی سے لگایا اور اس سے الوداعی ملاقات کی۔ اور کہا اے سیف ملوک تم سکھی بسو خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اب تمہارا باپ اپنے سفر کو روانہ ہو رہا ہے ماتم سوگ نہ کرنا عاصم

باقی: خداوند تعالیٰ۔ سجھیوس: نظر آیا۔ فانی: فناہ ہونے والا۔ کڑکی: پھندا۔ جل ان: پانی، رزق۔

پینگھاں بہت ہولارے چڑھیاں ترٹ زمین پر جھڑیاں
کڑیاں فیر نہ مڑیاں پیکے ساہوریاں چھک کھڑیاں

جن کا اس دنیا میں بڑا بول بالا تھا وہ بھی آخر مر کر مٹی میں رَل گئے جن لڑکیوں کو موت نے ایک دفعہ سسرال یعنی گورستان پہنچا دیا وہ کبھی والدین کے گھر نہ آئیں۔

موتی کد ملے مڑ سپاں وَنج پیئے وِچ لڑیاں
ڈگیاں پھلیاں خاکو رَلیاں پھیر رُکھیں کد چڑھیاں

وہ جو ایک دفعہ لڑیوں میں موتی پرو دیئے گئے وہ پھر کبھی سپ کو نہیں مل سکتے۔ جو پھلیاں درخت سے گر جائیں وہ پھر کبھی درخت کے ساتھ نہیں لگ سکتی ہیں۔

جت وَل ویکھو فکر جدائی کتے ملاپ نہ سکھ دا
لنب انگار نہ کٹھے رہسن اَت غم دھواں دُکھدا

جس کی طرف دیکھو اسے ہی جدائی کا فکر ہے کہیں بھی سکھ کا میل نہیں ہے۔ بھاپ اور انگارے کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے آخر غم کا دھواں دکھ ہی پڑتا ہے۔

سن مرلی دی لکڑ کولوں درد وچھوڑا رُکھ دا
سبھناں دا ایہہ حال محمدؒ کہو کی حال منکھ دا

بنسری کی لکڑی سے اپنے درخت سے جدائی کا سنو وہ کیا کہتی ہے۔ اے محمدؒ سب کا یہی حال ہے تو پھر کہو انسان کا کیا حال ہے۔

مٹی گھٹے رُلدا جاندا جو کوئی سندر مکھ سی
کھاٹ ملی دل رَلیا نہیں تاں کس کس دی بھکھ سی
دُکھ دِکھا گئی ٹُر اَگے جنہاں اساڈا دکھ سی
مطلب دے افسوس محمد کون اسانوں جھکھ سی

جو بھی کوئی حسین چہرہ ہے آخر مٹی اور گرد وغبار میں رل جاتا ہے۔ کھاٹ ملی تو دل ملا نہیں تو کسی کو کسی کی کیا بھوک تھی۔ کیا پرواہ تھی۔ جنہیں ہمارا دکھ تھا وہ ہمیں دکھ دے کر آگے چلے گئے ہیں اے محمدؒ تمام مطلب کے افسوس ہمیں ہمارا افسوس کون کرے۔ ہمارا کیسے افسوس ہوگا۔

کتھے گل گئیوں اُٹھ کتھے کر کجھ سرت فقیرا
قصہ چھوڑ وڑیں وِچ حالاں بجھ بجھ ترت فقیرا

اے فقیر بات کہاں تھی اور تو کہاں اٹھا کر لے گیا ہے۔ قصہ چھوڑ کر حال کے پیچھے بھاگتا ہے۔ بس اپنے کام سے کام رکھو اپنی کہانی کی طرف آؤ۔

ہو رضا قضاء منیں سی جے کجھ رب ارادہ
ماتم فاتحہ خیر درودوں فارغ ہویا شاہزادہ

جو خداوند تعالیٰ کو منظور تھا اس کی رضا کو قبول کیا۔ اپنے باپ کے ماتم فاتحہ اور درود سے شہزادہ فارغ ہوگیا تھا۔ باپ کی تمام رسوم ادا کر چکا تھا۔

ٹھپ کتاب غماں دی رکھی شادی دفتر پھولے
جیئوں کے تنیوں اقبال حکوت پین نہ دِتے رولے

اب اس نے دکھوں کو بھلا کر خوشی کے زمانہ میں قدم رکھ لیا تھا اس نے اپنا جاہ و جلال حکومت اسی طرح سنبھال لیا تھا۔ کہیں کوئی شور نہ بڑھنے دیا تھا۔

رُکھ: درخت، پیڑ۔ اَت: آخر۔ لنب: بھاپ۔ مُرلی: بنسی۔ منکھ: انسان، بندہ۔

جاں سامی دے ڈبے وَڑیا در یتیم بدن دا
ہتھیں آپ نہ کیتا تتی بستر صاف سجن دا

جب جسم کا قیمتی موتی قبر کی سامی میں رکھ دیا گیا کہ میں بدنصیب نے خود اپنے محبوب کا بستر صاف نہ کیا اس کا بستر نہ بچھا سکی۔

ہائے افسوس افسوس جہاناں ایس زیان بڑے دا
لگا داغ کلیجے اُتے اس نقصان بڑے دا

ہائے اے زمانے افسوس ہے اس بڑے نقصان کا جو یہ اتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اس اتنے بڑے نقصان کا دل پر داغ لگ گیا ہے۔

ایہ دُکھ بَرم نہ جاسی مولے توڑے میں مر گئیوس
جاندی واری نال نہ کھڑیوس وہن ہجر دے پیئوس

یہ دکھ اور یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا اگر میں مر بھی گئی تو یہ زخم اسی طرح ہی تازہ رہے گا کہ اس نے جاتی بار مجھے ہمراہی نہیں بنایا ہے اور میں جدائی کے بحر میں بہہ رہی ہوں۔

ہائے ہائے سیف ملوک پیارے حال نہ ویکھیں میرا
کی کجھ ظلم تیرے بن ترٹے دسدا جگ ہنیرا

ہائے اے پیارے سیف ملوک تو میرا حال نہیں دیکھ رہا ہے کہ تیری جدائی میں مجھ پر کتنے قہر پڑے میرے لیے تمام جہان اندھیرا ہو گیا ہے۔

چلدی واری یاد نہ کیتوئی ٹریوں پا وچھوڑا
ناں منہ ڈِٹھا ناں سنگ گیوس بَرم افسوس نہ تھوڑا

اور تو نے جاتی بار مجھے یاد بھی نہیں کیا ہے مجھے جدائی دے کر چلا گیا ہے۔ نہ میں نے تیری صورت دیکھی نہ تمہارے ساتھ ہی مجھے کوئی غم افسوس کم نہیں ہے۔

سجناں ایہ سجنوٹ نہ آہی یاراں نال نہ یاری
یاد کیتے بن گیوں اِکلّا مینوں دے سر بھاری

اے پیارے یہ کوئی پیار نہیں ہے یہ کیا بہادری ہے دوستوں کی دوستی نہیں ہوتی ہے۔ مجھے یاد کئے بغیر اکیلا ہی گئی چلا گیا۔ اور میرے سر پر غموں کا بوجھ ڈال گیا ہے۔

ترٹی کت کلیجے ایسی کدے نہ باہر نکلسی
جب لگ ہڈی ماس تتی دا مٹی وِچ نہ گلسی

میرے کلیجے میں ایسی برچھی ٹوٹ چکی ہے جو کبھی باہر نہیں نکالی جاسکے گی۔ جب میرا بدنصیب کا گوشت ہڈیاں مٹی میں گل جائیں گی یہ اس طرح چبھتی رہے گی۔

ایسی جاگیوں ٹر شاہا جتھوں کوئی نہ مڑدا
مجھے روگ کنوں دل میرا کھِرک رہسی چڑدا

اے میرے بادشاہ تو ایسی جگہ چلا گیا ہے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آتا ہے اس باطنی مرض میں کب تک میرا دل جلتا رہے گا۔

درد قصائی اندر وڑیا لے کے تیز کٹاری!
کپ کلیجہ پرزے کیتوس سیخ بھَنی وِچ ناری!

درد قصاب کی طرح تیز چھری لے کر میرے اندر داخل ہو گیا ہے اس نے میرا کلیجہ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے سیخ میں لگا کر آگ پر رکھ دیا ہے۔

پئی کڑاہ ندی دی مچھی تیلیں پاء تلیندی
خار و خار ہویا سبھ گوشت کھِرک اگ جھلیندی

ایک دریا کی مچھلی کھولتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں پڑ گئی ہے اور اس کا ٹکڑے ٹکڑے گوشت کب تک یہ آگ برداشت

دُر یتیم: قیمتی موتی۔ بَرم: افسوس: پچھتاوا۔ سجنوٹ: دوستی۔ کت: کاتی چھری

دن دن بھار ہجر دا ودھدا زور تحمل گھٹیا!
جے چاہے تاں توڑ پوچائے راہ نہ جاندا سٹیا

دن بدن غم جدائی کا بوجھ بڑھتا گیا اور صبر اور برداشت کی طاقت کم ہوتی گئی۔ اگر چاہے تو اسے منزل پر پہنچائے راستے میں پھینکا نہیں جا سکتا تھا۔

اوہ پری سی اڈن والی اڈدی جے چت چاندی
اوہ ناری ایہ خاکی بندہ خاک ہویاں چھڈ جاندی

وہ تو اڑنے والی پری تھی اگر اس کا دل چاہتا تو وہ اڑ جاتی وہ آگ سے تھی اور وہ خاکی انسان تھا جب وہ مر کر مٹی ہو گیا تھا وہ اسے چھوڑ کر جا سکتی تھی۔

دلبر آپ جنہاندا ہویا پھیر نہیں سٹ جاندا!
دوہاں جہاناں وچ محمدؒ خوب پریت پکاندا

لیکن جن کا عشق سچا اور محبوب اپنا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ چھوڑ کر نہیں جاتا ہے۔ اے محمدؒ پھر دونوں جہاں میں دوستی پال کر دکھاتا ہے، کبھی بے وفائی نہیں کرتا ہے۔

بابے نانک بانی اندر بات کہی یک رنگی!
وس ہویا مڑ جاندا ناہیں ریت سجن دی چنگی

بابا گرونانک دیوجی نے اپنی بانی میں ایک بڑی پتے کی بات کہی ہے۔ اس دوست کی ایسی ریت ہے کہ یہ پھر بسے بسے جاتا نہیں ہے۔ یہ جدائی برداشت نہیں کرتا ہے۔

روندی روندی نوں غشی آئی ڈھٹھی نال ہلاکی
نبضاں چھٹ گیاں رنگ پھریاں چائے ساہ چلاکی

روتی روتی پر غشی طاری ہو گئی اور کمزوری سے گر پڑی، نبض رکنے لگی رنگ بدل گیا اور سانسیں تیز ہو گئیں۔ ایسا وقت گیا تھا جیسے روح پرواز کرنے ہی والی ہے۔

خدمت گاراں نال شتابی محلاں وچ پوچائی
دتیوس جان سجن دے درد وں نیک گھڑی جدائی

خدمتگاروں نے فوراً اسے محلات میں پہنچا دیا۔ اور جب اس کا نیک وقت آ گیا تو اس نے پیارے کی جدائی کے غم درد میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آ خوشبو سنیہا دتا کھڑے گلاب بولاندے
بلبل مست چمن ول اڈی درشن لین گلاں دے

اسے خوشبو نے آ کر پیغام دے دیا تھا کہ تجھے گلاب کے پھول بلا رہے ہیں۔ اور وہ مست چمن کی بلبل اڑ کر ان پھولوں کا دیدار کرنے چلی گئی۔

حسن سمند حقانی وچوں سی قطرہ صاف نورانی
ندی مجازی اندر آیا بن کے شکل زنانی

وہ حسن کے حقانی سمندر سے ایک صاف نورانی قطرہ تھا اور مجازی ندی میں ایک عورت کی شکل اختیار کر کے آیا تھا۔

باغ مجازی اندر آہی بوند سچی شبنم دی
سورج ویکھ ہوئی اڈ اچی جاگی سک جنم دی

وہ مجازی یعنی دنیا کے باغ میں ایک شبنم کا سچا قطرہ تھا۔ سورج کو دیکھ کر اڑ کر اونچی ہو گی اور اس کو پیدا ہونے کا خیال آیا۔

بھار: بوجھ، وزن۔ ہجر: جدائی۔ تحمل: برداشت۔ پریت: دوستی، محبت، عشق۔ سمند: سمندر، بحر۔

سر منہ پرنے ڈھیندے وَتدے پتر واؤ اوڈارے
ہو رہے بیتاب بیچارے سُکے منہ فورا ے

سر کے بل گرتے ہوئے پتوں کو ہوا اڑا رہی ہے۔ پھوہارے بے چارے بڑے بے تاب ہیں اور ان کے منہ بھی سوکھے ہوئے ہیں۔

وقت بہاراں اوہ غمناکی وقت خزاں ایہ رُولا
کدوں ہووے گا دُنیا اُتے سکھ میرے مقبولا

اگر بہار کے وقت میں وہ غمگین ہیں تو وقت خزاں ان کا کیا حال ہوگا۔ اے میرے پیارے اس دنیا میں سکھ کب نصیب ہوگا۔

جگت زمانہ دکھیں بھریا رووَن دھووَن آہیں
جے سکھ ہوگ کتے وَل تاں بھی آدمیاں نوں ناہیں

تمام جہان دکھوں میں گھرا ہوا ہے اس میں صرف رونا دھونا اور آہیں سکیاں ہی ہیں۔ اگر کسی طرف سکھ ہوگا بھی تو انسانوں میں نہیں ہے۔

ہر دم کوچ نقارہ سر تے کھڑدا پیا سنیندا
ساتھی ٹُردے جاندے دسدے کیونکر سکھ وَسیندا

ہر وقت کوچ کا نقادہ سر پر بج رہا ہے یہ بات ہر کوئی سن رہا ہے۔ ساتھ کے ساتھی جاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں کیسے سکھی بَسا جاسکتا ہے۔

کالے اک اک وچھڑ چلے گورے خط لیائے
بنھوں بھار تیار سفر دا کوچ سنیہیے آئے

سیاہ بال ایک ایک کر کے جدا ہو رہے ہیں اور سفید بال پیغام لے کر آئے ہیں کہ اے بندے اس دنیا سے اپنا سامان باندھ رخصت کا وقت آنے ہی والا ہے۔

اُڑ کے ٹُرن لگوں جس ویلے موت سلام پچائے
لے سلام سنا محمدؒ کون امن پھر پائے

جب تو جھک کر چلنے لگا تو موت سلام دیتی ہے۔ اے محمدؒ بخش سلام لے کر پھر کون امن سے رہ سکتا ہے۔ پھر سکون ختم ہو جاتا ہے۔

اُڑیا اَجے نہیں اُڑ ٹریوں کی ہویا اُڑ ٹریا!
بدلے نوں جھٹ کٹن دیہ کھاں زوریں جھُل نہ پُریا

ارے تو اب بھی ٹھہر کر نہیں چلتا ہے کیا ہوا جھک کر چل رہا ہے اے (پروا) اے مشرق سے چلنے والی ہوا اتنا زور سے نہ چل بادل کو تھوڑی دیر رہنے دو۔

مشرق دی جد مغرب سٹی کس کم تیرا جھُریا!
کہے محمدؒ ناں ہو غافل سمجھ مَناں توں بُریا

جب مشرق کی مغرب میں پھینک دی پھر تمہارا پچھتانا کس کام آئے گا۔ محمدؒ کہہ رہا ہے اے بُرے دِل غافل نہ ہو اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔

منزل مارن والے گھوڑے لنگ لنگیں ہُن چلدے
ریہنگن واؤ بنا ہو جس نوں جھولے نے اتول دے

منزل پر پہنچنے والے گھوڑے بھی اب ٹانگوں سے لنگڑا کر چلتے ہیں جنہیں دردِ ریح یعنی ہوا کا درد ہوا انہیں وہاں لے جاتے ہیں اور وہاں شفا ہو جاتی ہے۔

پرنے: بل۔ رُولا: حال۔ جگت: جہان، دُنیا۔ کھڑدا: بجتا۔ دردریح: ہوا کا درد۔

نکوں پانی پئی مدھانی رِڑکیں سنج سویرے
پانی رڑک دہائی ایویں کہہ کی حاصل تیرے

ناک سے پانی کی مدھانی پڑی ہوئی ہے صبح سویرے اسے رڑکتا ہے ایسے پانی میں مدھانی ڈال رکھنے سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔

ٹھنڈ زُکام بناویں موہوں کام ہویا ہن پورا
اس شوروں پَت رہندی ناہیں کی لوڑیں پَت شورا

اپنی زبان سے تو ٹھنڈ اور زکام کہتا ہے اصل میں اب تیرا کام پورا ہوگیا ہے۔اس شور سے عزت نہیں رہتی ہے۔اب کیسے عزت رکھنا چاہتا ہے۔

ٹھنڈا ہویا بازار عمر دا ایہو ٹھنڈ رنجورا
اجے محمدؒ حرص ہوایوں ٹھنڈ نہ پیا بھورا

زندگی کا بازار اب سرد ہوگیا ہے یہی سردی کی بیماری ہے۔اور اے محمدؒ ابھی تو حرص ہوا ٹھنڈا نہیں ہے ابھی باز نہیں آیا ہے۔

چشماں چشمہ جل دا ہویاں اٹھے پہر اوہ بنا ہو
ٹھنڈیاں باراں تھیں چھپ بیٹھی بار چرندے آہو

آنکھیں پانی کا چشمہ بن گئی ہیں۔ہر وقت بہتی رہتی ہیں۔سرد جنگلوں میں چرنے والے ہرن اب چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔

جس جس پاسوں آن رَلے سن ہوئے اُتے وَل راہو
وچھڑ چلے سبھ ساتھ محمدؒ کوئی نہ نال نباہو

جس جس طرف سے آ کر ملے تھے اسی اسی طرف راہی ہو گئے ہیں اے محمدؒ تمام ساتھ جدا ہو چلے ہیں کوئی بھی ساتھ نہیں نبھائے گا۔

دھند غبار سنسار دسیوے ہار ڈھٹھی جد ہرنی
سر مجواں دے تیر چلاؤ سرمے وَل نہ کرنی

جب ہرنی ہار کر گر پڑی تو اسے تمام جہاں دھندلا نظر آتا ہے۔اب سوچو کہ تیر چلا رہا ہے اب انہیں سرمہ ٹھیک نہیں کر سکے گا۔

ڈوہلی شیشی صاف نظر دی گھت بھرنی کی بھرنی
عین گئی پھر کی محمدؒ عینک نک پر دھرنی

صاف نظر کی شیشی جب ایک دفعہ خالی ہوگئی تو کیا بھرنی ہے اے محمدؒ جب آنکھیں ہی چلی گئیں تو پھر ناک پر عینک رکھ کر کیا کرنی ہے۔

ہک ہک کرکے لیندا جاندا جس دِتیاں ایہ چیزاں
رل بیٹھن دی گھڑی غنیمت پوگ فراق عزیزاں

جس نے یہ تمام چیزیں عطا کی تھیں وہی اب ایک ایک کرکے واپس لیتا جا رہا ہے۔یہ مل کر بیٹھنے کی گھڑی غنیمت ہے آخر اپنے پیاروں سے جدا ہونا ہے۔

جتنے ساری دُنیا اندر پَت درختاں اتے
اتنے صورت سوہنی والے خاک اندر رَل ستے

تمام کائنات کے درختوں پر جتنے بھی پتے ہیں۔اتنے ہی اس حسین صورت والے یہ دنیا چھوڑ کر اپنی قبروں میں جا کر سوئے ہیں۔

جتنے پھل جگت پر سارے سُوہے چٹے پیلے
ہر ہر رنگوں دیہن نشانی ہو ہو گئے رنگیلے

جتنے بھی اس دنیا میں خوبصورت سفید زرد پھول ہیں ہر ہر رنگ کی نشانی دیتے ہوئے اس دنیا سے بڑے حسین ہوگئے ہیں۔

سنج: شام۔مدھانی: جس سے دودھ رڑکتے ہیں۔حرص: لالچ۔چشم: آنکھ رَے: ملے۔عَین: آنکھیں۔سُوہے: سرخ۔چٹے: سفید۔

کے اس بات کو سوچو۔

اول شیخ فریدؒ شکر گنج عارف اہل ولایت
ہک ہک سخن زبان اُوہدی دا رہبر راہ ہدایت

سب سے اول حضرت باباجی فرید گنج شکر جو بڑے عارف اہل ولایت ہوئے ہیں۔ ان کی زبان کا ایک ایک سخن ہدایت کی راہبری کرتا ہے۔ اگر کوئی انہیں جان لے۔

پھر سلطان باہوؒ ہک ہویا خاصہ مرد حقانی!
دوہڑے پاک زبان اوہدیدے روشن دوہیں جہانیں

پھر حضرت سلطان باہوؒ خاصے خدا کے بندے ہوئے ہیں ان کی پاک زبان کے دوہڑے دونوں جہاں میں روشن ہوئے ہیں۔ خدا کے بندوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

بلھےؒ شاہ دی کافی سن کے ترٹدا کفر اندر دا
وحدت دے دریا ولے اندر اوہ بھی وَتیا تردا

حضرت بلھےؒ شاہ کی کافی سن کر اندر کے کفر کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ وہ بھی واحدت کے دریا میں تیرتے رہے ہیں۔

فرد فقیر ہویا کوئی خاصہ مرد صفائی والا
فقہ اندر بھی چست سخن ہے عشق اندر خوش چالا
بابو باب فقہ دے اندر وڑیا نال سنبھالے
بیت ترازو تول بنایوس مسئلے دیوس نالے

کوئی فرد فقیر خاصے اللہ پاک کے نیک بندے ہوئے ہیں وہ فقہ میں بھی چست سخن اور راہ عشق میں بھی خوش رفتار چلنے والے ہیں۔ وہ فقہ کے ہر سبق میں بڑے سوچ سمجھ کر داخل ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے تمام شعر بڑے ترازو پر تول کر لکھے ہیں اور تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں۔

سل سل لعل پروتی تسبیح مرد ظریف مداحی
بہبل بہل سخن دی چڑھیا پی کے مست صراحی

اس بڑے خوش اخلاق انسان نے بڑے ظرف سے لعل اور موتی بیندھ کر مالا پروئی ہے۔ وہ مست ہو کر مستی کا جام نوش کر کے شعروں کی گڈی پر سوار ہوا تھا۔

ہک کوئی جان محمد ہویا رسلے سخن سناندا
دوہڑا اس دا مویاں دلاں نوں جان محمدؒ پاندا

ایک کوئی جان محمد شاعر ہوا ہے اس کے بھی بڑے میٹھے شعر ہیں اے محمدؒ ان کا دوہڑا مردہ دلوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ جسے سن کر مردہ جسم میں روح آ جاتی ہے۔

کوئی کوئی دوہڑا آکھ سنایا ہور کسے متانے
اس دا بھی ہر تیر محمدؒ لگدا وِچ نشانے

اور کوئی کوئی دوہڑا اور کسی متانے نے بھی کہا ہے اور اے محمدؒ اس کا بھی ہر تیر نشانے پر لگتا ہے۔ اس نے بھی بہت کمال کیا ہے۔

شاہ چراغ ہوئے اک سید دِیوا دین دنی دا
دھنّی ملک مکان اُونہاندا شہر چوہان سُنیندا

ایک سید صاحب شاہ چراغ دین اور دِین کا چراغ ہوئے ہیں۔ ان کا دھنی کے علاقہ پھوٹھوہار میں قیام اور گاؤں چوہان نامی

وَتیا: پھرتا، چلتا۔ رسلے: میٹھے۔

حامد جس امام صاحب دا وڈا جنگ بنایا
ہک ہک سخن اُوہدے دا ہرگز مل نہ جاندا پایا

حامد کوئی ہوا ہے جس نے امام صاحب کا بڑا جنگ نامہ بنایا ہے۔اس کے ایک شعر کی بھی کوئی قیمت نہیں دے سکتا ہے۔

ہور ہویا کوئی پیر محمدؒ اس بھی جنگ بنائے
موتی صاف زمرد سچے لڑیاں بنھ ٹکائے

اور کوئی پیر محمد ہوا ہے اس نے بھی جنگ لکھے ہیں اس نے سچے زمرد کے موتی لڑیوں میں خوب طرح پروئے ہیں۔

دوجا پیر محمد ڈوٹھا موضع نوناں والی
چٹھے دی اس وار بنائی مہریں بھریوس تھالی

اور دوسرا پیر محمد نوناں والی میں ہوا ہے اس نے چٹھے کی وار لکھی ہے ایسے لکھی ہے جیسے مہروں سے تھالی بھر دی گئی ہو۔

میاں معظم دین ہوراں نوں عظمت ملی حضوروں
گوہر سخن پروتے اس نے حضرت جیووے نوروں

میاں معظم دین صاحب کو حضوری عظمت عطا ہوئی ہے۔اس نے ایسے آقا کے نور کی شان کے ایسے موتی پروئے ہیں۔

جس انواع شریف بنائی ہور ہویا کوئی عبدی
کیتوس خوب بیان فقہ دا سبھناں رحمت ربدی

اور کوئی عبدی ہوا ہے جس نے رنگ رنگ کے شعر لکھ کر فقہ کی خوب تفصیل بیان کی ہے اس نے فقہ کا خوب اور خدا کی رحمت کا خوب بیان کیا ہے۔

رانجھا برخوردار سنیندا بلبل باغ سخن دی
شعر اوہدا جیوں واؤ فجر دی آنے باس چمن دی

کوئی رانجھا برخوردار سنا ہے اور شعر و سخن کی بلبل ہے۔اس کے شعر ایسے ہیں جس طرح فجر کی ہوا کسی چمن کی خوشبو لے کر آتی ہے۔

حافظ برخوردار مصنف گور جنہاں دی چٹی!
ہر ہر بیت اوہدا بھی مٹھا جیوں مصری دی کٹھی

حافظ برخوردار جن کی قبر روشن ہے اور ان کا ہر ایک شعر مصری کی ڈلی کی طرح میٹھا ہے۔ان شاعری میں بڑی مٹھاس ہے۔

عبد حکیم زلیخا جس نے ہندی وچ بنائی
اوہ بھی درد وں خالی ناہیں فارسیوں الٹائی

عبد حکیم جس نے ہندی میں زلیخا لکھی ہے۔وہ بھی درد سے خالی نہیں ہے اس نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے۔فارسی کتاب سے لی ہے۔

ہک صدیق کہاوے لالی مرد بھلا کوئی ہویا
مہتر یوسفؑ دا اس سہرا چن چن پھل پرویا!

ایک کوئی صدیق لالی کہلاتا ہے بڑا اچھا انسان ہوا ہے۔اس نے حضرت یوسفؑ کا سہرا پھول چن چن کر پرویا ہے۔

آیت اُتے حدیث پروتی وچ وچ وانگ گلاباں
سبھناں نوں رب صاحب بخشے نالے اَساں خراباں

اس نے آیات اور احادیث پروئی ہیں اور کہیں گلاب کے پھول بھی ہیں۔سب کو خداوند تعالیٰ بخش دے اور ہم غریبوں کو بھی بخش دے۔

ہاشم شاہ دی حشمت برکت گنتر وچ نہ آوے
در یتیم جواہر لڑیاں ظاہر کڈھ لٹاوے

ہاشم شاہ کی بزرگی اور برکت کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے۔انہوں نے قیمتی موتی اور جواہر لڑیوں میں پرو کر ظاہر دکھا

ڈوٹھا: برسا۔

کیتا امر نبیؐ نے جاؤ شہر لاہور مبارک
نام اللہ دے علم پڑھاویں کدے نہ ہوویں تارک

اور نبی پاکؐ نے حکم دیا کہ تم لاہور شریف میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر صرف اللہ کے نام لوگوں کو علم پڑھایا کرو۔ اور کبھی یہ سلسلہ رکنے نہ دینا۔

تاں تشریف لاہور لیائے آ بیٹھے ہک تھاویں
مرد کرن گلزار زمیں نوں کلر ہووے بھاویں

تب آپ لاہور تشریف لائے اور ایک جگہ پر آ کر قیام کیا۔ نیک انسان بنجر اور کلر زمین کو بھی گلزار بنا دیتے ہیں۔ چاہے وہ بالکل ہی بے کار ہو۔

حسن محمدؒ سی اک تیلی بندہ خاص سائیں دا
اس دے آن ہنے ہمسائے نام نہ یاد جائیں دا
چکی پیس کرن مزدوری کسب حلالوں کھاون
نام اللہ دے علم شریعت ہر اک کان پڑھاون

خداوند تعالیٰ کا ایک خاص بندہ حسن محمد نامی تیلی تھا آپ آ کر اس کے ہمسائے بنے اب مجھے ان جگہوں کے نام یاد نہیں ہیں۔
اور چکی پیسنے کی مزدوری کرتے تھے یہی ان کا رزق حلال کمانے کا ذریعہ تھا۔ اور ہر ایک کو فی سبیل اللہ علم شریعت پڑھایا کرتے تھے۔ کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے۔

شاگرداں نوں کرن نصیحت نالے سبھناں یاراں
نا محرم ول ویکھو ناہیں اندر لیل نہاراں

اور یہی نصیحت اپنے شاگردوں اور دوستوں کو بھی کیا کرتے تھے کہ دن ہو یا رات کسی وقت بھی کسی نامحرم کی طرف نہ دیکھو۔

ہکدن سنے شاگرداں آہے ٹردے جاندے رستے
اگے نار آہی ہک بیٹھی خوب سندر بند بستے
زیور تے پوشاک عجائب صورت بہت صفائی
رنگ گلابی انگ حسابی جوبن جوت جگائی!
شیخ عبداللہ چلدے چلدے جاں اس جائی پہتے
رستے اُتے چپ چپاتے رہے کھلوتے بہتے
ویکھ حیران ہوئے ہمراہی جاں پھر آئے ڈیرے
کیتی عرض شاگرداں حضرت ایہ نہیں کم تیرے

ایک دن اپنے شاگردوں کے ہمراہ ایک رستے پر چلتے جا رہے تھے کہ آگے خوب بن سنور کر ایک نہایت حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔
اس نے بڑا زیور اور اچھا لباس پہنا ہوا تھا اور بڑی حسین تھی۔ گلابی رنگت سوہنے نقش اور خوب جوانی کی بہار تھی۔ حسن چمک رہا تھا۔
شیخ عبداللہ جب چلتے چلتے اس جگہ پہنچے تو راستے پر اسی جگہ رک کر بالکل چپ چاپ کافی دیر تک کھڑے رہے۔
ان کے ساتھی یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور پھر جب اپنے مکان میں آئے تو شاگردوں نے عرض کی اے حضرت یہ کام آپ کے لائق نہیں ہے۔

آپ اسانوں مڑ مڑ ورجو بہت کرو تاکیداں
نا محرم ول ویکھو ناہیں ایہ ہے کم بے دیداں
آپ اج رستے وچ کھلو کے ویکھدیاں جھٹ لایا
عامل آپ شریعت اُتے اج کی ویلا آیا؟

آپ ہمیں بار بار منع کرتے ہیں اور پند و نصیحت کرتے ہیں کہ نامحرم کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے یہ برے لوگوں کا کام ہے۔
اور آپ آج خود راستے میں کھڑے ہو کر کافی دیر دیکھتے رہے۔
اور عاملِ شریعت پر آج کیسا وقت آ گیا ہے۔

لیل: رات۔ نہار: دن روشنی۔ نار: عورت۔ ورجو: منع کرو۔